شمیم

(ایک ناول)

حصۂ اوّل

مصنفہ

فیاض علی۔ بی اے (علیگ) فیض آباد

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

سنہ ۱۹۲۴ء

قیمت
حصۂ اول و دوئم
عہ/ علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ:
صدیق احمد صاحب، پروپرائیٹر
گرینڈ میڈیکل ہال۔ رکاب گنج
شہر فیض آباد۔

Rs 2/-

میں اس ناول کو اپنے دوستِ مخلص

جناب محمد عبدالواحد خان صاحب رئیس پٹیالہ

کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں۔

فیاض علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

پہلا باب

الہ آباد سے ایم اے کا امتحان دیکر شمیم اور اُن کے دوست نسیم علی گڈھ کالج واپس آئے یہاں سب سے مل ملا کر اپنا اسباب وغیرہ لیکر لکھنو جا رہے ہیں۔ دونوں کی عمر تقریباً بائیس تیئس سال کی ہوگی امتحان کے بار سے سبکدوشی اور گھر جانے کے خیال کی مسرت نے اِن کی طبیعتوں کی فطری شوخی اور چلبلے پن کا پارہ اور بھی چڑھا دیا ہے۔ قدم قدم پر شرارت بات بات پر مذاق کرتے ہیں۔ کوئی دیکھے تو کہے یہ لڑکے دیوانے ہو گئے ہیں ؎

نسیم (چلا کر) بیرر! بیرر! ارے او نامعقول بیرر! نہیں معلوم کہاں جا کر یہ کمبخت مر گیا۔ اس کو بھی اِسی وقت مرنا تھا ؎

شمیم۔ جی ہاں۔ اور خاصکر جب خود آپ کا بھی انتقال ہو رہا ہے ...... آخر فرمائیے تو کیا کام ہے؟ آپ پر کیا آفت آئی ہے جو ہسٹریا کے پرانے مریض کی طرح کفن پھاڑ پھاڑ کر آپ چلا رہے ہیں میں تو دور سے یہ سمجھا کہ بورڈنگ ہاؤس میں کوئی گیدڑ گھس آیا ہے ؎

نسیم۔ (خفا ہو کر) بجا ہے۔ ریل کا وقت آگیا اور ابھی تک نہ گاڑی آئی ہے نہ کچھ۔ ایک گھنٹہ ہوا اُس مردود کو گئے ہوئے اور اس کا ابھی تک کہیں پتہ نہیں۔ اگر کہیں ریل چھوٹ گئی۔ تو نِسے اُلٹی چھری سے حلال نہ کر ڈالا ہو تو نسیم نام نہیں ؎

شمیم۔ ارے ارے۔ ہے ہے۔ کہیں ایسا غضب نہ کیجیے گا۔ وہ بیچارا اپنی بیوی کا ایک ہی

شوہر ہے۔ اگر وہ شہید ہو گیا۔ تو اُس کی بیوی جو بیچاری شش ماہی یا یک عدد بچے سے دُنیا کی آبادی میں اضافہ کرتی رہتی ہے اِس کارِ خیر سے معذور ہو جائے گی ﴿

نسیم۔ چپ بھی رہو۔ خواہ مخواہ خوغائیوں کی طرح بک بک کر رہے ہو۔ ہماری ریل چھوٹی جاتی ہے۔ اور اِن مسخرے پرشاد کو بیوقت کی دلگی سوجھی ہے ﴿

شمیم۔ جناب مولانا خبط الحواس صاحب قبلہ آپ خیریت سے اپنی بدحواسی میں یہ بھولے جاتے ہیں۔ کہ ایک آپ ہی کو اکیلے نہیں جانا ہے۔ آپ کا یہ نمک خوار بھی آپ ہی کے ساتھ جائے گا بدحواسی ہو مگر نہ اتنی۔ صرف لکھنؤ تک کا ٹکٹ لینا ہے۔ اور ریل پر بیٹھ جانا ہے باقی سارا کام ریل کرے گی۔ آپ کی زندہ لاش کو لکھنؤ میں جاکر پٹک دیگی۔ مگر آپ کی سراسیمگی کا حال یہ ہے کہ بات بات پر اُلجھتے ہیں۔ پاگل کتے کی طرح یہاں سے وہاں دوڑتے ہیں۔ وہاں سے یہاں۔ چہرہ متفکر بال پریشان۔ سوٹ پہننے کو پہن لیا مگر پتلون کے بٹن لگانا بھول گئے۔ بدن میں رعشہ زبان میں لڑکھڑاہٹ۔ آدھی بات مُنہ سے نکلتی ہے۔ آدھی پیٹ میں رہ جاتی ہے۔ عجیب حالت ہے آپ کی۔ نہ معلوم ریل پر سفر کرتے وقت لوگ اِس قدر بوکھلائیوں جاتے ہیں اگر آپ نے ایم اے میں بجائے تاریخ کے میری طرح فلسفہ لیا ہوتا تو آج آپ کو یہ بدحواسی کا دورہ نہ ہوتا بلکہ میری طرح سکون۔ اطمینان اور شاہانہ لاپرواہی ہوتی۔ آخر مجھ کو بھی جانا ہے۔ مگر مجھ پر آپ کی طرح چیخ سندو سوار نہیں ہیں ﴿

اتنے میں آنے والی گاڑی کی کھڑکھڑاہٹ نے دونوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ گاڑی رُکی رُکنے سے پہلے بیرر جو پائیدان پر کھڑا ہوا تھا۔ نہایت مستعدی سے چلتی گاڑی سے اوتر پڑا اور بولا "حضور گاڑی حاضر ہے" ﴿

نسیم۔ گدھے کا بچہ بکبتا ہے گاڑی حاضر ہے۔ ہماری بھی آنکھیں ہیں ہم بھی دیکھتے ہیں۔ کہ گاڑی حاضر ہے۔ مگر تو ایک گھنٹے سے کہاں گھاس چرنے گیا تھا۔ کاہل ماحدی۔ دُنیا بھر کا اَپنیجی.... ابے دیکھتا کیا ہے...... چل۔ رکھ اسباب۔ جلدی کر۔ ریل چھوٹی تو تیری ہی پیٹھ پر سوار ہو کر لکھنؤ جاؤں گا۔ یہ سمجھ لے ﴿

بیرر۔ حضور۔ اِس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ گاڑی ملی نہیں۔ بڑی بڑی مشکلوں سے شہر سے گاڑی لایا ہوں۔ حضور ﴿

نسیم۔ بے حضور کے بچے۔ دیکھتا ہے اسباب کہ یہیں تیرا قیمہ بنا دوں۔!!

بیرر۔ گھبرا کر اسباب اُٹھانے چلا گیا ۔

شمیم۔ ہنسکر) حضور تو خود بچہ ہیں حضور کے بچے کیسے ہوئے۔ عمر میں تو وہ آپ کا بزرگ معلوم ہوتا ہے۔ حضرت نوح کے وقت میں وہ ایمان لایا ہے اور آپ ابھی کل کے مسلمان۔ اور آپ اِس کو اُلٹا اپنا بچہ بنائے لیتے ہیں۔ چھی۔ چھی چھی۔ گالی دینے کا شوق بہت ہے۔ مگر تمیز نہیں۔ پہلے آپ نے اِسے گدھے کا بچہ کہا۔ پھر حضور کا بچہ کہا۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ حضور گدھے ہیں ۔

بہزار وقت نسیم اور شمیم دونوں گاڑی پر سوار ہو کر اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئے ۔

شمیم۔ ایک بیک ایک ٹھنڈی سانس لیکر) افسوس۔ آج بارہ برس کے بعد یہ کالج ہمیشہ کے لئے چھوٹتا ہے۔ اب نہ معلوم اِسے کب دیکھنا نصیب ہو آج طالب علمانہ زندگی کا دلکش اور خوش گوار باب ختم ہوتا ہے۔ اور زندگی کی خوفناک جدوجہد کی پہلی منزل شروع ہوتی ہے غیر ذمہ داری رخصت ہوتی ہے اور ذمہ داری کا نیا دور آتا ہے۔ ہائے وہ لڑکپن کی بے فکری۔ وہ آغاز شباب کے خوش رنگ خواب اب کہاں میسر ہوں گے۔ اب تو سنگین زندگی کی دلسوز اور جگر خراش کشمکش ہوگی اور ہم ہوں گے۔ (آہ بھر کے) میرے پیارے کالج اے میری زندگی کے روشن اور جگمگاتے ہوئے جواہر ریزوں کے مخزن۔ الوداع تیرے ہر ذرے میں ایک مقناطیسی کشش ہے۔ تیری ہوا میں ایک برقی تاثیر ہے تیری سرزمین میں میری وہ زندگی دفن ہے جو افسوس اب عمر بھر واپس نہ آئے گی ۔

سیر کی پھول چنے خوب پھرے شاد رہے
باغباں جاتے ہیں گلشن تیرا آباد رہے

نسیم۔ بڑی دیر ہو گئی۔ معلوم نہیں گاڑی ملے کہ نہ ملے۔ اے لو یہ سیٹی کی آواز کیسی آئی کہیں گاڑی چھوٹ تو نہیں گئی (گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا اور کھڑکی سے باہر سر اِدھر اُدھر نکال کر) اے او گاڑی بان تجھے قسم ہے اپنی حماقت کی تیز چلا تیز۔ گاڑی چھوٹ گئی تو اچھا نہ ہوگا۔ تیرے دونوں کان کے بیچ میں سر کر دوں گا" ۔

نسیم۔ پر جلدی کا بھوت ایسی بُری طرح سوار تھا۔ اور گاڑی چھوٹ جانے کا انہیں ایسا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ کہ بار بار کھڑکی سے دھڑ نکال نکال کر راہ گیروں سے پوچھتے جاتے تھے "کیوں بھائی صاحب گاڑی چھوٹ گئی کہ ابھی ملے گی؟" ۔

شدت اضطراب میں یہ سوال وہ صرف انہیں لوگوں سے نہیں کرتے تھے۔ جو اسٹیشن کی طرف سے آرہے تھے۔ بلکہ جو لوگ خود اسٹیشن کو جارہے تھے ان سے بھی گھبرا گھبرا کر پوچھتے تھے۔ "کیوں صاحب گاڑی ہے کہ چلی گئی" ✦

نسیم۔ (بڑے طیش میں) خدا کی پناہ! گھوڑے ہیں کہ مدقوق گدھے! ہڈیاں پسلیاں تو سب ان کی نکلی ہوئی ہیں۔ ایک ایک کرکے گن لیجئے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ عجائب خانے کے دو مردہ گدھوں کے ٹوٹے پھوٹے کرم خوردہ ڈھانچوں پر دو مردہ گھوڑوں کی سڑی ہوئی کھالیں منڈھ دی گئی ہیں۔ ہمیں تو یہی تعجب ہے کہ یہ چلنے کس قانون قدرت سے ہیں۔ خدا سمجھے یہاں کی میونسپلٹی سے۔ ہو نہ ہو۔ اس کے ممبروں اور ان اسپ نما گدھوں سے ضرور کوئی بھائی چارہ یا رشتہ داری ہے ورنہ یہ ناممکن تھا۔ کہ وہ ایسے فاقہ مست جانوروں کو کرایہ کی گاڑیوں میں چلانے کی اجازت دیدیتے۔ سچ کہتا ہوں اگر میری گاڑی چھوٹ گئی تو تمام میونسپلٹی کے ممبروں پر ہرجہ کا دعویٰ ٹھوک دوں گا۔ (باہر منہ نکال کر) ابے او گاڑی بان تیز چلا تیز چلا (پھر بیٹھ کر شمیم) سے ان میں سے بعض اصحاب ممبر ہونے کے قبل تو مسکینوں کی صورت بنائے دانت نکال نکال کر بھک منگوں کی طرح در در جا کر گڑگڑاتے ہیں۔ کہ خدا کے لئے ووٹ دیدو ۔ اپنے بچوں کا صدقہ ووٹ دے دو اللہ کی راہ ووٹ دے دو۔ گھرک لو گالی دے لو مگر ووٹ دیدو۔ بعض بعض تو ایسے غیرت مند ہوتے ہیں۔ کہ لوگوں کے پیروں پر ٹوپی رکھ دینے میں انہیں عار نہیں ہوتا۔ عجز و انکسار خاکساری اور اخلاق کی سچی تصویر دیکھنا چاہو تو الکشن کے پہلے کسی امیدوار کو دیکھو میونسپل ممبری ہی پر کیا موقوف ہے کہیں کی ممبری ہو۔ (سر نکال کر ایک راہ گیر سے) کیوں بھائی لکھنؤ کی گاڑی ملیگی کہ چھوٹ گئی۔ ؟

راہ گیر۔ صاحب ہم تو شہر جارہے ہیں ہم کیا جانیں ✦

نسیم (پھر بیٹھ کر) امیدوار کا عجیب حال ہوتا ہے۔ مجھ کو تو یہاں تک بدگمانی ہے کہ اگر الکشن کے قبل کوئی ووٹر کسی امیدوار کے دو ٹھوکریں بھی لگا دے تو وہ صبر ایوبی کے ساتھ چپکے سے ٹھوکریں کھالے گا چاہے ممبر ہو جانے کے بعد ازالۂ حیثیت عرفی کا دعویٰ کر دے ممبر ہونے کے قبل تو ان کی یہ حالت ہوتی ہے ممبر ہونے کے بعد نقشہ بالکل بدل جاتا ہے۔ تین برس وہ وہ حرکات بیہودہ ان سے سرزد ہوتی ہیں کہ باوجود حیا جی کے نئے تکلف بندر بھی شرما جائیں

اور تین برس کے بعد پھر بقول غالب ؎

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

بہروپیوں کی طرح پھر وہی بھک منگوں کا سوانگ بھر لیتے ہیں اور ہر ذلت اور خواری برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں

شمیم۔ میرے خیال میں تو جو عجز و انکسار خاکساری اور اخلاق امیدواروں کا قبل الکشن کے ہوتا ہے وہ بعد الکشن بھی اگر رہے تو دوسری مرتبہ ان کو کسی سے کہنے سُننے یا کسی کے گھر جانے کی ضرورت نہ پڑے بلکہ تمام ووٹر خود ان کے گھر پر آ کر انہیں ممبر ہونے پر مجبور کریں اگر میرا بس چلے تو میں یہ قانون پاس کر دوں کہ کوئی امیدوار یا اس کا کوئی کارندہ یا طرف دار کسی ووٹر کے گھر پر ووٹ مانگنے ہی نہ جائے اور اگر کوئی امیدوار اس قاعدہ کے خلاف ورزی کرے تو اُس کا الکشن ناقص اور ناجائز سمجھا جائے +

نسیم۔ اسے ا۔ گاڑی بان کے پیچھے۔ بتیز کیوں نہیں چلاتا۔ شمیم سے اگر اس کا تمہارے پاس کیا حل ہے۔ کہ ووٹرز امیدواروں کی خوبیوں اور برائیوں سے کیسے واقف ہوں +

شمیم۔ یہ کون مشکل بات ہے۔ اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ ہر شہر ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں ایک پبلک پلیٹ فارم ہو جہاں ہر امیدوار اسپیچ دے سکے اور اپنے حقوق کا اظہار کر سکے اور پبلک کو یہ بتا سکے کہ ممبر ہونے کے بعد اس کا طرز عمل اور ارادہ کیا ہوگا اس طرح پر پبلک کو ان امیدواروں کی خوبیوں اور ان کے حقوق جانچنے اور پرکھنے کو پورا موقع ملے گا۔ اور اس طرح واقعی لائق آدمی ممبر ہو سکیں گے +

نسیم۔ اور فرض کیجئے کہ کسی امیدوار میں بولنے کی قابلیت ہی نہ ہو تو وہ کیا کرے اپنا سر پیٹے +

شمیم۔ اوّل تو اگر وہ پبلک میں بول نہیں سکتا تو وہ نالائق ہے اور ممبر ہونے کا اہل نہیں اور اگر یہ بھی نہ ہو تو اس کی طرف سے وکالتاً اس کا کوئی طرف دار بول سکتا ہے +

نسیم۔ مگر ہندوستان کی پبلک ابھی اس قدر تعلیم یافتہ نہیں ہے کہ خود بخود لکچر سُنے جائے یا اچھے برُے کی تمیز کر سکے +

شمیم۔ یہ آپ کا خیال ہے۔ پبلک اگر جاہل ہے تو اسی طرح اسے تعلیم ہو گی۔ اور رفتہ رفتہ

بڑے بھلے کی ایسے ہی طرح تمیز بھی سمجھائیگی۔ رہا لکچر اور تقریریں سُننے جانا تو اوّل اس قسم کی تقریریں ہندوستان کی زندگی میں ایک نئی چیز ہونے کی وجہ سے دلچسپی سے خالی نہ ہوگی اور پھر آجکل لکچر سُننے کے لئے جمع ہونے کا عوام کو نہ صرف شوق ہی پیدا ہوگیا ہے بلکہ بعض مقامات پر یہ شوق بڑھ کر ایک ہولناک مرض ہوگیا ہے۔ لہٰذا اس کا تو کوئی اندیشہ نہیں کہ ایسی تقریروں کے سُننے کے لئے لوگوں کا اجتماع نہ ہوگا۔ یہ لو اسٹیشن آگیا!! قلی! قلی! قلی!

قلی! قلی! قلی! کی صدا پر پانچ چھ انسان نما جانوروں نے لبیک کہا اور گاڑی رکنے نہ پائی تھی کہ انھوں نے اس کا طواف شروع کر دیا ✤

ایک قلی۔ ہماری گاڑی ہے۔ ہم اسباب اُٹھائیں گے تو کون ہوتا ہے بے!

دوسرا قلی۔ ابے ہٹ (گالی دیکر) تیرے باپ نے بھی کبھی اسباب اُٹھایا تھا۔ کہ تو ہی آج آسمان سے ٹپک پڑا۔ ہٹ چل نہیں دوں گا۔ ایک لات کہ چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا ✤

تیسرا قلی۔ واہ بھئی واہ یہ اچھی رہی۔ حق ہمارا اور تم دونوں شیر آپس میں لڑ رہے ہو (دھکا دیکر) ہٹو دور ہو کنگلے سالے اکھو قلی کشنے بنایا (نسیم سے مخاطب ہوکر) ہاں حضور کہاں زانا ہوگا۔ اس بیچارے کی زبان ہی ایسی تھی ✤

نسیم۔ لکھنؤ کی گاڑی پر!

وہی تیسرا قلی۔ بہت اچھا حضور ✤

نسیم۔ گاڑی ہے کہ گئی ✤

وہی تیسرا قلی۔ زی حضور گاڑی ہے ابھی زانے میں بہت دیر ہے۔ حضور گھبرائیں نہیں ابھی دو۔ پلٹ میں پہنچا کر بٹھا دوں گا۔ تب انام لونگا حضور سے (یہ کہہ کر اسباب اپنے سر پر رکھنے لگا)

چوتھا قلی۔ (گالی دے کر) رکھ دے اسباب۔ بڑا انعام لینے والا بنا ہے۔ پہلے منھ تو بنا انام لینے کا۔ ڈیڑھ ہڈی کا آدمی سالا ایک ہاتھ ماروں گا۔ ہڈیاں پسلیاں سب برابر ہوجائنگی ابے ہٹ دے مجھے اسباب دیتا ہے کہ دباؤں گھینگا!! آنکھیں نکل پڑینگی سالے!! پھر نہ کہنا کہ کبھی اپنے باپ سے بھڑے تھے۔ (یہ کہکر زبردستی تیسرے قلی سے اسباب چھین چھین کر خود اپنے اوپر لادنے لگا) ✤

وہی تیسرا قلی۔ دیکھئے شاہب دیکھئے! دیکھتے ہیں حرمزدگی اِش بے ایمان! پوچھے شاہب شے پہلے ہم نے کہا ہے۔ دیکھئے حضور دیکھئے۔ پھر نہیں مانتا۔ شالا ✤

شمیم - یہ کیا واہیات ہے - اسباب کے اوپر بلوہ کر رہے ہو ...... - کانسٹبل!
کانسٹبل - اِدھر آؤ آکر ان کا قصہ طے کردو +

کانسٹبل - (پہنچکر) ای کا ٹیٹر پٹیر مچائے ہو - مار ب ایک ڈنڈ اکپار پہاٹ جیئے ہٹو چھوڑو تو اسباب +

قلیوں نے اسباب چھوڑ دیا اور الگ کھڑے ہو گئے +

کانسٹبل - (تیسرے قلی سے) ہم او ٹھا اسباب - لیجا - (اوروں کی طرف دیکھ کر) جانت ناہیں کہ ہم گورنمنٹ کے ملاجم ہیں ہم سے مُرہاپن کریو تو (آنکھیں دکھاکر) اچھا نہ ہوگا - (تیسرے قلی سے) اُٹھا بے اٹھا جلدی اُٹھا" یہ کہہ کر کانسٹبل صاحب کچھ دور ہٹ گئے - اور تیسرے قلی نے جو سب سے کمزور تھا اسباب اُٹھا لیا اور لے چلا +

چوتھا قلی -: (دانت پیسکر) اچھا لے جا سالے! ہم بھی ایک دن سمجھ لینگے ہم جانتے ہیں کہ تجھ سے اور اس سُسر کانسٹبل سے سازباز ہے - تیری اشارے بازی اور اس کا سر ہلانا بھی ہم نے دیکھا تھا - (دوسرے قلیوں سے) پہلے سالے نے کانسٹبل سُسر کو ایک انگلی دکھائی یعنی ایک آنہ دوں گا تو کانسٹبل نے سر ہلایا اور تیوڑی چڑھائی کہ نہیں ہم ایک آنہ نہ لیں گے - تب سالے نے دو انگلیاں دکھائی جب دو انگلیاں دکھائیں تو سُسر کانسٹبل بولے کہ لے اُٹھا اسباب لیجا - یہ گورنمنٹ کے ملاجم ہیں سُسر کہ نرے چوٹے بے ایمان - اچھا - س - س - سالے - نہ تیری ہم نے ایک دن خبر لی ہو تو اپنے آپ کو بڑی سخت گالی دی)

چوتھا قلی یوں ہی بڑ بڑاتا گھورتا چلا گیا +

اب نسیم اور شمیم کا حال سنیئے - شمیم کے خیال سے نسیم نے بھی انٹر کلاس کا ٹکٹ لیا تھا - ڈیوڑھے درجہ میں کہیں جگہ نہ تھی نسیم سخت پریشان - بدحواسی کے عالم میں پلیٹ فارم کے اس سرے سے اُس سرے تک فی گھنٹہ ۱۰ میل کے حساب سے چہل قدمی کر رہے تھے - اور باربار ہر ناکامیاب حملے کے بعد شمیم کے پاس دوڑ دوڑ کر آتے تھے +

نسیم - (گھبرا کر - اُکھڑی ہوئی سانس سے) شمیم شمیم - گاڑی میں کہیں جگہ نہیں ملتی - سب گاڑیوں میں مسافر ایسے تلے اوپر بھرے ہیں جیسے تھیلے میں بٹیر یا جال میں مچھلیاں!

شمیم - (مسکراکر) شکر ہے کہ اس بدحواسی میں آپ کو مذاق کا ہوش باقی ہے - ہاں واقعی ہر گاڑی ایسی مجمع خلاف قانون موجود ہے - درجے اس طرح بھرے ہیں - جیسے کسی بند

گاڑی میں عورتیں۔ بھئی واللہ عورتیں بھی خدا کی عجیب و غریب مخلوق ہوتی ہیں۔ ہم سب تو مٹی کے بنے ہیں۔ عورتیں ربڑ کی بنی ہوتی ہیں۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے میں نے ایک گاڑی سے سترہ عورتوں کو ایک وقت میں نکلتے ہوئے دیکھا ہے۔ جس میں چھ اس قدر موٹی تھیں کہ عقل ششدر تھی کہ وہ موجودہ سائنس کے کس نو ایجاد اصول یا تدبیر سے چلتی ہیں۔ علاوہ اِن کے سات ڈھائی ڈھائی من کی تھیں۔ اور بقیہ من من سوا سوا من کی۔ اور ان کے علاوہ بچوں کی تعداد بیشمار تھی۔ کم از کم حساب رکھنے سے فی عورت تین تین بچے پڑتے تھے۔ اور یہ سب بچے قربانی کے مینڈھوں کی طرح گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے تھے۔ اِس کے علاوہ اِسی گاڑی سے دو پنجرے نکلے ایک میں ایک پہاڑی مینا تھی۔ اور دوسرے میں دو بڈھے طوطے۔ اور ہر بچے کے ساتھ ایک ایک دو دو نہالچے بھی تھے۔ گھبرائیے گا۔ نہیں اِس عجیب و غریب گاڑی ہی سے آخر میں دو صراحیاں تین بستر اور ایک سنگر مشین بھی نکلی تھی ؎

نسیم۔ آپ عجیب بغلول ہیں۔ گاڑی میں کہیں جگہ نہیں ملتی۔ اسباب سب باہر پڑا ہے۔ اور آپ کے اطمینان کی حالت یہ ہے کہ دُنیا بھر کے من گھڑت قصے کھڑے ہوئے بیان کر رہے ہیں۔ عجیب چیز ہیں۔ واللہ آپ۔ آپ کو تو کسی عجائب گھر میں رکھنا چاہئے۔ لوگ دُور دُور سے دیکھنے آئینگے۔ بھئی کمال ہے اِس ستم ظریفی کو تو ذرا دیکھئے کہ گاڑی چھوٹنے والی ہے۔ اور آپ ایک پاگل فلسفی کی طرح کھڑے ہوئے نہایت اطمینان سے یہ ثابت کر رہے ہیں۔ کہ عورتیں مٹی کی نہیں بلکہ ربڑ کی بنی ہوتی ہیں ؎

شمیم۔ جی ہاں۔ اور ربڑ بھی کیسا انڈیا ربڑ۔ واضح رائے عالی رہے کہ میں بغیر مطلب کے کوئی بات نہیں کہتا۔ عورتوں کے اِس قصے سے میرا مطلب یہ تھا۔ کہ اگر عورتیں اِس قدر تعداد میں سائنس کے کسی اصول پر عمل پیرا ہو کر ایک نہایت محدود جگہ میں سما سکتی ہیں۔ تو تُف ہے ہم پر کہ ہم مرد ہو کر اور تعداد میں صرف دو عدد ہوتے ہوئے اتنی لمبی چوڑی گاڑی میں جو پلیٹ فارم کے اِس کونے سے اُس کونے تک چلی گئی ہے سما نہ سکیں ؎

نسیم۔ آپ تو ہیں اچھے خاصے واہی۔ پوچھو زمین کی تو کہتے ہیں۔ آسمان کی۔ اب جلدی کہیں جگہ نکالیئے نہیں تو گاڑی جاتی ہے آپ کا سارا فلسفہ دھرا رہ جائیگا ؎

شمیم۔ واہ واہ واہ تو یہ کون بڑی بات ہے۔ اب تک تم نے ہم سے کہا کیوں نہیں

ہم تو ابھی تک تھرڈ کلاس کے ٹکٹ پر بیٹھنے کی قابلیت اور گاڑی میں بیٹھنے کے حقوق ہی پر بحث کر رہے تھے۔ اب چلئے آپ کو ہم بتائے دیتے ہیں کہ علم عملیات میں بھی ہم کس قدر ماہر ہیں۔" یہ کہہ کر شمیم نے نہایت حاکمانہ لہجہ میں قلی سے کہا ؞

شمیم۔ ارے مرزا قلی بیگ۔ اِدھر آؤ۔ جہاں ہم جائیں ہمارے ساتھ رہنا ؞

نسیم۔ (ہنسکر) اگر یہ جہنم جائیں تو جہنم بھی چلے جانا ؞

شمیم بڑی مستعدی سے ڈیوڑھے کے درجوں کا معائنہ کرنے لگے۔ انجن کے پیچھے ایک درجہ ڈیوڑھے کا لگا ہؤا تھا۔ وہ بھی مسافروں سے بھرا تھا۔ شمیم کچھ پریشان ہوئے کہ واقعی جگہ ملنی دشوار ہے۔ اتنے میں ایک ٹکٹ کلکٹر سے آپ نے باتیں شروع کر دیں ؞

شمیم۔ جناب ٹکٹ کلکٹر صاحب قبلہ۔ ذرا سُننے گا۔ ہم لوگوں نے انٹر کلاس کا ٹکٹ لیا ہے۔ مگر کسی درجہ میں تل رکھنے تک جگہ نہیں۔ ہمیں کہیں جگہ دیجئے ؞

ٹکٹ کلکٹر صاحب قومی ارتقا کے دوسرے درجہ میں تھے یعنی ان کے باپ ایک نہایت سیاہ چمار تھے۔ اور ان کی ماں خود حلال خور تھیں۔ اور رب پر حلال تھیں ؞

ٹکٹ کلکٹر صاحب۔ ول ہم نہیں جانتا۔ تم خود کہیں جگہ نکالو ؞

شمیم۔ ول اگر تم نہیں جانتا تو کون سسرا جانتا ہے۔ تم ریلوے کا نوکر ہے۔ ہم تم سے جگہ لیگا ؞

ٹکٹ کلکٹر۔ ول ہماری سمجھ میں کچھ بات نہیں آتا۔ تم کس مانک بات کرتا ہے ؞

شمیم۔ تم کالا آدمی ہے ہم تمہارے مانک بات کرتا ؞

ٹکٹ کلکٹر۔ (خفا ہوکر) ہم کالا آدمی نہیں ہے ؞

شمیم۔ تم صرف کالا آدمی ہی نہیں بلکہ جھوٹا آدمی بھی ہے۔ تم [illegible] تمہارا سرنا سے بھی زیادہ کالا ہے۔ بلکہ وہ تم سے اچھا ہے۔ [illegible] تم تک ہے اور تم میں تو تمک بھی نہیں تم مرچ ہی مرچ ہے اور وہ بھی سیاہ مرچ اور رتم سرنا صرف ہمارا نوکر ہے۔ اور تم ہمارے نوکر کا نوکر ہے۔ اس لئے تم رتم سرنا سے ہر بات میں کم ہے اور رتم سرنا کا [illegible] ثابت ہوگیا۔ کہ تم بھی ضرور کالا آدمی ہے ؞

ٹکٹ کلکٹر۔ تم ہمارا انسلٹ کرتا ہے۔ ہم تمہارا نوکر کا نوکر کیسے ہے؟

شمیم۔ ریلوے کمپنی ہمارا نوکر ہے۔ جیسے اکّے والا گاڑی والا ٹھیلہ والا ہمارا نوکر

ہوتا ہے ہم اُس کو پیسہ دیتا ہے وہ ہمارا کام کرتا ہے ویسا ہی ریلوے کمپنی ہمارا نوکر ہے ہم اُسے پیسہ دیتا ہے وہ ہمارا کام کرتا ہے اور تم ریلوے کمپنی کا نوکر ہے۔ اِس لئے تم ہمارے نوکر کا نوکر ہے اور ہم کو تمہیں جگہ دینا ہوگا +

ٹکٹ کلکٹر۔ کیوں؟

شمیم۔ اِس لئے کہ تم نے ہم سے دام لیا ہے اور یہ معاہدہ کیا ہے کہ ہم اِس گاڑی میں جگہ دے گا +

ٹکٹ کلکٹر۔ تم دوسری گاڑی سے جا سکتا ہے +

شمیم۔ ہم دوسری گاڑی سے نہیں جائے گا۔ ہم اِسی گاڑی سے جائے گا۔ اگر اِس میں جگہ نہیں تھا۔ تو تمہاری کمپنی نے ہم کو ٹکٹ کیوں دیا۔ جب جگہ سب بھر گیا تھا تو ٹکٹ دینا بند کر دیا ہوتا۔ اگر ٹکٹ دینا بند نہیں کیا تو ہمیں جگہ دینا ہوگا یہی قانون ہے۔ ابھی ہم کل پڑھ کے آیا ہے +

ٹکٹ کلکٹر۔ تم بڑا قانونی آدمی ہے۔ ہم کو معاف کرو جس طرح تمہیں ملے لے لو +

شمیم۔ جس طرح ملے؟

ٹکٹ کلکٹر۔ ہاں جس طرح ملے +

شمیم۔ اچھا منظور۔ جاؤ تمہیں معاف کیا۔ پھر ایسی حرکت نہ کرنا +

نسیم یہ سب کارروائی نہایت گھبراہٹ سے دیکھ رہا تھا اور حیران تھا کہ یا اللہ اِس سب کا نتیجہ کیا ہوگا +

شمیم سوٹ پہنے چھڑی ہلاتے ہوئے انجن کے پیچھے کے درجے کی طرف بڑھے +

شمیم۔ ارے یار قلی۔ دیکھو جو ہم بات کہیں تم بھی ہاں میں ہاں ملاتے جانا انعام ملے گا + ...

قلی بہت اچھا حضور خدا حضور کو سلامت رکھے +

شمیم۔ (درجے کے قریب پہنچکر مسافروں سے) آپ لوگ کہاں جائیں گے"؟ کسی نے کہا کلکتے کسی نے کیا +

شمیم۔ (بہت سنجیدگی سے) تو پھر آپ میں سے کوئی بھی اپنے گھر نہ پہنچے گا +

بہت سی آوازیں۔ کیوں صاحب کیوں۔ کیوں نہ پہونچیں گے۔ آخر وجہ؟ +

شمیم۔ وجہ یہ کہ آپ لوگ سب سیدھے سادھے آدمی ہیں۔ انگریزی سے واقف نہیں (بھیڑیا دھسان خلقت کے آپ ممبر ہیں۔ جہاں ایک بیٹھا وہاں سب لوگ بغیر سمجھے بوجھے بیٹھ گئے۔ اور کسی جاننے والے سے یہ نہ دریافت کیا یہ درجہ اس گاڑی میں لگا رہے گا۔ یا کٹ جائے گا ✤

بہت سی آوازیں۔ (ذرا گھبرائی ہوئی) کیوں صاحب تو کیا یہ درجہ کٹ جائیگا؟ ✤

شمیم۔ (طنزاً) تو کیا آپکے حکم سے لگا رہے گا۔ (قلی سے) ارے میاں تم تو ریلوے کے نوکر ہوکر ہر بات سے واقف ہو کیا میں کچھ غلط کہتا ہوں ✤

قلی۔ ژی نہیں حضور آپ بالکل شچ کہتے ہیں۔ یہ درجہ کٹ زائیگا۔ اور ضرور کٹ زائیگا ابھی ہم شے ایک ریلوے کا شاہب کہہ رہا تھا ✤

مسافر۔ تو صاحب یہ تو بڑی مشکل ہوئی آپ ہی بتائیے۔ اب کیا کریں ✤

شمیم۔ میں خود پریشان ہوں کیا بتاؤں (گھڑی نکال کر) اور اب گاڑی چھوٹنے میں بھی صرف پانچ یا سات منٹ باقی رہ گئے ہیں ✤

مسافر۔ بڑی مشکل ہوئی ہم تو کہیں کے نہ رہے ✤

شمیم۔ جی ہاں کچھ پوچھئے نہیں۔ ریلوے ایسی بے ایمان ہوتی ہے کہ روپیہ تو لے لیتی ہے اور مسافروں کو یہ نہیں بتاتی کہ کس گاڑی میں بیٹھیں کس میں نہ بیٹھیں (کچھ سوچکر) ٹھہریئے میں آپکے لئے کچھ سامان کرتا ہوں ✤

یہ کہکر شمیم صاحب اِدھر اُدھر چلنے پھرنے اور درجوں کا معائنہ کرنے لگے۔ ایک گارڈ سے بھی کچھ دیر کیلئے یوں ہی باتیں کرلیں اور واپس آئے ✤

شمیم۔ آپ لوگوں کے لئے میں نے ایک تیسرے درجہ کی گاڑی تجویز کی ہے جو قریب قریب خالی ہے۔ گاڑی چھوٹنے ہی والی ہے۔ اس وقت تو تیسرے درجہ میں ہی جگہ مل جائے تو بہت غنیمت ہے۔ جائیے وہ جو بالکل آخر میں گاڑی لگی ہوئی ہے اس میں جاکر بیٹھ جائیے۔ اور کوئی کچھ کہے تو میرا نام لے لیجئے گا ✤

مسافر۔ (بیک آواز گھبراکر) جی ہاں صاحب کہیں مل جائے۔ جگہ سے مطلب۔ تیسرے درجے میں بھی بیٹھ کر پہنچ ہی جائیں گے ✤

شمیم۔ اچھا تو پھر جلدی نکلئے۔ اب پانچ ہی منٹ باقی ہیں ✤

... سنبھالتے ہوں۔ تم اس طرح بلبلا کر باہر نکلے جیسے آگ دکھانے
... شمیم نہایت ہمدردی اور اخلاق سے ان سب کا تیسرے
... ان غریبوں پر یہ ظاہر کرتے رہے کہ وہ ان پر
... نے یہ تجویز کی ✤

شمیم۔ (قلی سے) دیکھتے کیا ہو۔ رکھو اسباب بسم اللہ کرکے ✤

قلی نے اسباب رکھا ✤

شمیم۔ (نسیم سے) آیئے حضور بیٹھے گاڑی خالی ہے اب یہاں سے خوب کھچڑ سے
گدھے پچر جو چاہئے بچکر سویئے۔ کوئی پوچھنے والا نہیں ✤

نسیم۔ ہم تم کو بہت سیدھا سمجھتے تھے۔ مگر تم بڑے جیئے اور ذہین نکلے ✤

شمیم۔ دنیا کا یہ بہت پرانا قاعدہ چلا آیا ہے۔ ایک بڑی طاقت دوسری چھوٹی
طاقت کو مغلوب کر لیتی ہے اور اپنی فتح کا فائدہ اٹھاتی ہے۔ اب چاہے
یہ طاقت جسمانی ہو یا دماغی۔ شیرنی کے بہت سے بچے ہوتے ہیں۔ مگر قانون قدرت
یہ ہے کہ ایک بچہ جو سب سے زیادہ قوی ہوتا ہے اور دوسرے بچوں کو ہٹا ہٹا کر دھکیل
دھکیل کر سارا دودھ پی لیتا ہے۔ دوسرے بچے بھوک سے مرجاتے ہیں۔ اور یہ قوی
بچہ اکیلا شیر ہوتا ہے اور جنگل کا بادشاہ کہلاتا ہے۔ آج تک جس قوم نے دوسری قوم
کا ملک چھینا وہ حق کے اصول پر نہیں بلکہ اپنی جسمانی دماغی یا روحانی طاقت کی برتری
کی بنا پر۔ اور جنگ میں دشمن کو مغلوب کرکے اس پر فتح پانا اصل مقصد ہوتا ہے۔
اب یہ فتح چاہے محض قوت بازو سے حاصل کرو یا حکمت عملی سے ✤

میں نے بھی انہیں اصول پر کاربند ہو کر یہ کارروائی کی اور پھر ایک نقطہ نظر سے
اگر دیکھیے تو میں نے کوئی فریب یا چھل بھی نہیں کیا۔ کیونکہ میں ان بیوقوف مسافروں
سے صرف یہی کہتا رہا کہ یہ گاڑی کٹ جائیگی۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ یہ ابھی کٹ جائیگی۔
اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کہیں نہ کہیں کبھی نہ کبھی یہ گاڑی کٹ ضرور جائیگی ✤
تو میں نے کیا جھوٹ کہا؟ ✤

نسیم۔ ... منطقیوں اور فلسفیوں سے خدا بچائے صریح بے ایمانی کرتے ہو اور
پھر ثابت کرتے ہو کہ بہت اچھا کیا۔ مگر ہاں ایک نقطہ نظر سے ہم بھی اس کارروائی

کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں +

شمیم۔ وہ کیا +

نسیم۔ اوہ یہ کہ طالب علموں کی شریعت میں اس قسم کا مذاق جائز ہے اور ابھی تک ہم لوگ طالب علم ہیں کیونکہ ابھی ہمارے امتحان کا نتیجہ نہیں نکلا ہے +

شمیم۔ (ہنسکر) خیر تم یونہی سمجھ لو۔ یہ بھی ٹھیک ہے +

اتنے میں گاڑی نے آخری سیٹی دی اور روانہ ہو گئی +

باب دوم (۲)

پنہاں تھا دام سخت قریب آشیان کے
اُڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

نسیم۔ مگر ایک بات ہے۔ بٹھلانے کو تو تم نے اِن بیوقوف مسافروں کو جو کسی طرح جاہل گنواروں سے کم نہیں وہاں بٹھلا دیا ہے۔ لیکن اگر دوسرے اسٹیشن پر آکر وہ دیکھیں کہ اُن کی گاڑی میں آپ جلوہ فرما ہیں۔ تو آپ کو کیا کہیں گے +

شمیم۔ (ہنسکر) یہی تو کہتے ہیں کہ تم لوگ فطرت انسانی سے واقف نہیں۔ وہ لوگ ہرگز اِس گاڑی تک نہ آئیں گے اسی لئے میں نے ان کو بالکل اخیر کی گاڑی میں بٹھلایا ہے۔ تم گنواروں اور جاہلوں کی دماغی ساخت کو نہیں جانتے۔ جب کوئی جاہل یا گنوار ریل پر بیٹھتا ہے تو وہ پھر باہر بڑی مشکل سے نکلتا ہے۔ بلکہ نکلتا ہی نہیں۔ ایک تو اُس کو یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ اِس کی جگہ چھین لی جائیگی دوسرے یہ کہ کہیں وہ باہر نکلے اور گاڑی چلدے تو وہ سٹیشن ہی پر چھوٹ جائے تیسرے یہ کہ باہر نکلکر مٹر گشت لگانے اور زنانے درجوں میں تاکنے جھانکنے کے بلند فلسفے سے وہ آگاہ نہیں ہوتا۔ وہ بھی کیا نسیم ہے جو اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے عورتوں کو گھور گھور کر بسمل کرنا شروع کردے۔ واللہ کیا ذات ہوتی ہے۔ اِن بگڑے نوجوانوں کی جن کا پیشہ اسٹیشنوں پر معصوم عورتوں کو اپنی برق نگاہ اور حسن جہانسوز سے جلانا ہوتا ہے۔ ایک پیسے کا پان کھا کر منہ لال کرکے یہ نوجوان دُنیا کی عورتوں کے خرمن ہوش وحواس پر بجلیاں گرانے چلتا ہے۔ چاہے صورت کیسی ہی ہو مگر کثرت انکسار سے

اپنے آپ کو حضرت یوسف سے کچھ ہی کم سمجھتا ہے۔ اور یہ بھول جاتا ہے کہ اس کی بھی جوان کنواری بہنیں ہیں۔ اگر وہ ریل پر سفر کر رہی ہوں اور اور لوگ انہیں گھوریں یا ان سے اشارہ بازی کریں۔ تو خود اسے کیا معلوم ہو۔ پاگل کتے کی طرح دانت نکال کر کاٹنے کو دوڑے بلکہ خون پینے کو طیار ہو جائے ×

نسیم - بھائی ہماری شریعت میں تو جوانی میں یہ سب معاف ہے۔ خود امیر مینائی کہہ گئے ہیں........

کیا بڑی شے ہے جوانی رات دن کی تاک جھانک

ڈر بتوں کا اک طرف خوف خدا جاتا رہا

شمیم - ہاں ہاں تو ٹھیک ہے میرا فتویٰ بھی جواز ہی کا ہے۔ مگر مشروط۔ اور شرط یہ ہے کہ جو شخص اپنی جوان (یا بڈھی ہی سہی) بہن یا بیوی یا بیٹی سے ریل پر وہ منہ کی تاک جھانک جائز رکھے وہ دوسروں کی بہو بیٹیوں کو بھی اگر تاک جھانک لے۔ تو بہت زیادہ حرج نہیں ×

نسیم - (ہنسکر) یہ بڑی سخت شرط ہے۔ مگر لوگ اپنی طبیعت سے مجبور ہوتے ہیں

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد

پر طبیعت ادھر نہیں آتی

جوانی کی نئی نئی امنگوں کو کیسے کوئی دبادے بہار زندگی میں خزاں کا جامہ کوئی پہن لے۔ کسی نے خوب کہا ہے ×

تمناؤں کی اے پیر فلک کچھ تو نکلنے دے

ارے ظالم نہ آئینگے یہاں ہم پھر جوان ہو کر

شمیم - (مسکراکر) تمہارے کون منہ لگے۔ تم پر تو آجکل حسن و عشق کا جن سوار ہے۔ تمہاری روحانیت تمام سلب ہو گئی ہے تمہاری عقل پرستی کے پردے پڑ گئے ہیں ×

نسیم - (ایک آہ بھر کر) ابھی صاحب زادے تم نے طور محبت کی سیر نہیں کی ہے کبھی کے حسن کی تجلی ہوش ربا تم پر نہیں پڑی ہے۔ اس پرلطف کوچہ میں تم نے قدم نہیں رکھا ہے۔ تم کیا جانو ؎

لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

شمیم - اِس جنون کا علاج صرف پاگل خانے میں ہو سکتا ہے۔ یا تلخ تجربوں کے تریاق سے"۔ اِن دونوں میں اِسی طرح باتیں ہوتی رہیں۔ یہاں تک چند گھنٹوں کے بعد گاڑی چندوسی جنگشن پر آکر ٹھیری۔ نو بجے رات کا عمل تھا یہاں گاڑی بدلنا تھی دوسری گاڑی قریب دس کے آتی تھی۔ نسیم اور شمیم یہاں اُترے۔ نسیم کچھ دیر کے بعد اسباب وغیرہ شمیم کے سپرد کر کے اپنی پرانی پرانی عادت کے موافق اِدھر اُدھر ٹہلنے چلے گئے۔

مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہیں

ایک چکر ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں

اسٹیشن قریب قریب سنسان تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ مگر ہوا خنک اور خوشگوار تھی اسٹیشن کے دکھن جانب ایک لیمپ تھا۔ جس کی بتی بہت کم کر دی گئی تھی۔ کچھ دور تک اُس کی روشنی جاتی تھی۔ وہ بھی دھندلی دھندلی۔ اِس کے آگے اندھیرا تھا۔ تارے آسمان پر کھلے تھے۔ نسیم اپنی طرف کسی خیال میں غرق ٹہل رہے تھے نسیم کی طبیعت ناظرین اِس وقت تک کچھ نہ کچھ واقف ضرور ہو گئے ہوں گے۔ صرف تھوڑے سے اور تعارف کی ضرورت ہے۔ رنگ آپ کا گورا گورا تھا۔ ہاں آنکھیں معمول سے زیادہ چھوٹی تھیں۔ مگر ایسی بھی نہیں کہ چہرہ کو بدنما کر دیں طبیعت میں گرمی اور تیزی تھی۔ دل میں نہایت درجہ خلوص تھا ہر شئے سے خاصکر حُسن سے خواہ کسی چیز میں ہو بہت جلد متاثر ہو جاتے تھے مگر مزاج میں استقلال قریب قریب معدوم تھا۔ ابھی تک یہ اِسی طرح ٹہل رہے ہیں۔ دل میں یہ خیالات موجزن ہیں "جس زندگی میں محبت کی چاشنی نہ ہو وہ کیسی بدمزہ زندگی ہے۔ بغیر عشق کے زندگی موت سے زیادہ وحشتناک اور بدتر ہے۔ غالب نے خوب کہا ہے

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزہ پایا

درد کی دوا پائی درد لا دوا پایا

"مگر افسوس میں اِس زمین پر رہتا ہوں۔ جس کے آسمان پر کوئی ماہ شب چاردہ نہیں میں گلستان جہاں میں مثل اِس پھول کے ہوں جو صبح ہی سے اپنی بے ثباتی پر آنسو بشکل شبنم بہاتا ہے جو آفتاب کی گرمی سے کملا کر شام کو پیوند خاک ہو جاتا ہے اور کسی کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی۔ کہ اِس چمن میں کب کوئی پھول کھلا تھا۔ اور کب مرجھا گیا۔ میری زندگی تالاب کے اِس ساکت اور ساکن پانی کی طرح ہے جس کی پیشانی پر کبھی شکن نہیں آتی جس کی سطح پر کبھی

جنبش نہیں ہوتی جب یہ حوادث زمانہ سے کبھی لہریں نہیں پیدا ہو سکتیں ۔

آہ ....
دن کو ضیاء آفتاب اور رات کو اختر ملے
گلشن کو پھول اور پھول کو خوشبو رنگ ملے
دریا کو موتی کوہ کو گنجینہ ہائے زر ملے
اور ہم کو دست فیض سے پھوٹی ہوئی قسمت ملے

"یا اللہ کبھی وہ بھی کوئی دن ہوگا کہ میری تاریک زندگی میں کوئی برق تجلی جلوہ فگن ہوگی۔ کیا میرا بھی اُن خوش قسمت انسانوں میں کبھی شمار ہوگا جن کی زندگی کا ہر لمحہ پر لطف ہوتا ہے جو گذشتہ دن کی حلاوت یاد کرتے ہیں۔ اور آئندہ دن کی دلچسپیوں کا نہایت بیقراری سے انتظار کرتے ہیں" ۔

نسیم ابھی اُدھیڑ بن میں تھے۔ کہ یکایک کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ یہ فوراً رک گئے۔ اور غور کرنا شروع کیا کہ یہ آواز کہاں سے آئی۔ یہ گوش بر آواز ہی تھے کہ ایک مرتبہ کسی کے کراہنے کی آواز پھر آئی۔ اور اس کے بعد معلوم ہوا کہ کوئی رو بھی رہا ہے وہاں اندھیرا تھا۔ یہ اس طرف بڑھے جدھر سے آواز آئی تھی۔ چند ہی قدم گئے ہوں گے کہ انہیں تاریکی میں کچھ ایسا دکھائی دیا کہ کوئی پلیٹ فارم پر لیٹا ہوا کراہ رہا ہے۔ اور اس کے سرہانے کوئی بیٹھا ہوا آہستہ آہستہ رو رہا ہے اور قریب ہی کچھ اسباب بھی معلوم ہوتا ہے ۔

نسیم۔ (آگے بڑھ کر ہمدردانہ لہجہ میں) یہ کس کی طبیعت خراب ہے اور آپ لوگ کہاں جانے والے ہیں۔ کسی نے کچھ جواب نہ دیا نسیم اور قریب آیا تو دیکھا کہ جو پلیٹ فارم پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ ایک شریف صورت نوجوان ہے جس کی عمر بیس یا بائیس برس سے زائد نہ تھی۔ اس کے سرہانے جو رو رہا تھا وہ ایک لڑکی تھی جس نے نسیم کے قریب آنے پر اپنا منہ برقع میں چھپا لیا اور نسیم کی طرف اور پیٹھ موڑ کر بیٹھ گئی ۔

نسیم۔ (بہت نرم آواز سے) آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جائیں گے مجھ کو بتا دیجئے۔ شاید میں آپ کی کچھ مدد کر سکوں۔" پھر کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ بظاہر وہ نوجوان جو لیٹا ہوا کراہ رہا تھا۔ ہوش میں نہ تھا جو جواب دیتا۔ اور لڑکی سہم کر چپ ہو گئی اور ڈر سے رونا بھی بند کر دیا ۔

نسیم۔ (نہایت لجاجت سے لڑکی سے مخاطب ہوکر) خدا کے لئے کچھ تو بتایئے ڈریئے نہیں میں بھی شریف ہوں۔ آپ لوگوں کی تکلیف مجھ سے دیکھی نہیں جاتی میں مثل آپ کے بھائی کے آپ کی ہر طرح سے مدد کرنے کو تیار ہوں۔ آپ مصیبت میں گرفتار معلوم ہوتی ہیں۔ میرا اخلاقی فرض ہے کہ جو خدمت آپ کی ہو سکے میں کروں۔ بخدا مجھ کو سچی ہمدردی مجبور کر رہی ہے کہ میں آپ کو جواب دینے کی تکلیف دوں مجھ کو مثل اپنے حقیقی بھائی کے سمجھیے اور مجھ سے کوئی اندیشہ نہ کیجیئے"۔ اس پر بھی کچھ جواب نہ ملا۔ مگر لڑکی پھر رونے لگی +

نسیم۔ آپ کے رونے سے مجھے اور تکلیف ہوتی ہے خدا کے لئے چپ رہئے۔ اور مجھ سے اپنا حال کہئے۔ آپ کسی شریف خاندان کی خاتون معلوم ہوتی ہیں۔ آپ مصیبت میں ہیں۔ کیا آپ مجھے کسی قسم کی مدد دینے کا موقع نہ دیجیئےگا؟" اسپر وہ لڑکی اور زیادہ رونے لگی۔ بیچارے نسیم سخت پریشان تھے۔ کیا اللہ میں کیا کروں نوجوان بے ہوشی کے عالم میں تھا۔ اور لڑکی روتی جاتی تھی۔ اور کچھ جواب نہ دیتی تھی۔ نسیم کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ اس لڑکی سے میں کس طرح حال دریافت کروں۔ بالآخر وہ اس سے یوں مخاطب ہوئے +

نسیم۔ آپ کہاں جایئے گا؟ +

کوئی جواب نہیں +

نسیم۔ کیا بریلی جایئے گا؟ +

کوئی جواب نہیں +

نسیم۔ کیا لکھنؤ جایئے گا؟ +

کچھ دیر کے بعد ایک بہت دھیمی آواز آئی جس کو نسیم "جی" سمجھے +

نسیم۔ (خوش ہوکر) لکھنؤ تو میں بھی جا رہا ہوں۔ یہ بہت اچھا ہوا لکھنؤ میں آپ کس محلہ میں رہتی ہیں؟ +

پھر کوئی جواب نہیں +

نسیم۔ یہ آپ کے کون ہیں +

لڑکی۔ (آہستہ سے) بھائی +

نسیم۔ کیا فرمایا آپنے۔ میں نے نہیں سنا۔ یہ آپ کے کون ہیں +

لڑکی۔ (کچھ صاف) بھائی +

نسیم۔ "یہ آپ کے بھائی ہیں۔ اِن کی طبیعت کیسے خراب ہوگئی۔ انہیں کیا شکایت ہے"

لڑکی (پھر اُن کے جواب میں ہچکچائی)۔

نسیم۔ "ٹھہریئے میں خود دیکھے لیتا ہوں" یہ کہہ کر نسیم نے جھک کر اس نوجوان کا ہاتھ اور جسم چھُوا۔

نسیم۔ اوفوہ بہت تیز بخار ہے کیسا پنڈا جل رہا ہے۔ اور سانس میں گھرگھراہٹ بھی ہے معلوم ہوتا ہے کہ بلغم جمع ہے کیا اِن کو زکام اور کھانسی بھی تھی۔

لڑکی۔ (دھیمی آواز میں) جی ہاں۔

نسیم۔ آپ کہاں سے سوار ہوئی ہیں۔

لڑکی۔ مراد آباد سے!۔

نسیم۔ تو کیا اِن کو وہیں سے بخار تھا۔ کہ راستہ میں آگیا۔

لڑکی۔ راستہ میں۔

نسیم۔ آپ کے ساتھ اور کوئی نہیں ہے!۔

لڑکی۔ جی نہیں۔

نسیم۔ تو اِن کو راستے ہی میں دفعتاً بخار آگیا!۔

لڑکی۔ جی۔

نسیم۔ اور کچھ دیر میں بخار بہت تیز ہوگیا۔

لڑکی۔ جی۔

نسیم۔ اور کیا شکایت ہے۔

لڑکی۔ دردِ سر بہت ہے۔

نسیم۔ تو آپ یہاں پہنچکر اُتر گئیں۔

لڑکی۔ جی نہیں بھائی جان خود اُتر گئے اُس وقت اُن کو ہوش تھا۔

نسیم۔ سیدھے چلے کیوں نہیں گئے۔

لڑکی۔ کہنے لگے کہ ہماری طبیعت بہت خراب ہو رہی ہے۔ ہم یہیں اُتر جائیں۔ یہاں شاید کوئی ڈاکٹر مل جائے۔

نسیم۔ پھر کوئی ڈاکٹر ملا؟

لڑکی۔ جی نہیں اُترنے کے تھوڑی دیر کے بعد ہی اُنہوں نے کہا مجھے پکڑ لو مجھے پکڑ لو۔ مجھے چکر آتا ہے۔

قلی نے جلدی سے بستر بچھا دیا کہ اس پر لیٹ جائیں پھر انہیں قے ہوئی جس کی وجہ سے اور کمزور ہو گئے پھر وہ لیٹ گئے۔ اور تھوڑی دیر میں بخار بہت بڑھ گیا۔ اس وقت سے ان کو ہوش نہیں ہے (یہ سب اس نے رُک رُک کر دھیمی آواز میں کہا) +

نسیم۔ اس کو کتنا عرصہ ہوا؟ +

لڑکی۔ تقریب ڈیڑھ یا دو گھنٹہ ہوا ہو گا یا شاید کم +

نسیم۔ پھر ڈاکٹر کو نہیں بلایا؟ +

لڑکی۔ (رُک رُک کر) میں کس سے بلواتی؟ رنج اور پریشانی سے میرے حواس بجا نہیں۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ کہاں جاؤں کس سے کہوں؟ نہیں معلوم میرے بھائی جان کو کیا ہو گیا؟" یہ کہہ کر پھر رونے لگی +

نسیم۔ (ہمدردانہ لہجہ میں) آپ روتی کیوں ہیں۔ خدا کے لئے روئیے نہیں۔ کوئی ایسی گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ فصلی بخار ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد اچھا ہو جائیگا۔ مجھکو یہ بتا دیجئے کہ آپ لکھنؤ میں کس کے یہاں جا رہی ہیں؟ آپکے وہاں کوئی رشتہ دار ہیں +

لڑکی۔ (آنسو پوچھ کر) میرے والد وہیں رہتے ہیں +

نسیم۔ ان کا نام کیا ہے؟ شاید میں جانتا ہوں +

لڑکی۔ نواب ذوالفقار علیخاں +

نسیم۔ ارے ان کو تو میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ میرے والد کے بہت بڑے دوست ہیں میرے والد اعتماد علیخان تعلقدار کا نام شاید آپنے بھی سنا ہو گا۔ میں بھی لکھنؤ جا رہا ہوں۔ لکھنؤ کی گاڑی بھی ابھی گھنٹے آدھ گھنٹے میں آتی ہو گی۔ آپ بھی اسی گاڑی سے چلئے میں آپ کو آپکے گھر تک پہنچا دوں گا۔ بشرطیکہ آپ کی اجازت ہو۔ میں آپکے والد صاحب قبلہ کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں اور مجھ سے ایسی حالت میں آپ کی اور آپکے بھائی جان کی جو خدمت ہو سکے گی میں اس کو اپنا فخر سمجھوں گا اور مجھے اس کے انجام دینے میں نہایت درجہ خوشی ہو گی۔ آپ مجھ کو اپنا سگا بھائی سمجھئے اور میں آپ کو اپنی سگی بہن سمجھونگا۔ آپ کو راستے میں انشاء اللہ کوئی تکلیف نہ ہو گی میرے ساتھ میرے ایک دوست ہیں وہ بھی لکھنؤ جا رہے ہیں ان کی وجہ سے اور آسانی ہو گی۔ یہاں رات کو ایک غیر شہر میں پڑے رہنے سے یہ بدرجہا بہتر ہو گا کہ آپ لکھنؤ چلی چلئے اور اگر آپ کی رائے ہو تو میں آپکے والد کو آپکے بھائی جان کی بیماری اور آپکے آنے کی اطلاع بذریعہ تار کر دوں۔ تا کہ وہ لکھنؤ اسٹیشن پر آ کر آپ کو

لیجائیں۔ یہاں پر ڈاکٹر حکیم کا ملنا بھی مشکل ہے۔ اور یلیں بھی تو نہ معلوم کیسے ہوں۔ لہذا میری رائے ہے کہ آپ لکھنؤ نہیں چلی چلئے۔ تو اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپکے والد کو تار دے دوں؟ ؛

لڑکی۔ (کچھ سوچکر) اچھا خیر تار دیدیجئے۔ مگر بھائی جان کو کچھ ہوش نہیں یہ کیسے جائیں گے ؛

نسیم۔ اس کی آپ فکر نہ کیجئے۔ ہم سکنڈ کلاس کا ٹکٹ لے لیں گے اور میں اور میرے دوست ملکر آپ کے بھائی جان کو بہت آسانی سے لیجائیں گے۔ زیادہ زحمت نہ ہوگی ؛

لڑکی۔ اچھا خیر۔ جو مناسب سمجھئے۔ میری عقل تو کچھ کام نہیں کرتی۔ اور یہ لیجئے۔ اس بیگ میں بھائی جان کا اور میرا ٹکٹ ہوگا۔ وہ نکال لیجئے۔ اور اس میں کچھ روپے بھی ہیں۔ اسی سے تار بھی دیدیجئے گا۔" یہ کہکر لڑکی نے چمڑے کا ایک چھوٹا بیگ نسیم کے سامنے زمین پر رکھدیا ؛

نسیم۔ (بیگ اُٹھاکر) بہت اچھا۔ میں جاکر ابھی تار دیئے دیتا ہوں۔ آپ گھبرایئے گا نہیں۔ میں ابھی ابھی تھوڑی دیر میں واپس آتا ہوں۔" یہ کہکر نسیم پلیٹ فارم کے جنوبی حصہ سے اسٹیشن کی طرف چلے جہاں تار کا دفتر تھا۔ اس وقت نسیم کی عجیب حالت تھی اس کو معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ ایک خواب دیکھ رہا ہے اور اس کے دل میں ایک عجیب قسم کی دھڑکن تھی۔ جو اب تک کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اور ایک معمولی خوشی تھی۔ جو مثل بجلی کی لہروں کے اُس کی رگوں میں دوڑ رہی تھی۔ وہ لمبے لمبے قدم اُٹھاتا ہوا پہلے شمیم کی طرف بڑھا۔ شمیم بیچارے اپنی ڈیوٹی پر نہایت مستعدی اور وفاداری سے جمے ہوئے بیٹھے تھے۔ بکس پر بستر رکھ کر انہوں نے اپنے خیال میں اپنے لئے ایک تخت طاؤسی بنالیا تھا۔ اور اس پر وہ نہایت بانکپن سے متمکن تھے اور بیٹھے بیٹھے آسمان کی اِن دیویوں سے نظر بازی کر رہے تھے۔ جو پُرانی روایتوں کے بموجب ستارے بنا دی گئے ہیں ؛

نسیم۔ (سانس پھولتی ہوئی اور پریشان) شمیم! شمیم۔ اے شمیم! میں تم کہاں ہو ذرا سُنو تو سہی ؛

شمیم۔ (نہایت اطمینان سے) شکر ہے آپ کا دیدار نصیب تو ہوا۔ آپ واپس تو آگئے۔ مجھ کو تو یہ دھڑکا لگا تھا۔ کہ کہیں پریوں کا تخت نہ اُترا ہو اور آپ ایسے حسن کے پتلے کو پریاں اُڑا نہ لے گئی ہوں ؛

نسیم۔ (جھنجھلائے ہوئے لہجے میں) تم اپنا بے تکاپن نہ چھوڑو گے وہی بے پر کی اُڑائے جاؤ گے برائے خدا کچھ دیر کے لئے تو کبھی سنجیدہ ہو جایا کرو ؛

شمیم۔ سنجیدگی ایک مرض ہے اور خدا کا شکر ہے کہ میں مریض نہیں ؛

نسیم۔ لاحول ولاقوۃ۔ کس دیوانے سے پالا پڑا ہے +

شمیم۔ دُنیا میں جو دیوانے کہلاتے ہیں۔ وہی ہشیار ہوتے ہیں۔ اور جو ہشیار کہلاتے ہیں۔ وہی اصلی دیوانے ہیں۔ چنانچہ ارسطو نے کہا ہے +

نسیم۔ تمہارے ارسطو کی ایسی کی تیسی۔ بات بھی سنو گے کہ ریگستانی اونٹوں کی طرح بلبلاتے ہی جاؤ گے +

شمیم۔ ریگستانی اُونٹ کی بھی خاصی رہی! ریگستان کی تخصیص کیوں؟ ریگستان میں اُونٹ نہیں ہوتے تو کیا دریا کے غاروں یا پہاڑوں کی کھوہوں میں اُونٹ رہتے ہیں +

نسیم۔ (چلاکر) تم تو ہو پاگل +

شمیم۔ واہ واہ واہ واہ واہ واہ۔ سُبحان اللہ۔ بھئی واللہ کیا قدر دانی کی ہے۔ مجھ کو اسباب پر اِس طرح بٹھا گئے جس طرح مرغی کو انڈوں پر بٹھا دیتے ہیں۔ اور ہم ایسے بھولے کہ ہم جمے بیٹھے رہے اور آپ اِس درمیان میں نواب بے ملک اسٹیشن کی لمبائی چوڑائی ناپتے رہے اور اِس پر بھی اُلٹے ہم ہی پاگل بنائے جاتے ہیں۔ واہ جناب واہ۔ واہ جناب ع

اُلٹی شکایتیں ہوئیں احسان تو گیا

یہ لیجئے سنبھالئے اپنا بوریہ بستر بندہ رخصت ہوتا ہے۔ ہم بھی انسان ہیں ہم بھی جوان ہیں۔ ہمارے بھی پہلو میں دل ہے ہمارے بھی دل میں جوانی کی اُمنگیں اُٹھتی ہیں۔ کچھ ایک آپ ہی شیخ مجنوں کے جانشین نہیں ہیں۔ رہا یہ کہ آپ کا رنگ گورا ہے تو اِس سے کیا ہوتا ہے ہمارے گھوڑے کا بھی رنگ گورا ہے۔ اور ہمارا مرغے کا بھی رنگ گورا ہے۔ آپ بھولے کس بات پر ہیں۔ ایاز قدر خود بشناس۔ اور

نسیم۔ خدا کے لئے خدا کے رسُول کے لئے تمہارے ہاتھ جوڑتے ہیں۔ ذرا چپ ہو جاؤ مجھ کو تم سے ایک نہایت ضروری بات کہنا ہے +

شمیم۔ اچھا کہو۔ مجھ کو تو تم بولنے ہی نہیں دیتے +

بات پر واں زبان کٹتی ہے
وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

نسیم۔ ابھی میں اسٹیشن کے (ہاتھ سے اشارہ کرکے) اِس طرف جا رہا تھا +

شمیم۔ یہ تو ہم بھی جانتے ہیں۔ اور جانیکو تو سب ہی جایا کرتے ہیں۔ اچھا تو پھر کیا ہوا۔ تمہیں کوئی پری ملی؟

نسیم۔ (شرماکر) ہاں پری ملی ۔

شمیم۔ سچ کہنا تم نے اس کے پیر بھی دیکھے تھے۔ الٹے ہوں گے۔ خاص چڑیل کی نشانی ہے جیس بدلے ہوگی ۔

نسیم۔ (خفا ہوکر) تم خود چڑیل ؟ ۔

شمیم۔ (نہایت سنجیدگی سے) چڑیل ہمیشہ عورت ہوتی ہے مرد نہیں ہوتے۔ اور ہم مرد ہیں۔ اس لئے ہم چڑیل نہیں ہو سکتے۔ مگر ہاں تم چڑیل کے عاشق ہو سکتے ہو! ۔

نسیم۔ قسم خدا کی یہیں ایک لڑکی ملی جو رو رہی تھی۔ اس کا بھائی بہت بیمار ہے اور وہ ایک شریف گھرانے کی لڑکی ہے لکھنؤ کے نواب ذوالفقار علیخان کو تو تم جانتے ہی ہو گے انہیں کی لڑکی ہے! ۔

شمیم۔ (آنکھ نکال کر)۔ ان کی لڑکی؟ وہ یہاں کہاں ؟ ۔

نسیم نے اِس شمیم سے کل سرگذشت سنائی۔ تب تو شمیم کے کان کھڑے ہوئے ۔

شمیم۔ (کچھ سوچ کر) ہونہ ہو اس لڑکے کو انفلوئنزا ہے اچھا تو چلو میں بھی چلتا ہوں تم پہلے تار دیدو۔ پتہ تو تم جانتے ہوگے۔ تم چلو میں ابھی آیا ذرا اسباب کا انتظام کرلوں"۔ نسیم تار کے دفتر کی طرف بڑھے ۔

شمیم۔ ارے او قلی۔ یہاں آ۔ تیرا کیا نمبر ہے۔ ۲۴۔ اچھا تو اسباب کے پاس کھڑا ہو۔ ہم ابھی آتے ہیں۔ جب تک ہم نہ آئیں ہٹنا نہیں۔ نہیں تو بچا تمہارا سر ہوگا اور ہمارا ڈنڈا اور اگر یہیں رہے تو تمہاری ہتھیلی ہوگی۔ اور ہمارے چار آنے پیسے سمجھے ۔

قلی۔ نہیں حضور آپ جائیے میں یہاں سے نہ ٹلونگا شمیم پلٹ کر کے تار کے دفتر کی طرف بڑھے ۔

شمیم۔ نسیم تار دے دیا؟ ۔

نسیم۔ ہاں دے دیا ۔

شمیم۔ (گھڑی دیکھ کر) پونے دس ہیں۔ گاڑی میں پندرہ منٹ کی دیر ہے ۔

نسیم۔ ٹکٹ لے لو ۔

شمیم۔ ٹکٹ کیسے۔ ٹکٹ سکنڈ کلاس کے بیگ میں ہیں ہی۔ ہاں ایک ٹکٹ سکنڈ کا اور لے لو۔ بلکہ اپنے انٹر کلاس کے ٹکٹ کو سکنڈ سے بدلواؤ ۔

نسیم۔ اور وہ کہاں بیٹھیگی ۔

شمیم۔ (مسکراکر) آخر آپ کا مطلب کیا ہے ان کو بھی اپنے ساتھ سکنڈ میں بٹھلائیے گا۔ آپ سے

تو آپ سے وہ پردہ کا ہیکو کرنے لگیں۔ آپ تو اُن کے مُنہ بولے بھائی ٹھیرے۔ دیکھئے یہ بھائی بہن کا رشتہ کب تک رہتا ہے۔ ہم نے ایسے ایسے رنگے سیار بہت دیکھے ہیں۔ ہم کو چرانا ہی بڑا کانہیں وہ زنانے انٹر میں بیٹھیگی اور ہم تم اور ان کے بھائی سب سکنڈ میں بیٹھینگے +

نسیم۔ اچھا بھائی جو تم کہو وہی سہی ...... دیکھو دیکھو وہ وہاں بیٹھی ہیں +

شمیم۔ اوفوہ رے آپ کی وہ۔ ابھی سے نام نہیں لیتے۔ خدا خیر کرے۔ کچھ قدم بڑھکر وہ مقام آگیا جہاں پر وہ لڑکی بیٹھی گھبرا رہی تھی +

نسیم۔ (لڑکی سے شمیم کی طرف اشارہ کرکے) یہ میرے دوست ہیں جن کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا۔ یہ بھی لکھنؤ جا رہے ہیں واپس آنے میں مجھے کچھ دیر ہوگئی۔ آپ گھبرائی تو نہیں تھیں +

لڑکی جی نہیں +

نسیم۔ یہ لیجئے اپنا بیگ۔ میں نے تار دے دیا اور ٹکٹ نکال لئے۔ اور باقی روپے سب اس میں ہیں۔ یہ کہہ کر نسیم نے بیگ لڑکی کی طرف بڑھایا کہ وہ لے لے اُس نے کچھ مڑ کر دیکھا اور پھر مُنہ پھیر لیا۔ یہ کچھ دیر تک یوں ہاتھ بڑھائے رہے +

شمیم۔ ارے بھئی بیگ وہیں رکھ دو۔ وہ لے لینگی" نسیم نے کچھ جھینپ کر بیگ سامنے زمین پر رکھنا چاہا +

لڑکی۔ (دبی ہوئی آواز میں) مجھے آپ واپس کیوں کرتے ہیں۔ رکھے رہیئے راستہ میں ضرورت ہوگی" نسیم سے کچھ بات نہ بنی چپ ہو گئے +

شمیم۔ جی۔ ابھی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر جب ہوگی تو لے لیں گے۔ ابھی آپ اس کو رکھ لیجئے" لڑکی نے بیگ آہستہ سے اُٹھا لیا +

شمیم۔ اچھا میں ذرا ان کو تو دیکھ لوں" جُھک کر لڑکی کے بھائی کا ہاتھ اور جسم چھُوا اور نبض دیکھی +

شمیم۔ واقعی بہت تیز بخار ہے اور بلغم بہت بھرا ہے۔ خیر کوئی اندیشے کی بات نہیں میرے پاس ایک ہومیوپیتھک بکس ہے اُس کی ایک دوا اِس قسم کے بخار کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ میں اس کی ایک خوراک اُن کو دوں گا۔ شاید فائدہ کرے +

لڑکی۔ (بہت لجاجت سے) جی ہاں خدا کے لئے کچھ ایسا کیجئے کہ میرے بھائی جان کو ہوش آجائے میں آپ کی ہمیشہ ممنون رہونگی اور آپ کا احسان نہ بھولوں گی +

نسیم۔ آپ گھبرائیے نہیں۔ انشاء اللہ اس دوا سے ہوش آجائے گا۔ بخار کی شدت کم ہو جائیگی
ہوش خود بخود آجائیگا ...... اچھا نسیم۔ اب گاڑی کا وقت قریب ہے میں ذرا قلیوں
کو بلا لاؤں۔ کہ یہ اسباب بھی اُٹھالیں +
لڑکی۔ اور بھائی جان کیسے جائیں گے ؟ +
شمیم۔ میں اُن کو اُٹھالونگا +
لڑکی۔ کہیں گر نہ پڑیں ؟
شمیم (مسکراکر) جی نہیں آپ خاطر جمع رکھیے۔ گرنے نہ پائینگے +
لڑکی۔ آپ کو بہت تکلیف ہوگی ....
شمیم۔ تکلیف نہیں میرے لئے یہ عین راحت ہے +
یہ کہہ کر شمیم قلیوں کا انتظام کرنے چلے گئے۔ اور نسیم کو یہیں چھوڑ گئے +
نسیم نے چاہا کہ کوئی بات کریں۔ مگر کچھ گھبراہٹ اور کچھ حجاب کی وجہ سے دماغ نے کام
نہ کیا۔ بالآخر بولے +
نسیم۔ آپ کل شام تک لکھنؤ پہنچ جایئے گا" جواب ندارد +
نسیم اِس پر اور شرمندہ ہوئے اور شرمندگی میں کچھ اور نہ بن پڑی تو کھکھار کر کہنے لگے
نسیم۔ گاڑی ابھی تک نہیں آئی۔ جواب ندارد +
نسیم۔ آپ ڈیوڑھے درجے میں بیٹھئے گا۔ اور میں شمیم میرے دوست اور آپکے بھائی
ایک ساتھ سکنڈ کلاس میں بیٹھینگے۔ آپ کے لئے بھی میری رائے تھی کہ آپ بھی سکنڈ میں
بیٹھیں۔ مگر شمیم نے اختلاف کیا اور کہا کہ آپ کو انٹر میں بٹھائیں (یہ اپنی خیرخواہی جتانے کو
کہا تھا) +
لڑکی۔ جی نہیں میں انٹر ہی میں بیٹھوں گی یہی مناسب ہے۔ مگر بھائی جان کی طبیعت کا حال
کوئی مجھ سے وقتاً فوقتاً کہہ دیتا تو اچھا ہوتا +
نسیم۔ (بڑی مستعدی سے) اس کا ذمہ میں لیتا ہوں میں آپکو ہر اسٹیشن پر آکر اطلاع دیتا رہونگا +
لڑکی۔ جی نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ اور آپ کو تکلیف بھی ہوگی +
نسیم۔ کوئی تکلیف نہیں بلکہ مجھے بہت خوشی ہوگی" جواب ندارد +
نسیم (کچھ دیر کے بعد سوچکر) آپکے بھائی جان کا نام کیا ہے ؟ +

لڑکی۔ خورشید علی خان +

نسیم۔ "اور آپ کا نام؟" لڑکی خاموش رہی +

نسیم۔ (جھینپ کر) "بڑی گرمی ہے"..... اس کا بھی جواب نہ ملا +

نسیم۔ (پھر کہا) "ابھی تک شمیم آئے نہیں۔ نہ معلوم کہاں چلے گئے"۔ اس کا جواب بھی نہ ملا +

نسیم۔ (دل میں) ہائے اس کی آواز کس قدر دلکش ہے اور یہ کس قدر اپنی اس دولت کے صرف کرنے میں بخیل ہے +

یاں لب پر لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خاموشی تری سب کے جواب میں

زچ ہو کر آپ ادھر ادھر ٹہلنے لگے۔ اتنے میں کئی پیروں کی آواز آئی۔ اور کچھ دیر میں شمیم مع اپنے قلیوں کے نمودار ہوئے +

شمیم۔ "چلیئے اب گاڑی کا وقت آگیا۔ گھنٹی بج چکی۔ سگنل بھی گر گیا۔ گاڑی اب آتی ہی ہوگی"

لڑکی یہ سن کر کھڑی ہوگئی +

شمیم۔ ٹھیرو پہلے میں ان کو اٹھالوں +

نسیم۔ لاؤ میں بھی ہاتھ لگا دوں +

شمیم۔ خوب۔ کیا کوئی چھپر اٹھانا ہے۔ آپ بھی واللہ عجیب چیز ہیں"۔ شمیم نے یہ کچھ اس انداز سے کہا کہ لڑکی بے اختیار مسکرا دی۔ گو اندھیرے میں کسی کو کچھ دکھائی نہ دیا +

شمیم نے خورشید علی کو اس آسانی سے اٹھا لیا کہ جیسے کوئی کسی بچے کو اٹھائے اور قلیوں کو حکم دیا کہ اسباب اٹھالیں۔ اسی اثنا میں گاڑی بھی آگئی۔ یہ قافلہ بھی گاڑی کی طرف روانہ ہوا۔ سب کے پیچھے چپکے چپکے لڑکی آرہی تھی۔ اتفاق سے سکنڈ کلاس خالی تھا۔ خورشید علی کو اس میں لٹا دیا۔ اس کے بعد شمیم کو زنانہ ڈیوڑھے درجہ کی فکر ہوئی۔ گاڑی بھر میں ایسا درجہ نہ تھا +

شمیم۔ (لڑکی سے جو برقع پہنے کھڑی ہوئی تھی) آپ یہیں کھڑی رہیے میں ابھی ایک زنانے درجہ کا انتظام کرتا ہوں۔ گھبرائیے گا نہیں میں ابھی آتا ہوں (نسیم سے) قلی سے کہدو کہ خورشید علی خان صاحب کے پاس رہے اور تم یہیں کھڑے رہو +

نسیم لڑکی کے پاس مودبانہ کھڑے تو رہے مگر کنکھیوں سے اسے دیکھتے بھی جاتے تھے شمیم درجہ کی تلاش میں مصروف تھے۔ ایک ڈیوڑھے میں تین جنٹلمین میلے میلے سوٹ پہنے ہوئے بیٹھے

ہوئے تھے۔ یہ درجہ اس مقام کے بالکل پاس ٹھہرا تھا جہاں پر نسیم اور وہ لڑکی کھڑی تھی۔

شمیم۔ (چہرہ شیشے سے انگریزی میں) یہ درجہ زنانہ درجہ بنایا جائیگا۔ آپ لوگ اسے چھوڑ دیجیے

ایک۔ (انگریزی میں) [illegible]

شمیم۔ (سختی سے) تمہیں چھوڑنا پڑے گا۔ اور بہت سے ڈیوڑھے کے درجے ہیں ان میں تم تینوں کے لئے بہت کافی جگہ ہے۔ وہاں چلے جاؤ یہ درجہ زنانہ بنا جائے گا۔

دوسرا۔ یہ اینگلو انڈینس کے لئے رزرو ڈ ہے اور ہم سب اینگلو انڈینز ہیں۔

شمیم۔ (پیر اٹھا کے جوتا دکھا کر) تم سب میرے اس سیاہ جوتے سے زیادہ کالے اور بدصورت ہو اور اپنے کو اینگلو انڈینز کہتے ہو۔ دُنیا بھر کے جھوٹے! ہوش کی دوا کرو اسی میں خیریت ہے کہ چپکے سے درجہ خالی کر دو ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔

تیسرا۔ اور اگر ہم خالی نہ کریں تو تم ہمارا کیا کر لوگے۔

شمیم۔ (غصہ میں) تو ہم تمہاری گردن پکڑ کر تمہیں نکال دیں گے۔" یہ کہکر شمیم درجہ میں گھس گیا۔ اور ان کا اسباب نکال نکال کر باہر پھینکنا شروع کر دیا۔

سب مل کر۔ ٹھیر ٹھیر یہ تم کیا کرتے ہو۔ ہم تمہاری رپورٹ کر دیں گے۔

شمیم۔ ہاں جاؤ رپورٹ کرو۔ جلدی کرو۔ دیر نہ لگاؤ نہیں تو گاڑی چھوٹ جائیگی۔

ایک۔ (دوسرے سے) الفرڈ جاؤ اسٹیشن ماسٹر سے رپورٹ کر دو۔ یہ یوں نہ نکلیگے۔ الفرڈ رپورٹ کرنے چلا گیا۔

شمیم۔ اچھا تو اب نکلتے ہو کہ میں نکال دوں۔

دونوں۔ ہم نہیں نکلیگے اور تم پر فوجداری میں دعویٰ کریں گے۔

اس کے جواب میں شمیم نے ایک کی گردن پکڑ کر اسے اس زور سے دھکا دیا۔ کہ وہ لڑکھڑاتا ہوا پلیٹ فارم پر پہنچا۔ اور دوسرے کو تین چار طمانچے مار کر اور کان اینٹھ پیچھے سے لات ماری۔ اور باہر نکال دیا۔ اور کہا۔

شمیم۔ جاؤ فوجداری میں دعویٰ کرو۔ اور اس میں یہ بھی لکھا دینا کہ تمہارے لات کہاں پڑی تھی۔ اور اس کی چوٹ کا بھی مجسٹریٹ کو معائنہ کرا دینا"۔ اس پر وہ دونوں بھی رپورٹ کرنے چلے گئے۔

شمیم۔ نسیم! نسیم! اُن کو لے آؤ۔ نسیم لینے کو تو لے آئے مگر بہت گھبرائے ہوئے۔

نسیم۔ شمیم تم بہت زیادتی کرتے ہو۔ اب وہ لوگ سب رپورٹ کرینگے۔ اور فضول جھگڑا ہوگا۔

اُن سے آہستگی سے کہا ہوتا +

شمیم ۔ یہ لوگ بات کے آدمی نہیں تھے یہ لات کے آدمی تھے ۔ دیکھو لات کے زور سے کس صفائی سے نکلے ہیں۔ رہا جھگڑا ، تو میں ہی نے جھگڑ لیا ہے میں ہی اُسے چکا لونگا۔ (لڑکی سے) آپ آیئے اور نہایت اطمینان سے بیٹھئے ۔ یہ درجہ آپ کا ہے " لڑکی کچھ ڈری سی ہوئی جھجکتے ہوئے آکر ایک کونے میں سمٹ کر بیٹھ گئی +

شمیم ۔ (مسکرا کر) آپ پریشان نہ ہو ، آرام سے بیٹھئے ۔ کوئی فکر کی بات نہیں ہے " یہ کہہ کر گاڑی کے باہر نکلا ۔ ایک شریف صورت آدمی دو زنانی سواریاں برقع پوش ساتھ لئے زنانہ درجہ تلاش کر رہے تھے +

وہی صاحب ۔ گاڑی بھر میں کوئی زنانہ درجہ ڈیوڑھے کا نہیں ہے میرے ساتھ دو سواریاں ہیں کہاں بٹھاؤں ۔ سخت پریشان ہوں +

شمیم ۔ اسی میں بٹھا دیجئے ۔ اس میں ایک سواری ہمارے ساتھ بھی ہے ۔ اچھا ہے ساتھ رہے گا +

وہی صاحب ۔ (بہت خوش ہو کر) بہت اچھا ! بہت اچھا ! میں آپکا بہت مشکور ممنون ہوں ....

شمیم ۔ جلدی بٹھا دیجئے ۔ اب گاڑی بہت دیر نہ ٹھیرے گی ۔ وہ دونوں سواریاں اور اُنکا سا ذرا اسباب اسمیں داخل ہو گیا ۔ شمیم نے دروازہ بند کر دیا اور باہر کھڑے ہو گئے اور نسیم سے کہا

شمیم ۔ جاؤ نسیم تم خورشید علی کے پاس بیٹھو ۔ قلیوں کو پیسے دیکر رخصت کر دو میں ابھی آتا ہوں " نسیم چلے گئے ۔ اتنے میں وہ تینوں بہادر چونٹوں کی طرح پھر وہیں پر واپس آئے جہاں سے مار کر نکالے گئے تھے ۔ اب کی ان کے ساتھ ایک اسٹیشن ماسٹر بھی تھا

پہلا ۔ دیکھئے صاحب انہیں صاحب نے ہمارا اسباب پھینکدیا اور ہمیں مارا ہے +

شمیم ۔ (مسکرا کر) آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے وہ کوئی اور درجہ ہوگا اور کوئی اور صاحب ہوں ۔ دیکھئے آپ کا اسباب تو اُس انٹر کلاس کے سامنے پڑا ہے ۔ آپ بھول گئے ہوں گے ۔ رات کا وقت ہے ۔ خدانخواستہ آپ کو رتوندی کا عارضہ تو نہیں ہے +

دوسرا ۔ نہیں صاحب یہی ہیں +

تیسرا ۔ جی ہاں یہی ہیں +

شمیم ۔ یا اللہ خیر۔ ہم سمجھے تھے۔ کہ ہم تم دونوں کو کچھ سوجھتا ہوگا۔ مگر تم بھی مادر زاد اندھے نکلے ۔ (جن صاحب کے ساتھ سواریاں تھیں اُن سے مخاطب ہوکر) کیوں صاحب آپ بھی یہاں بہت دیر سے کھڑے ہیں آپ نے اِن تینوں کو اس درجہ میں کبھی دیکھا تھا ۔ یا مجھے اِن کو کبھی پیٹتے ہوئے دیکھا؟

وہ صاحب ۔ جی نہیں ۔ میں نے نہ اِن لوگوں کو یہاں بیٹھے دیکھا نہ آپکو انہیں پیٹتے ہوئے +

شمیم ۔ غالباً کسی نے اِن کو اِس قدر پیٹا ہے کہ یہ بدحواس ہوگئے ہیں ۔ اِس لئے یہ لوگ اناپ شناپ بک رہے ہیں" اِس کے بعد شمیم نے ایک نہایت خوبصورت چاندی کے سگرٹ کیس سے سگرٹ نکالا اور بعد اطمینان سے سگرٹ جلا کر پینے لگا ۔ پھر بہت مسکرا کر ایک سگرٹ اسٹیشن ماسٹر کے سامنے پیش کیا +

شمیم ۔ لیجئے ۔ آپ سگرٹ ضرور پیتے ہوں گے ۔ یہ میرے ایک خاص دوست حامد مصطفٰے بے نے مصر سے میرے لئے بطور ہدیہ کے بھیجے ہیں +

اسٹیشن ماسٹر نے تھینک یو کہہ کر سگرٹ لے لیا +

شمیم نے دیا سلائی جلائی ۔ اور نہایت اخلاق سے اسٹیشن ماسٹر کا سگرٹ جلا دیا اُس نے پھر "تھینکیو" کہا +

شمیم ۔ (بعد سنجیدگی سے اِن چمرشینیز سے مخاطب ہوکر) آپ لوگ بڑی سخت غلطی کر رہے ہیں ۔ اِس درجہ میں یہ زنانی سواریاں دیر سے بیٹھی ہوئی ہیں ۔ آپ اِس میں کیسے بیٹھ سکتے تھے ۔ آپ کہیں اور بیٹھے ہوں گے ۔ اور اگر آپ یہاں پہلے بیٹھ بھی سکتے تھے تو اب نہیں بیٹھ سکتے کیونکہ اگر یہ پہلے زنانہ درجہ نہیں بھی تھا تو اب ہوگیا ۔ اگر آپ دیکھ سکتے ہوں ۔ تو دیکھ لیجئے کہ اس درجہ میں معزز لیڈیز بیٹھی ہیں ۔ اور یہاں اگر اپنے درجے کو آپ سونگھ کر پہچان سکتے ہوں تو پہچان لیجئے بسم اللہ +

تینوں ۔ تو تم نے ہمیں مارا کیوں ؟

شمیم ۔ یہ سوال خود اپنے ہی آپ سے پوچھو اور خود اُس کا جواب دو +

تینوں ۔ (خفا ہوکر) ہم تم پر دعوی کریں گے +

شمیم ۔ ضرور ۔ اِس کے لئے فوجداری کی عدالتیں کھلی ہوئی ہیں ۔ آپ لوگوں نے اسٹیشن ماسٹر صاحب کو کیوں تکلیف دی ۔ اِن کو اس سے زیادہ ضروری کام ہیں (اسٹیشن ماسٹر سے)

ارے صاحب آپ جایئے اِس قسم کے چھوٹے چھوٹے معاملات ہم خود آپس میں طے کر لیں گے (گردن اٹھا کر) وہ دیکھئے آپ کو کوئی صاحب بہادر بُلا رہے ہیں +

اسٹیشن ماسٹر صاحب ہندوستانی تھے۔ صاحب بہادر کا نام سنتے ہی گدھے کے سینگوں کی طرح غائب ہو گئے +

شمیم۔ (ایک قلی سے) ارے میاں یہاں آؤ یہاں آؤ۔ اِن بیچاروں کو فوجداری میں دعویٰ دائر کرنا ہے اِن کو فوجداری کی کچہری کا راستہ دکھا دو۔ تمہیں یہ انعام دیں گے +

قلی۔ چلئے صاحب چلئے +

شمیم۔ اور دیکھئے۔ اگر فوجداری کے اجلاس پر ہاتھ پیر یا بدن پر چوٹوں کے نشانات کی موجودگی کی ضرورت ہو تو لایئے میں آپ لوگوں کے اِسی ڈنڈے سے ہاتھ پیر توڑ کر یا ر پیٹ کا بیّن ثبوت بھی مہیا کر دوں۔ اور دیکھئے بھولئے گا نہیں وہاں اِس کا بھی ثبوت دیجئے گا کہ آپ میں کے رتی انگیز ریزی خون ہے۔ اور کے سیر بدصورت چماروں اور بدبودار حلال خور نیوں کا" اتنے میں گارڈ نے ہری لال ٹین دکھائی۔ انجن نے سیٹی دی +

شمیم۔ (اِن صاحب سے جن کے ساتھ سواریاں تھیں) آپ یہیں قریب بیٹھ جایئے۔ میں سکنڈ کلاس میں جاتا ہوں۔ پھر دوسرے اسٹیشن پر ملاقات ہو گی +

وہ صاحب۔ بہت اچھا۔ تسلیم۔ تسلیم۔ میں آپ کا بہت ممنون ہوں +

شمیم۔ (لڑکی سے مخاطب ہو کر) آپ کے ساتھ یہ سواریاں ہیں۔ آپ کا دل بہلے گا۔ خورشید علیخاں صاحب بہت آرام سے سکنڈ کلاس میں لیٹے ہیں۔ میں بھی وہیں جاتا ہوں۔ گھبرایئے گا نہیں دوسرے اسٹیشن پر پھر حاضر ہوں گا +

لڑکی۔ (شرما کر) بہت اچھا +

اتنے میں گارڈ نے سیٹی بجائی۔ انجن کی سیٹی نے جواب دیا۔ لالٹین پھر ہلی۔ اور شمیم نے اِن تینوں چمر پیشینز سے مخاطب ہو کر یہ کہا۔ "اے عقل کے دشمنو جاؤ جا کر نالش کرو۔ یا پھر اب دوسری گاڑی سے آنا اور ہمارا نام تو تم نے پوچھا ہی نہیں۔ ہمارا نام ہے مارتے زنانخاں" یہ کہتا ہوا سکنڈ کلاس کی طرف دوڑا اور چلتی ہوئی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اور نسیم کو دیکھ بڑی زور سے قہقہہ لگایا۔ اور کہا +

شمیم۔ اگر زندگی میں اِس قسم کے دلچسپ واقعات نہ ہوں تو زندگی گذارنا مشکل ہو جائے۔

اور مجبوراً خودکشی کرنا پڑے +

نسیم۔ (ہنسکر) یہ تمہاری کیا حرکت تھی؟ +

شمیم۔ علی گڈھ اسٹیشن پر حکمت عملی سے کام لیا تھا۔ یہاں قوت بازو سے۔ دیکھا دونوں اصول کس قدر کامیاب ثابت ہوئے۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ یہ کیسے ہیں (خورشید علیخاں کی طرف اشارہ کرکے) +

نسیم۔ ویسی ہی حالت ہے +

شمیم۔ (کچھ متفکر ہوکر) ان کو "براونیا دو"۔ یہ انفلوئنزا اور نمونیا کے لئے بہت مفید ہے

نسیم۔ اچھا تو یہ دوا تمہارے پاس ہے؟ +

شمیم۔ ہاں ہے میرے سوٹ کیس میں دوا کا بکس ہے۔ ابھی نکالتا ہوں +

شمیم نے دوا نکال کر خورشید علی خاں کے منھ میں ۴ گولیاں ڈالدیں +

شمیم۔ دیکھو اس کا کیا اثر ہوتا ہے۔ بخار ۱۰۵ سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔ خدا کرے اس دوا سے کم ہوجائے ہم نے تو کئی آدمیوں کو یہ دوا دی اور اس نے اکسیر کا کام کیا +

نسیم۔ اور وہ کیسی ہیں؟

شمیم۔ بہت اچھی۔ تمہیں دعا اور پیار کہلا بھیجا ہے۔ ہاں خوب یاد آیا۔ ان کے لئے بستر تو بھیجدیں۔ خیر اب کی اسٹیشن پر دے آئینگے +

نسیم۔ بستر تو ایک ہی ہے اس پر خورشید علی کو لٹا دیا ہے +

شمیم۔ اور اس لڑکی کا بستر؟ +

نسیم۔ ان کا کوئی بستر نہیں ہے۔ ایک ہی بستر تھا۔ وہ ان کے لئے بچھا دیا +

شمیم۔ خیر کوئی ہرج نہیں۔ ہمیں بستر کی ضرورت نہیں ہم اپنا بستر دیدیں گے۔ ہم تو رات کو سوئیں گے بھی نہیں۔ نہ معلوم ان کی طبیعت کیسی ہو کیسی نہ ہو +

نسیم۔ خیر اچھی بات ہے۔ نیند تو ہم کو بھی نہ آئیگی۔ آہ شمیم۔ جس لڑکی کی آواز اس قدر دلکش اور پیاری ہے ہائے اس کی صورت کس قدر دلفریب ہوگی +

شمیم۔ (طنزاً) مگر وہ تمہاری منہ بولی بہن ہے اپنی بہن کی شان میں یہ کلمے تمہیں شرم نہیں آتی۔ اتنے میں خورشید علی نے کروٹ لی اور کراہے۔ شمیم فوراً ان کے پاس چلا گیا اور نسیم آہ سرد بھر کر کھڑکی کے پاس بیٹھ گیا۔ اور رات کی تاریکی میں نہ معلوم کیا دیکھنے لگا +

تیسرا باب

زنانہ انٹر کلاس

اِن دو برقع پوش خاتونوں نے جو بعد کو اِن شریف صورت صاحب کے ساتھ آئی تھیں گاڑی چلنے پر برقع اپنے مُنہ سے ہٹا دیا۔ اِن میں ایک کی عُمر قریب پینتیس ۳۵ سال کی ہوگی۔ اور دوسری یہی چوّدہ یا پندرہ ۱۵ برس کی تھی۔ بقول شاعر ؎

وہ کیا جانیں ہوتی ہے کیسی جوانی
ابھی کھیلتا ہے لڑکپن کسی کا

یہ اُنہیں خاتون کی لڑکی معلوم ہوتی ہے۔ رنگ اِس کا کھلتا ہوا چمپئی ہے۔ آنکھیں لمبی لمبی سیاہ اور بہت بے چین۔ شوخی اور شرارت اِن میں کوٹ کوٹ بھری ہے۔ پتلے پتلے سُرخ سُرخ ہونٹوں پر ہمیشہ کھیلتی رہتی ہے۔ دانت چھوٹے چھوٹے نہایت چمکدار۔ جب ہنستی ہے تو دونوں گالوں میں نہایت خوشنما چھوٹے چھوٹے گڈھے پڑ جاتے تھیں۔ تمام چہرے پر ایک عجیب دلفریب ملاحت ہے جو صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اور جس کا اظہار کم بایہ الفاظ کے ذریعے سے کرنا اِس کے حسن کی توہین کرنا ہے۔

لڑکی کا نام انجم آرا تھا۔ پہلے اِس نے رومال سے چہرہ پونچھا پھر پنکھا اُٹھا کر جلدی جلدی جھلنے لگی۔ پھر کہا"۔ اوفوہ خدا کی پناہ۔ کیسی گرمی ہے۔ میں تمام پسینے پسینے ہوگئی۔ اور چلتے چلتے میرے تو پیر تھک گئے۔ کہیں بیٹھنے کو جگہ ہی نہ ملتی تھی۔ (خورشید علیجاں کی بہن سے مخاطب ہوکر) ایک تو پل پار کرنا پڑا۔ اے میرے خدا پل تھا۔ کہ پہاڑ۔ میری تو سانس پھولنے لگی۔ اور امی جان تو بیٹھ بیٹھ گئیں۔ خدا اِن صاحب کا بھلا کرے وہی جو سانولے سے سوٹ پہنے ہوئے تھے۔ جنہوں نے ہم کو یہ جگہ دلادی کیوں بہن کیا وہ آپ کے شوہر ہیں؟ "

(خورشید کی بہن نے شرم سے سر جھکا لیا۔ چہرہ سرخ ہوگیا اور کچھ جواب نہ دیا)

"حال ہی میں شادی ہوئی ہوگی۔ بڑے اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ وہ اگر آج نہ ملتے

تو ہم لوگ اسٹیشن ہی پر رہ گئے ہوتے۔ اور نہ معلوم کس کس آفت کا سامنا ہوتا۔ بہن توبہ آپ کا نام تو میں نے پوچھا ہی نہیں۔ کیوں بہن آپ کا نام کیا ہے۔ مجھے انجم آرا کہتے ہیں +

خورشید کی بہن (شرما کر) اور میرا نام ماہ طلعت ہے +

انجم آرا۔ بڑا پیارا نام ہے مگر برا نہ مانیئے گا۔ آپ کی صورت آپ کے نام سے بھی زیادہ پیاری ہے تو بہ آپ بھی دل میں کہتی ہوں گی کہ یہ کیسی لڑکی ہے جو مجھ سے اتنی جلد اس قدر بے تکلف ہو گئی۔ مگر آپ کے غیر معمولی حسن کی کشش نے مجھے آداب مجلس سے بالکل بے خبر کر دیا +

ماہ طلعت۔ (مسکرا کر) آپ مجھے بناتی ہیں ؟ +

انجم آرا۔ بھلا میری ایسی جرات ہو سکتی ہے۔ خدا کی قسم آپ مجھے اتنی اچھی معلوم ہوتی ہیں کہ خود بخود بے اختیار آپ سے بسنے کو جی چاہتا ہے۔ مگر مجھے تعجب ہے کہ آپ اکیلی کیوں ہیں؟ آپ کے ساتھ کوئی خادمہ نہیں ؟ +

ماہ طلعت۔ جی نہیں۔ میری جو خاص خادمہ تھی اس کی لڑکی دفعتاً علیل ہو گئی۔ وہ گھر چلی گئی۔ چلتے وقت نانی اماں نے بہت کہا کہ امام باندی کو ساتھ لیجاؤ۔ راستے میں بغیر کسی خادمہ کے تکلیف ہو گی۔ مگر بھائی جان نے کہا کہ اما باندی کے نہ منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت ونکو اونٹ نہیں سوجھائی دیتا سٹھیا الگ گئی ہے اسے ساتھ لیجا کر سب برا ہے۔ سفر ہی کتنی دور کا ہے۔ ہم ہر بات سنبھال لینگے۔ آخر نہ لینا تھا۔ اس کو نہ لیا۔ جلدی میں میں اپنا بستر بھی بھول آئی +

انجم آرا۔ (عجیب انداز سے) اے توبہ تو وہ آپ کے بھائی جان ہیں؟ میں بیوقوف نہ معلوم کیا کا کیا سمجھی۔ معاف کیجئے گا۔ بڑی گستاخی ہوئی +

ماہ طلعت۔ (شرمیلی ادا سے) نہیں وہ میرے بھائی جان نہیں ہیں۔ میرے بھائی جان تو سکنڈ کلاس میں ہیں

انجم آرا۔ تو پھر وہ کون ہیں؟ +

ماہ طلعت۔ (شرمیلی ادا سے مسکرا کر) وہ میرے کوئی نہیں +

انجم آرا۔ ارے سچ وہ آپ کے کوئی نہیں۔ اور آپ سے وہ باتیں کرتے ہیں۔ اور آپ ان سے باتیں کرتی ہیں +

ماہ طلعت۔ واقعی وہ میرے کوئی نہیں اور رہا باتیں کرنا تو باتیں کرنے کی قرآن شریف میں

ممانعت نہیں۔ ہاں نگاہ نیچی رکھنے کی تاکید ہے سو میں نگاہ نیچی رکھتی ہوں۔ اور پھر جس بیکسی اور بے بسی کی حالت میں میں اس وقت ہوں اُس نے مجھے اُن سے بولنے پر اور بھی مجبور کر دیا ہے۔

انجم آرا۔ (تعجب سے) کیوں خیر تو ہے۔ خدا آپ کے دشمنوں کو بھی بیکس اور بے بس نہ کرے آخر مجھے بتایئے آپ کا بیکس اور بے بس ہونے سے کیا مطلب ہے؟

اِس کے جواب میں ماہ طلعت نے اپنا پورا قصہ شروع سے آخر تک نہایت سادگی سے بیان کر دیا۔

انجم آرا۔ (چپکے سے آنسو پونچھ کر) او خوہ۔ جب آپ کے بھائی جان بیہوش ہو گئے ہیں تو آپ کو اس تنہائی میں کیسی کیسی پریشانی ہوئی ہوگی۔ سچ کہتی ہوں بہن۔ اگر آپکی جگہ میں ہوتی تو میں تو خود بھی ڈر اور پریشانی کیوجہ سے بیہوش ہو گئی ہوتی۔ اس مصیبت میں خدا ہی نے اِن دونوں شریف آدمیوں کو آپ کی مدد کے لئے بھیجدیا۔

ماہ طلعت۔ ہاں میں اسے امدادِ غیبی ہی سمجھتی ہوں۔ ورنہ میں تو نا اُمید ہو چکی تھی۔ اور قریب تھا۔ کہ رو رو کر میں اپنی جان دیدیتی۔

انجم آرا۔ اِن دوسرے صاحب کو میں نے نہیں دیکھا۔ کیا نام ہے اِن کا؟ نسیم۔

ماہ طلعت۔ وہ بھائی جان کے ساتھ ہیں۔ اور بالکل اتفاق کی بات اِن کے والد اعتماد علیخاں کو ابا جان خوب جانتے ہیں بلکہ میں نے ابا جان کو اکثر اِن کا ذکر کرتے سُنا۔

انجم آرا۔ (پان نکال کر) لیجئے بہن پان کھایئے۔

ماہ طلعت۔ نہیں نہیں مجھے معاف کیجئے۔ میں اس وقت پان نہ کھاؤنگی۔ خدا معلوم میرے بھائی جان کی کیسی طبیعت ہے۔ آج تک اُن کی کبھی ایسی حالت نہیں ہوئی تھی (آہ سرد بھر کر) خدا اِن پر رحم کرے۔

اِس وقت گاڑی کی رفتار کم ہو گئی اور کچھ دیر میں اسٹیشن پر آ کر رُکی۔ تھوڑی ہی دیر میں شمیم بغل میں بستر دبائے ہوئے ڈیوڑھے درجے کے سامنے موجود ہوئے اِس درمیان میں انجم آرا اور ماہ طلعت اور انجم آرا کی ماں نے مُنہ پر برقع بھر ڈال لیا تھا۔

شمیم۔ لیجئے یہ بستر رکھ لیجئے۔

ماہ طلعت۔ (پست آواز میں) یہ بستر کیا ہوگا۔

شمیم۔ رات کا وقت ہے آپ کچھ آرام کیجئے گا کہ نہیں؟

ماہ طلعت میں آرام نہ کروں گی مجھے نیند نہیں آتی۔ بستر کی مجھے ضرورت نہیں۔ آپ نے خواہ مخواہ تکلیف کی +

شمیم۔ کوئی تکلیف نہیں +

ماہ طلعت۔ بھائی جان کیسے ہیں +

شمیم۔ ابھی تو ویسی ہی حالت ہے۔ مگر نہیں کچھ کچھ پسینہ آ رہا ہے۔ میں نے انہیں اچھی طرح اڑھا دیا ہے۔ یہ اچھی علامت ہے +

ماہ طلعت۔ کیا آپ نے اُن کو کوئی دوا دی ہے +

شمیم۔ جی ہاں۔ ایک ہومیو پیتھک دوا ہے۔ وہ دی ہے۔ دیکھئے انشاءاللہ ایک گھنٹہ آدھ گھنٹہ میں اِس کا اثر معلوم ہوگا۔ ہاں اور آپ نے کھانا تو کھایا نہ ہوگا +

ماہ طلعت۔ جی میں اِس وقت کھانا نہ کھاؤں گی +

شمیم۔ کچھ تو؟ +

ماہ طلعت۔ جی نہیں۔ بالکل جی نہیں چاہتا +

شمیم۔ اچھا تو اب میں جاتا ہوں۔ گاڑی بھی چھوٹنے ہی کو ہے۔ آپ کو کوئی اور ضرورت تو نہیں +

ماہ طلعت۔ جی نہیں +

گاڑی نے سیٹی دی اور شمیم بستر بغل میں دابے پھر اپنے درجہ کی طرف بھاگے اور چڑھ گئے

نسیم۔ کیوں بستر کیوں واپس لے آئے +

شمیم۔ کہتی ہیں مجھے ضرورت نہیں۔ مجھے نیند نہیں آتی +

نسیم۔ ایک آہ بھر کے ۔ عجیب اتفاق ہے آج مجھے بھی نیند نہیں آتی۔ نہ معلوم آج مجھے کیا ہو گیا ہے +

شمیم۔ آپ کو مالیخولیا ہو گیا ہے۔ وہ بھی نہایت شدید قسم کا +

نسیم۔ شاید اِسی کا نام محبت ہے شیفتہ اک آگ سی ہے۔ سینے کے اندر لگی ہوئی سچ کہتا ہوں۔ شمیم۔ آج میری حالت عجیب ہے۔ میرا دل کبھی اِس قدر مضطرب نہ تھا۔ میری روح کبھی اِس قدر بے چین نہ تھی +

شمیم۔ دیوانے ہوئے ہو۔ تم نے اِس لڑکی کی ابھی صورت بھی نہیں دیکھی۔ اور محبت کا

دم بھرنے لگے۔ یہ کیا حماقت ہے۔ اور پھر یہ کوئی نیا مرض تو ہے نہیں۔ آپ تو روز ہی
ایک دو لڑکیوں پر عاشق ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ عشق کا ہیضہ آپ کو ایک ہی دو دن رہتا
بھی ہے۔ اور پھر اچھا ہو جاتا ہے۔ پھر دوسرا ہیضہ ہو جاتا ہے۔ اور یہی جنون کا سلسلہ آئے
دن لگا رہتا ہے۔ کچھ عجیب طبیعت آپنے پائی ہے۔ بقول کسے ؎

ازل سے حسن پرستی لکھی تھی قسمت میں
مرا مزاج لڑکپن سے عاشقانہ تھا

تو اگر آج بھی دماغ پر گرمی چڑھی ہے تو تعجب کیا +

نسیم۔ آپنے پھر اپنا لکچر شروع کر دیا۔ بڑے واعظ کی دم بنے ہیں۔ چند کیس کے ہمارا
تو دم نکل رہا ہے اور آپ کو لکچر بازی سوجھی ہے +

شمیم۔ کمبخت دم ہی ایک دن نکل جائے تو خیر فیصلہ ہو۔ مگر تم ایسے بے حیا ہو کہ
تمہارا دم بھی نہیں نکلتا +

نسیم۔ تم میں بھی کچھ معشوقیت ہی۔ لہٰذا تمہاری طبیعت میں انہیں کی ایسی سنگدلی بھی آگئی ہے ؎

جب کہا میں نے کہ مرتا ہوں تو ہنسکر بولے
تم سلامت رہو ہر روز کے مرنے والے

شمیم۔ واقعی۔ آخر یہ کہاں کی شرافت ہے کہ ایک شریف معصوم لڑکی کے تم اس طرح پیچھے پڑے
ہو۔ تم سے اچھے تو چمار اور پاسی ہوتے ہیں۔ کہ شریف عورتوں کو دیکھ کر نگاہ نیچی کر لیتے ہیں تم سے
واللہ۔ سچ کہتا ہوں۔ کہ چاہے رذیل عورتوں کو میں آنکھ بھر کر دیکھ بھی لوں مگر کسی شریف لڑکی
یا عورت کے چہرے پر میری ایک سکنڈ نگاہ نہیں ٹھہرتی۔ خود بخود میری نگاہ جھک جاتی ہے
خدا کے ڈر کے علاوہ مجھ کو ایک یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ اگر اس شریف لڑکی نے مجھے گھورتے
دیکھ لیا تو دل میں کیا خیال کریگی۔ سمجھے گی کہ یہ بھی کوئی گلی کوچوں میں پھرنے والا بدمعاش یا
شہدا ہے۔ اور یہ خیال میرے لئے تازیانے سے کسی طرح کم نہیں +

نسیم۔ بڑے پارسا ہیں بڑے پاک طینت شمیم آپ کو مجھ ہیں جانتے ہیں۔ شریف عورتوں
کو دیکھ کر چمار بھی نگاہ نیچی کر لیتے ہیں۔ اور آپ بھی نگاہ نیچی کر لیتے ہیں۔ لہٰذا آپ چمار ہوئے +

شمیم۔ (ہنسکر) ہاں ہیں آپکا ایسا شریف بننے سے چمار اچھا۔ اور ایسی شرافت کو سات سلام +

نسیم۔ اچھا اچھا۔ اے بلبلاتے ہوئے اونٹ۔ خدا نے چاہا تو تو بھی ایک دن پہاڑ کے نیچے

ئے گا۔ نہ سارہ بلبلانا بھول جائے تو میں نسیم نہیں +

شمیم۔ (مسکراکر) بلکہ گدھا۔ اور وہ تم ابھی سے ہو +

اِسی طرح دونوں میں نوک جھونک ہوتی رہی۔ اور کئی اسٹیشن گذر گئے اِس اثناء میں خورشید نے کروٹ لی۔ اور آنکھیں کھول دیں +

خورشید۔ (کراہ کر) ہائے اللہ!! پانی!! کوئی مجھے پانی دیجیے"۔ شمیم اور نسیم ایکبارگی اُٹھے اور خورشید کے پاس گئے +

شمیم۔ (جسم چھوکر) دیکھو دیکھو نسیم۔ کس قدر پسینہ آیا ہے۔ کپڑے بالکل تر ہو گئے ہیں۔ اور بخار بھی بہت کم معلوم ہوتا ہے +

خورشید۔ پانی۔ ی۔ ہائے کوئی پانی نہیں دیتا +

شمیم (ملائم ہمدردانہ لہجے میں) ابھی دیتے ہیں۔ بھائی نسیم۔ پانی لاؤ (آہستہ سے انگریزی میں نسیم سے) دو گھونٹ سے زیادہ نہ لانا +

نسیم۔ پانی لائے +

شمیم۔ اُٹھئے پانی پی لیجئے۔ (سہارا دیکر) خورشید کراہ کر اُٹھے اور شمیم کے سہارے سے بیٹھ گئے۔ اور پانی پیا۔ شمیم نے اپنے رومال سے خورشید کا مُنہ پُوچھا +

شمیم۔ اب آپ لیٹ جائیے +

خورشید۔ (متوحش نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھ کر) یا اللہ میں کہاں ہوں اور آپ لوگ کون ہیں (ڈری ہوئی گھبراہٹ کی آواز میں) اور میری ماہ طلعت کہاں ہے۔ (سر پکڑ کر) بتاؤ میری ماہ طلعت کہاں ہے (زور سے) او فوہ کیسا سر میں درد ہے میرا سر چکرا رہا ہے اور میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا +

شمیم۔ (محبت سے خورشید کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر) آپ گھبرائیے نہیں۔ آپ کی ہمشیرہ بہت اچھی طرح سے ہیں اور اِس درجے کے قریب ہی انٹر کلاس میں بیٹھی ہیں۔ اور اُن کے ساتھ اِسی درجہ میں دو اور معزز خاتونیں ہیں آپ بیہوش ہو گئے تھے۔ ہم نے آپ کو اِس درجہ میں لاکر لٹا دیا۔ اور ہم سب لکھنو جا رہے ہیں۔ آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔ اور لیٹ جائیے۔ آپ کی طبیعت بہت اچھی ہے۔ یہ کہہ کر خورشید کو اصرار سے لٹا دیا +

نسیم۔ اوفوہ آپ کی طبیعت اچھی ہے +

خورشید۔ (رک رک کر) جی ہاں اچھی ہے۔ مگر دردِ سر کی بہت شکایت ہے +

شمیم۔ بخار خدا کے فضل سے اچھا ہو گیا ہے۔ دردِ سر بھی اب جاتا رہے گا +

خورشید۔ (آہستہ آہستہ) مگر میں سمجھا نہیں کہ میں آپ کو کہاں مل گیا۔ ہاں ٹھہریئے۔ مجھے خیال آیا۔ میں چندوسی جنکشن پر اترا تھا۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ ہوش نہیں۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں؟

شمیم۔ اس وقت آپ سب پوچھ کر کیا کیجئیگا۔ جب آپ کی طبیعت ذرا ٹھکانے ہوگی تو میں آپ سے سارا قصہ کہہ دونگا۔" اس کے بعد بہت مختصر طریقے سے شمیم نے واقعات کا تذکرہ کر دیا +

خورشید۔ (آنکھوں میں آنسو لاکر) میں آپ دونوں صاحبوں کی ان عنایتوں کا کس طرح شکریہ ادا کروں۔" یہ کہہ کر اس کا دل بھر آیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ شمیم نے رومال سے نہایت شفقت سے آنسو پونچھے اور تسلی دی اور کہا +

شمیم۔ جب ہی تو میں آپ سے کچھ کہتا نہ تھا۔ ہم نے آپ کی خدمت ہی کیا کی؟ ہم نے آپ کے ساتھ وہی کیا۔ جو سنگدل سے سنگدل انسان بھی اسی حالت میں کرتا۔ آپ کے والد صاحب قبلہ سے میرے دوست نسیم صاحب (نسیم کی طرف اشارہ کرکے) بہت اچھی طرح واقف ہیں۔ آپ بھی لکھنؤ ہی میں رہتے ہیں۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کی خدمت ہم اپنا فخر اور فرض نہ سمجھتے +

خورشید۔ یہ آپ کی کمال شرافت اور محبت ہے مگر (نسیم سے) میں نے آپ کو لکھنؤ میں کبھی نہیں دیکھا۔ تعجب ہے +

نسیم۔ جی ہاں۔ اُس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ میں عرصہ سے زیادہ تر علیگڈھ کالج میں رہا۔ اور تعطیلوں میں لکھنؤ آیا کرتا تھا۔ وہ بھی بہت دنوں کے لئے نہیں +

خورشید۔ بجا فرماتے ہیں۔ آپ۔ یہی وجہ ہوگی ...... میں پسینہ میں بالکل ڈوبا ہوا ہوں اور کپڑوں کی حالت نہ پوچھئے +

شمیم۔ (جو اپنا سوٹ کیس کھول چکا تھا۔ اور کپڑے نکال رہا تھا۔ وہیں سے بولا) نسیم نسیم ذرا کھڑکیاں بند کر دو۔ ہوا آرہی ہے۔ میں ابھی کپڑے لاتا ہوں۔ نسیم نے کھڑکیاں بند کیں اتنے میں شمیم ایک نہایت مہین اور ملائم صاف شفاف ململ کا کرتا۔ ایک خوبصورت جالیدار بنیائن ایک تولیا اور ایک کشادہ مہری کا پائجامہ جس میں بہت نفیس ہلکے فالسائی رنگ کا ریشمی کمربند پڑا ہوا تھا۔ خورشید کے پاس لائے +

شمیم۔ اُٹھئے ذرا کپڑے بدل لیجئے۔ آپ کے کپڑے بالکل تر ہو گئے ہیں +

خورشید ۔ (خود بخود اُٹھ کر) آپ نے خود کیوں یہ تکلیف گوارا کی ۔ میرا سوٹ کیس تو ہوگا اس میں میرے کپڑے ہیں ۔ وہی پہن لیتا ۔ یہ شاید میرے نہ ہوں +
شمیم ۔ (ہنس کر) میرا اور آپ کا جسم اور قد ایک ہی ہے ۔ یہ کپڑے آپکے بہت اچھی طرح آ جائیں گے آپ کا سوٹ کیس تو ہیں نے ڈیوڑھے درجہ میں رکھوا دیا تھا ۔ ٹرین چل رہی ہے ورنہ میں لے آتا مگر اس وقت لانے کا موقع نہیں ہے اور آپکو کپڑے فوراً بدل لینا چاہیئے نہیں تو ہوا لگ جانے کا اندیشہ ہے ۔" خورشید نے کچھ عذر کرکے کپڑے پہننے پر راضی ہوگئے ۔ جبتک خورشید تولیے سے پسینہ پونچھ کر کپڑے پہن رہے تھے ۔ شمیم اپنا سوٹ کیس کھولکر شمل نسیم (انگریزی عطر) کی ایک شیشی اور ایک نہایت خوبصورت ریشمی رومال لے آیا ۔ رومال میں سنٹ (عطر) لگایا ۔ اور جب خورشید کپڑے بدل چکے تو شمیم نے انہیں رومال دیدیا اور اوڑھنے کی چادر اور بستر میں بھی سنٹ رنگا دیا ۔ گو خورشید نے تکلف میں بہت منع کیا +
شمیم ۔ اچھا ۔ اب آپ آرام سے بیٹھئے ۔ ذرا اوڑھ لیجئے احتیاطاً ۔ اور اگر نیند آ جائے تو سو جایئے +
خورشید ۔ بہت اچھا ۔ (رومال سونگھ کر) بڑا اچھا سنٹ ہے اور جیسا سنٹ ہے ۔ ویسا ہی نفیس رومال ہے ۔ (مسکرا کر) آپ بڑے فیشن ایبل معلوم ہوتے ہیں +
شمیم ۔ (ہنس کر) علی گڈھ کالج میں بارہ برس رہ کر اگر کوئی فیشن ایبل بھی نہ ہو سکے تو اُسے ڈوب مرنا چاہیئے ۔" خورشید بے اختیار ہنس پڑا +
خورشید ۔ آپ کس درجہ میں پڑھتے ہیں +
شمیم ۔ میں نے اور نسیم نے ابھی ایم اے فائنل کا امتحان دیا ہے ۔ امتحان ہی دیکر ہم لوگ آ رہے ہیں +
خورشید ۔ خوب آپ لوگوں کے طور طریق دیکھکر مجھے رشک آتا ہے کہ میں نے علی گڈھ کالج میں کیوں نہیں پڑھا +
نسیم ۔ اب تو ماشاءاللہ آپ خوب باتیں کر رہے ہیں +
خورشید ۔ (مسکرا کر) ہاں سچ ہے آپ لوگوں کی دلچسپ باتوں کپڑے بدلنے اور اس سنٹ کی مست خوشبو نے ملکر درد سر بھلا دیا ۔ (دفعتاً سر ہلا کر) واقعی اب درد سر نہیں معلوم ہوتا ۔ محض ایک دھمک سی باقی ہے +
شمیم ۔ خدا کا شکر ہے ۔ مگر میں آپکے اس طرح دفعتاً ایسا ہو جانے کو ہومیو پیتھک کا ایک

معجزہ سمجھتا ہوں۔ کس حیرت انگیز سرعت سے اس نے اثر کیا ہے کمال ہے ✦

خورشید۔ آپ نے مجھے کون دوا دی تھی ✦

شمیم۔ آپ کو بڑا پونیا دیا تھا میں نے آپکو اس کی صرف چار اتنی اتنی سی گولیاں دی تھیں۔ اور اُس کا یہ معجزہ نما اثر ہوا۔ مگر یہ سنکر (نسیم کی طرف اشارہ کرکے) بلکہ کافر ہومیوپیتھک علاج سے انکاری کئے جائیگا۔ اس کے قلب پر مہر لگ گئی ہے اور آنکھوں پر پردے پڑ گئے ہیں ✦

نسیم۔ واہ جناب مولوی صاحب قبلہ کفر کا فتویٰ دینے میں تو آپکے جاہل فرقے کو کچھ دیر ہی نہیں لگتی۔ اگر کسی صحیح العقل انسان کو آپ کی طرح ہومیوپیتھک کا خبط نہ ہو تو وہ کافر ہو جائیگا خوب ✦

خورشید۔ (ہنسکر) بھئی ہم تو مخالف تھے۔ مگر اب ہم ایمان لاتے ہیں ✦

شمیم۔ (مسکراکر) الحمد للہ۔ مگر اس سیہ قلبوں کو دیکھئے کہ زمانہ جاہلیت کے عربوں کی طرح معجزوں کے دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہیں لاتے۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے جہنم تیار کیا گیا ہے ✦

نسیم۔ بھائی خورشید۔ دنیا کو ان کے ایسے کافر گر مذہب شکن مولویوں کی ذات بے برکات سے جو صدمہ پہنچا ہے وہ حضرت آدم کے وقت سے آجتک انسانوں اور درندوں کی مجموعی کوششوں سے نہیں پہنچا ہے۔ ایسے مولوی صرف مسلمانوں کو کافر اور کافروں کو اکفر بنانا جانتے ہیں کافروں کو مسلمان بنانا کیا جانیں۔ بات بات پر جہنم کی دہمکیاں قدم قدم پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اور بحث مباحثے کے فن سے تو انہیں اس قدر بے تعلقی ہوتی ہے کہ جیسے نکٹے کو اپنی ناک سے اور اندھے کو اپنی آنکھ سے۔ پانچ منٹ کے مباحثے کے بعد اُن کے مزاج کا بوائلر شدت حرارت سے پھٹ جاتا ہے۔ اُن کے گلے کی نسیں قوالوں کی طرح پھول جاتی ہیں اُنکی آنکھیں سرخ تالابی مچھلیوں کی طرح لال لال ہو جاتی ہیں۔ اُن کے مُنہ سے مرگی کے مریض کی طرح کریہ منظر کف جاری ہو جاتا ہے جس کو دیکھ کر ہر نفیس مزاج شخص کو قے آجائے کچھ نہ پوچھئے۔ مجھ کو تو یہی تعجب ہوتا ہے کہ وہ کرتا اور پائجامہ کس غلط فہمی میں پہنے رہ جاتے ہیں ✦

شمیم۔ (مسکراکر) شاید غصہ کے سرسام میں اُتار کر پھینک دینا بھول جاتے ہوں! ✦

خورشید۔ بھائی خدا کے لئے چُپ رہو۔ کوئی مولوی اگر سُن لے تو جنت ہم پر حرام اور دوزخ ہم پر فرض ہو جائے گی ✦

نسیم۔ لاحول ولاقوہ۔ ہم سب مولویوں کو تھوڑی کہتے ہیں۔ ہم تو صرف ان کافر گر مذہب شکن فوجداری کرنے والے مولویوں کو کہتے ہیں۔ جو بدنام کنندۂ نکو نامے چند ہیں اور

اب ان کی بُرائی کرنے پر آیا ہوں۔ تو ان کے کچھ صفات جاتی اور سن لیجئے۔ جغرافیہ کا علم تو حضرت نوح کے وقت سے انہیں کسی بندۂ خدا نے سکھایا ہی نہیں اور نہ انھوں نے سیکھا۔ زمین کو شمیم صاحب کی ایک انگریزی معشوقہ کی ناک کی طرح ہمیشہ وہ چپٹی ہی سمجھے۔ اور حاجی بغلول کی طرح ہمیشہ کہتے رہے کہ ؎

اب تک تو سنتے آئے تھے چپٹی ہے یہ زمین
کہتے ہیں آج کل کہ اسے گول کر دیا

زمین ان کے خیال میں ساکن ہے۔ اور کیسے نہ ساکن ہو۔ بھلا آپ ہی بتا دیجئے چپٹی زمین کے گھومنے کا بھی کوئی تک ہے اور آفتاب کو سمجھتے ہیں کہ وہ کھوٹھو کے بیل کی طرح زمین کے گرد چکر کھاتا ہے۔ لندن کو وہ سمجھتے ہیں کہ ترکستان کی سرحد پہ ہے اور ترکستان کو سمجھتے ہیں کہ امریکہ کا ہمسایہ ہے۔ بس ان کو کل علم جغرافیہ میں صرف اتنا آتا ہے۔ کہ کعبہ پچھم کی طرف ہے اب رہا علم تواریخ تو ان کو رسول مقبول کے واقعات کے بعد (اور وہ بھی اسی قدر جتنے امر کی میلاد شریف کی کتاب میں مکتوب ہیں) صرف ہارون الرشید کے متعلق چند حکائتیں یاد ہیں۔ اور وہ بھی صرف اتنی جتنی الف لیلیٰ کے مطالعے سے ان کے باریک بین دماغ نے اخذ کرلی ہیں اور باقی اللہ اللہ خیر صلّا۔ سکندر اعظم کے متعلق وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ حضرت نوح کے بعد اور حضرت موسیٰ کے پہلے پیدا ہوا تھا۔ اور اس کے دو سینگ تھے اسی وجہ سے روایات میں اسے ذوالقرنین کہا گیا ہے ؎

شمیم۔ قطع کلام ہوتا ہے۔ مگر ذرا آپ مجھے یہ بتا سکتے ہیں کہ سکندر اعظم ان دو سینگوں سے کیا کام لیتا تھا

نسیم۔ جناب یہ مجھے نہیں معلوم یہ کسی مولوی یا بیل والے سے جا کر پوچھئے! دنیا کے علوم کو اول تو وہ لغو سمجھتے ہیں۔ اور ان کے حاصل کرنے والے کو شیطان کا نائب اور دوزخ کا کندہ۔ سائنس ان کے خیال میں ایک گورکھ دھندا ہے جو ہاروت ماروت اپنے ساتھ لائے تھے۔ اور علم ریاضی سے وہ اسی قدر واقف ہوتے ہیں۔ جتنا بندر منطق سے یا اونٹ فلسفے سے رہے علوم دینی۔ تو وہ عربی اور فارسی کو برسوں پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی عمروں سے زیادہ ان کی ڈاڑھیاں بڑھ جاتی ہیں مگر دو جملے ان زبانوں میں وہ ایک ساتھ لکھ نہیں سکتے اور ایک جملہ عمر بھر میں بول نہیں سکتے۔ علم فقہ میں ان کی معلومات صرف اسی قدر ہیں کہ کنوئیں میں چوہا گر جائے تو کے ڈول پانی نکالا جائے اور اگر بکرا گر جائے تو کے ڈول اور بکری

گر جائے تو کے ڈول۔ چھوٹے چھوٹے مہمل مسئلوں پر دن دن بھر رات رات بھر بحث کر کے لڑنے مرنے فوجداری کرنے پر طیار ہو جاتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ دو مولویوں میں مسلسل ایک رات ایک دن صرف اِس مسئلے پر بحث بلکہ ہنگامہ خلاف قانون رہا ہے کہ اگر سارس کی مادہ حلال کی جائے اور حلال کرنے کے بعد اِس کے پیٹ سے بچہ نکلے اور بچہ زندہ ہو تو ایسی حالت میں اُس کی ماں کا حلال کرنا ہی کافی سمجھا جائیگا یا اس بچہ کا حلال کرنا بھی ضروری ہوگا۔

تسنیم۔ واہ واہ یہ اچھا مسئلہ ہے۔ جس دن سارس کے پیٹ سے بچہ نکلے گا اُس دن بھینس بھی بغیر انڈا دیئے نہ مانے گی؟

نسیم۔ تو اِس سے کیا ہوتا ہے فقہ کے مسئلے زیادہ تر سب ایسے ہی ہوتے ہیں۔ مثلاً گدھا ہندو ہے کہ مُسلمان اور اگر مُسلمان ہے تو بہشت میں جائیگا کہ نہ جائیگا۔ یا اگر کسی عورت کے پیٹ سے بلی کا بچہ پیدا ہو اور پیدا ہو کر مرجائے تو اُس پر نماز جنازہ جائز ہے کہ ناجائز۔ اگر مینڈک خدائی قدرت سے مینڈھا ہو جائے تو اُس کی قربانی شرعاً درست ہے کہ مکروہ؟ بس اسی قسم کے مسئلوں پر ہمارے یہاں کے بعض فقہا عمریں ختم کر دیتے ہیں*

تسنیم۔ افسوس اسلام کیسا سہل اور سادہ مذہب تھا۔ مگر خدا اِن فقہا سے سمجھے اُنہوں نے بال کی کھال نکال کر اسے ایک ایک ٹوٹیا دیا ہے۔ مچھر کو ہل کر بھینسا کر دیا ہے اسلام اور مذہبوں کی طرح ایک بھول بھلیاں ہو گیا۔ مگر خیریت صرف اتنی ہے کہ ہمارے پاس قرآن پاک موجود ہے اور احادیث نبوی بھی۔ اگر دُنیا کے تمام کٹھ مُلا ہیضے یا طاعون میں ایک بارگی مرجائیں تو ہمیں اتنا نقصان بھی نہ ہوگا۔ جتنا دُنیا کے تمام چوہوں کے مرجانے سے بلکہ ہم میں از سرِ نو پھر وہی سچا ایمان اور خالص جوش آجائیگا۔ جو قرونِ اولیٰ کے مُسلمانوں میں تھا*

نسیم۔ خدا پناہ میں رکھے اِس خوفناک فرقے سے۔ اور لطف یہ کہ ایک مولوی دوسرے مولوی کو جاہل اور بے ایمان سمجھتا ہے اور پیٹھ پیچھے خوب ہی مُنہ بھر بھر کر غیبت کرتا ہے میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی مولوی دوسرے مولویوں کی بُرائی نہ کرے تو وہ مولوی نہیں...... اور بھائی فتوےٰ دینے میں بھی مولوی ایسے حاتم ہوتے ہیں کہ جس قسم کا چاہیئے فتویٰ لے لیجئے اپنی داڑھی کی ایک جنبش سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب سے کوئی پوچھنے آیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے مگر اب میں اسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ خدا را کوئی سبیل نکالیئے مولوی صاحب بولے۔ چپ مردود اب طلاق ہو گئی۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

جا دُور ہو"۔ وہ چلا گیا پھر لوٹ کر آیا اور مولوی صاحب کے سامنے پانچ روپیہ رکھ دیئے۔ اور ہاتھ جوڑ کر کہا" مولوی صاحب میری بیوی کو مجھ سے نہ چھوڑا یئے نہیں تو میں تنیم ہو جاؤنگا" روپیئے میں عجیب جادو تھا۔ مولوی صاحب نے داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور پوچھا تو نے طلاق تا تو سے زبان لگا کر) دی تھی کہ تلاق"؟ اس نے کہا میں نے تو مولی صاحب تلاق دی تھی۔ کہنے لگے" اگر تو نے صرف تلاق دی تھی تو جا اپنی بیوی کے ساتھ رہ تیری طلاق نہیں ہوئی"۔ یہ تو مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ اور یوں تو مولوی صاحبان بھی ایسی دماغی قلا بازیاں روز ہی دکھایا کرتے ہیں +

شمیم۔ واہ اور آپ ایک بات تو بھول ہی گئے۔ علم فقہ میں مولویوں کو عورتوں اور مردوں کی طہارت کے مختلف پیچیدہ مسئلے بھی بر زبان یاد ہوتے ہیں۔ اور ایسے چٹخارے لے لیکر وہ ہر ہر حالت اور ہر ہر حرکت کی بابت عالمانہ مسئلے بیان کرتے ہیں کہ شرابی کباب کے اور شیعی گنڈیریوں کے مزے کیا کہا کر بیان کرے گا۔ اُن کی کتابیں سلامتی سے فحش ناولوں سے بھی زیادہ فحش اور ننگی ہوتی ہیں۔ مگر انہیں شرم نہیں آتی اور شرم آئے تو کیسے آئے۔ جس کو وہ اپنے ہمسایہ کی بکری یا مرغی کی طرح بھون کر چٹ کر گئے ہوں وہ سامنے آئے تو کیسے آئے۔ وہ قیامت ہی کے دن دامنگیر ہو تو ہو۔ اتنے میں گاڑی کے چلنے کی گھڑ گھڑاہٹ اور رفتار کی کمی اور بار بار پٹریاں بدلنے کی آواز نے اُن لوگوں کو آگاہ کر دیا۔ کہ کوئی بڑا اسٹیشن قریب ہے +

خورشید۔ یہ کون اسٹیشن ہے +

شمیم۔ (گھڑی دیکھ کر) ½ ۱ بجے ہیں۔ میرے خیال میں یہ بریلی جنکشن ہے۔ یہاں پر گاڑی بدلنی ہوگی۔ کہیئے آپ کی طبیعت کیسی ہے۔ (ہاتھ دیکھ کر) اب تو بخار نہیں معلوم ہوتا۔ صرف خفیف سی حرارت ہے +

خورشید۔ (ہنسکر) آپ لوگوں نے بیچارے مولویوں پر اپنا ایسا بخار اتارا کہ میرا بخار بھی آپ کے ڈر سے اُتر گیا۔ اب مجھ کو کچھ طاقت بھی معلوم ہوتی ہے +

نسیم "مگر وہ تو مولویوں کے ایک خاص فرقے کے متعلق تھا آپ کیوں ڈر گئے۔ لیجئے بریلی اسٹیشن آگیا۔ گاڑی ابھی بالکل رُکی نہیں تھی۔ کہ انکے کانوں میں یہ صدائیں آنے لگیں" قلی"۔ قلی"۔ قلی"۔ قلی" اور ایک نیلیں پوش جمعیت یہ صدائیں بلند کرتی ہوئی چلتی ہوئی گاڑی کے ساتھ ہو گئی +

نسیم۔ ادھر آؤ ادھر آؤ صرف تین قلی زیادہ نہیں +

شمیم۔ (خورشید سے) آپ ابھی یہیں رہیئے میں سب انتظام کروں۔ لکھنؤ کی گاڑی دوسرے

پلیٹ فارم پر کھڑی ہوگی یا آتی ہوگی۔ میں گاڑی میں جگہ نکال لوں پھر آپ کو اور آپ کی ہمشیرہ کو آسانی سے بٹھلا دیں گے۔ یہ کہکر شمیم گاڑی سے اُترا +

شمیم۔ (قلیوں سے) لکھنؤ کی گاڑی ابھی آئی کہ نہیں آئی +

قلی۔ جی حضور آگئی۔ کھڑی ہے +

شمیم۔ اچھا اسباب نکالو۔ ہم ابھی آتے ہیں۔ یہ کہکر شمیم زنانے درجہ کی طرف لپکا +

شمیم۔ (وہاں پہنچکر ماہ طلعت سے) آپ ابھی یہیں بیٹھی رہیئے ابھی نہ اتریئے گا۔ لکھنؤ کی گاڑی کھڑی ہے۔ میں آپکے لئے ایک آرام دہ جگہ تجویز کرلوں پھر آپ کو آکر لے جاؤں گا +

ماہ طلعت۔ (دھیمی آواز میں) بہت اچھا +

شمیم۔ اور سنئے آپکے بھائی جان کو میں نے ہومیو پیتھک کی چار گولیاں دی تھیں۔ اسکا اثر یہ ہوا کہ اِن کو خوب پسینہ آیا۔ اور بخار قریب قریب اتر گیا۔ میں نے اِن کے کپڑے بدلوا دیئے۔ اور اب اُن کو درد سر کی بھی شکایت نہیں۔ اچھے خاصے ہیں۔ اور مجھ سے اور نسیم سے راستے میں بہت اچھی طرح باتیں کرتے رہے +

ماہ طلعت۔ (بیحد خوشی کے لہجے میں) تو کیا بھائی جان اب بالکل اچھے ہیں؟ +

شمیم۔ جی ہاں قریب قریب بالکل اچھے ہیں۔ اِن کا بخار جس سرعت سے چڑھ گیا تھا اسی سرعت سے اُتر بھی گیا۔ اب صرف خفیف سی حرارت باقی ہے +

ماہ طلعت۔ (آہستہ سے) یا اللہ تیرا ہزار ہزار شکر ہے۔ تونے کیسا میرے بھائی جان کو اچھا کردیا (شمیم سے) وہ کہاں ہیں۔ مجھے انہیں دکھا دیجئے۔ بس تھوڑی ہی دیر کے لئے دکھا دیجئے میں آپ کی بڑی ممنون ہوں گی +

شمیم۔ (بہت ملائمیت سے) آپ گھبرایئے نہیں۔ میں آپ کو ابھی انہیں دکھا دونگا ذرا میں آپ سب کے بیٹھنے کا انتظام کرلوں۔ آپ یہیں اطمینان سے بیٹھی رہئے میں ابھی آتا ہوں +

انجم آرا کے والد۔ السلام علیکم۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟

شمیم۔ (نہایت تپاک سے) وعلیکم السّلام میں لکھنؤ کی گاڑی میں سواریوں کے بٹھانے کا انتظام کرنے جا رہا ہوں۔ آپ کہاں تک جایئے گا +

انجم آرا کے والد۔ میں بھی لکھنؤ جا رہا ہوں۔ اگر آپ کی رائے ہو تو جس درجہ میں آپ اپنے یہاں کی سواری بٹھلائینگے۔ وہیں میرے یہاں کی سواریاں بیٹھ جائیں +

شمیم۔ (مسکراتے ہوئے) نہایت خوشی سے مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ میں ان کے لئے بھی سامان کر دوں گا۔ آپ ذرا مہربانی فرما کر اسباب سنبھال لیجئے گا۔ میں ابھی آتا ہوں ۔
انجم آرا کے والد۔ بہت اچھا۔ بہت اچھا۔ آپ جائیے۔ میں اسباب دیکھ لوں گا ۔

شمیم جلدی جلدی قدم بڑھاتا ہوا اس پلیٹ فارم پر پہنچا جہاں لکھنؤ کی گاڑی کھڑی تھی۔ دیکھا تو ایک پوری سکنڈ کلاس کی گاڑی خالی کھڑی ہے اور اسی سے ملا ہوا انٹر کلاس کا ایک درجہ ہے۔ وہ بھی بالکل خالی۔ دل میں بہت خوش ہوئے۔ قریب قریب دوڑتے ہوئے آپ پھر وہاں پہنچے جہاں خورشید اور نسیم کو چھوڑ آئے تھے ۔

شمیم۔ (قلیوں سے) اسباب اٹھاؤ جلدی میرے ساتھ چلو۔ جلدی کرو (پیر پٹک کر) جلدی کرو۔ میرے ساتھ ساتھ چلے آؤ۔ "نسیم تم ابھی یہیں رہو" یہ کہتے ہوئے قلیوں کو ساتھ لئے گئے۔ جا کر سکنڈ کلاس پر قبضہ کر لیا ۔

شمیم۔ سکنڈ میں اسباب رکھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔ اور دیکھو یہ جو اس کے ساتھ انٹر لگا ہے اس پر بھی قبضہ کرو۔ اس میں سواریاں بیٹھنگی خبردار کوئی آنے نہ پائے۔ اور دیکھو اس انٹر میں یہ بستر کھولکر فوراً بچھا دو۔" یہاں سے سیدھے وہاں گئے جہاں ماہ طلعت تھیں۔

شمیم۔ (انجم آرا کے والد سے) آپ کے قلی کہاں ہیں۔ یہ ہیں۔ اچھا (قلیوں سے) اسباب اٹھاؤ جلدی کرو۔ لیچلو۔ (ماہ طلعت سے) آپ ابھی ٹھہریئے۔ میں اسباب رکھوا دوں پھر آپ سواریوں کو لے آیئے گا۔ اسباب رکھوا کر شمیم پھر وہیں واپس آئے ۔

شمیم۔ (ماہ طلعت سے) آیئے چلئے۔ (انجم آرا کے والد سے) آپ بھی سواریاں لے چلئے بڑا اچھا ہوا ایک پورا خالی سکنڈ کلاس مل گیا اور اس سے بالکل ملحق ایک خالی ڈیوڑھے درجہ بھی مل گیا۔ اب یہاں سے انشاءاللہ۔ سواریوں کو کوئی تکلیف نہ ہوگی اور نہایت آرام سے سوتی ہوئی جائیں گی ۔

شمیم۔ (نئے درجوں کے پاس پہنچکر ماہ طلعت سے ایک خفیف مسکراہٹ کے ساتھ) دیکھئے یہ بستر آپ کے لئے بچھوا دیا گیا ہے۔ اب اسی پر آرام فرمایئے گا۔ اب زیادہ تکلف اچھا نہیں آپ بالکل سوئی نہیں ہیں۔ لکھنؤ صبح ۸ بجے کے قریب پہونچینگے آپ کو بہت کافی وقت آرام کے لئے مل جائیگا۔ اچھا اب جا کر اس میں بیٹھئے۔ میں آپ کے بھائی جان کو لے آؤں (انجم آرا کے والد) آپ ذرا مہربانی فرما کر اسباب دیکھ لیجئے اور سواریوں کو بٹھلا دیجئے۔ میں ابھی دو منٹ میں آیا

(قلیوں سے) دیکھو ایک قلی ہمارے سامنے آئے +

یہ کہکر شمیم یہ جا وہ جا۔ نظر سے غائب ہوگیا۔ سواریاں سب بیٹھ گئیں +

شمیم۔ (خورشید علیخاں سے) آیئے اب آپکی باری آئی ہے۔ چلئے آپکے لئے سب چیزیں طیار ہیں۔ مگر ایک شرط ہے۔ آپ کو میں گود میں لیجاؤں گا +

خورشید۔ (ہنس کر) نہیں میں پیدل جاؤں گا۔ میں پیدل جا سکتا ہوں +

شمیم۔ جی نہیں، آج تو آپکو میں گود میں اُٹھا کر لیجاؤں گا آپ میں ابھی چلنے کی طاقت نہیں ہے بہت تکان ہو جائیگی"۔ یہ کہکر شمیم نے ہنستے ہوئے خورشید علی کو گود میں اُٹھا لیا۔ خورشید علی نے تھوڑی سی کشمکش کی مگر پھر راضی برضا ہو کر مقابلہ کرنا بند کر دیا اور ہنستے ہوئے گود میں بیٹھے چلے گئے +

شمیم۔ (نسیم سے) نسیم قلی سے کہو کہ اِن کا بستر یوں ہی جلدی سے لپیٹ کر لے آئے اور سکنڈ میں فوراً جا کر بچھا دے +

جب شمیم اپنے نئے درجہ کے قریب آئے تو انجم آرا اور ماہ طلعت جو دونوں برقعوں میں سے دیکھ رہی تھیں بے اختیار ہنس پڑیں اور ماہ طلعت اپنے بھائی کو اسقدر اچھا دیکھکر بیحد خوش ہوئی +

انجم آرا۔ واہ یہ اچھا تماشہ ہے۔ شمیم صاحب بھی عجیب دلچسپ آدمی ہیں۔ آپکے بھائی جان کو اس مزے سے لا رہے ہیں۔ جیسے لکھنؤ میں بعض جگہ دولہا دولہن کو لاتا ہے +

ماہ طلعت۔ واقعی شمیم صاحب نہایت دلچسپ شخص ہیں۔ ہر وقت ہنستے رہتے ہیں۔ اور دوسروں کو ہنساتے ہیں۔ ایسے آدمی بہت کم ہوں گے +

انجم آرا۔ (ہنس کر) پورے ہندی گیتوں کے سانولیا ہیں +

ماہ طلعت۔ (چٹکی لیکر) توبہ تم کیسی شوخ ہو۔ تمہاری اماں جان سُن لیتیں تو تمہیں کاٹ ہی ڈالتیں +

انجم آرا۔ (مسکرا کر) اُونھ اِس شور و شر میں کون سنتا ہے۔ ایمان کی کہئیگے ایمان ہے تو سب کچھ ہے +

ماہ طلعت۔ اوہو رے آپکا ایمان۔ دیکھئے ذرا ایمان ایمان کرتے کرتے کہیں کچھ کر نہ بیٹھئیگا ہاں نہیں تو پھر بعد کو کچھ بنائے بھی نہ بنے +

انجم آرا۔ (ہنستے ہوئے) آپ پہلے اپنی خبر لیجئے جو دولت حُسن و شباب سے مالامال ہیں۔ ہم غریبوں کے یہاں کون دیوانہ چوری کرے گا؟ +

ماہ طلعت۔ (ہنسی ہیں) آپ ہی کسی کو دیوانہ بنا کر چوری کرا دیجئے گا +

انجم آرا۔ دیوانہ تو میں کیا بناؤں گی۔ دیوانہ بنانیکا حال تو یہ ہے کہ شمع ایک اور پروانے

دو ہیں حسن کا جادو بھی غضب کا ہوتا ہے۔ یا تو یوسف کے حسن سحر کار نے ایک وشت پیما کاروان کو کنعان کے تاریک کنویں تک کھینچ لایا تھا۔ یا پھر آپ کے حسن کرشمہ ساز نے تاریکی شب کے پردے میں سے دو بھولے بھولے خریداروں کے قدم بے اختیار اپنی طرف پھیر دیئے پھر بتایئے دیوانہ بنانے کی صفت کس میں ہے مجھ میں ہے کہ آپ میں ؛

ماہ طلعت۔ (شرماکر) آپ تو ابھی فتنہ ہیں کوئی دن میں قیامت ہوں گی ذرا سوا نیزہ پر آفتاب تو آنے دیجئے۔ پھر دو خریداروں پر کیا موقوف ہے ایک عالم آپ کا دیوانہ ہوگا اور بقول شخصے۔ اس حشر کے پہلے ہی ایک حشر بپا ہوگا ؛

انجم آرا۔ کیوں نہیں۔ واہ واہ اُس وقت تک آپ کے حسن قاتل سے کوئی بچنے بھی پائے گا! ؛

ماہ طلعت۔ جب آپ حشر بپا کریں گی تو یہی شہیدان ناز تو زندہ ہوکر یہ صدا بلند کرینگے' لبیک لبیک یا انجم آرا لبیک ؛

انجم آرا۔ تو اس میں کیا مشکل ہے۔ میں آپ ہی کے گھر کا راستہ سب کو بتا دونگی، آپ جانیں اور آپ کا کام۔ بندی بری الذمہ ہو جائے گی ؛

ماہ طلعت۔ (مذاق میں آپنے گالوں پہ ایک خاص ادا سے چُپکے چُپکے طمانچہ مار کے) توبہ توبہ ہم کیسی خراب باتیں کر رہے ہیں۔ اللہ میاں سُن لیں تو مار ہی ڈالیں ؛

انجم آرا۔ ارے بہن اس شور و شر میں کون سُنتا ہے ؛

ماہ طلعت۔ (ہنس کر) تم بڑی شریر ہو ؛

انجم آرا۔ تو اس میں تعجب کی کون بات ہے۔ اسکول میں سوائے شرارت کے اور سکھایا ہی کیا جاتا ہے ؛

ماہ طلعت۔ (ہنسکر) اچھا تو یہ بات ہے۔ اب راز کھلا۔ جب ہی میں کہوں کہ چودہ برس کی لڑکی اور باتیں کیسی تڑاق پڑاق کرتی ہے ؛

انجم آرا۔ اے ہے بڑی بوڑھی۔ اگر میں لڑکی ہوں تو آپ مجھ سے کئی سو برس بڑی ہیں ماما حوا کو تو آپنے دیکھا ہی ہوگا۔ اور بابا آدم کو؟ نہیں اُن کو غالباً آپنے نہیں دیکھا۔ شاید جب اُن کا انتقال ہوا ہے تو آپ بہت چھوٹی تھیں ؛

ماہ طلعت۔ (ہنستے ہوئے) اوفوہ! سچ کہتی ہوں۔ سنتی تھی کہ اسکول کی لڑکیاں بڑی آفت کی پرکالہ ہوتی ہیں۔ مگر آج دیکھ لیا ؛

انجم آرا۔ ہاں ہاں کیوں نہیں۔ اور آپ تو بڑی بھولی ہیں۔ کیا کہنا آپ کا۔ ارے توبہ آپ کو ایسی

تیز مزاج ہیں کہ خدا کی پناہ جو ذرا چھیڑے اِس کے ہوش اڑ جائیں ۔ یہ لیجئے ۔ وہ آپکے شمیم آگئے ہیں ۔" دونوں نے فوراً چہرہ پر نقاب ڈالدیئے +

انجم آرا ۔ اے شرماتی کیوں ہیں ۔ جائیے جائیے آپ کو بلاتے ہیں ۔ جائیے جائیے ہم کچھ نہ کہینگے (ماہ طلعت بہت شرمیلی ادا سے اٹھیں اٹھ کر کھڑکی کے قریب گئیں) +

شمیم ۔ چلیئے آپکے بھائی جان آپ کو بلاتے ہیں +

ماہ طلعت ۔ کہاں +

شمیم ۔ وہیں سکنڈ کلاس میں ۔ ہم اور نسیم ہٹ جائیں گے +

ماہ طلعت ۔ اچھے تو ہیں ؟ +

شمیم ۔ "جی ہاں ۔ اچھے ہیں ۔ وہ تو خود آرہے تھے ۔ مگر میں نے اُن کو منع کردیا ۔ ابھی اِن کا چلنا ٹھیک نہیں ۔" یہ کہہ کر گاڑی کا پٹ کھولدیا +

شمیم ۔ آیئے ۔ چلی آیئے +

ماہ طلعت ۔ (انجم آرا سے) مجھے بھائی جان نے بلایا ہے ۔ میں جاتی ہوں ۔ ابھی آجاؤنگی جی لگا ہے ذرا انہیں دیکھ آؤں +

انجم آرا ۔ ارے مجھ سے کاہیکو کہتی ہیں ۔ جایئے جایئے ۔ ہم تو شمیم صاحب کو دیکھ کر ہی سمجھ گئے تھے ۔ کہ اب آپ کا ٹھہرنا مشکل ہے +

ماہ طلعت ۔ تم اپنی شرارت سے باز تھوڑی آؤ گی ۔ سچ ۔ ہم ابھی آجائیں گے ۔" یہ کہکر ماہ طلعت بہت آہستہ سے اتریں اور شمیم کے پیچھے پیچھے ہولیں ۔ دو قدم پر سکنڈ کلاس کا دروازہ تھا ۔ وہاں نسیم مشتاق دیدار کھڑے تھے ۔ چپراسیوں کی بی مستعدی سے پٹ کھولدیا ۔ اور بہت ادب سے الگ ہو گئے تھے اور ماہ طلعت برقع سنبھالتی ہوئی گاڑی میں داخل ہوئیں ۔ مگر اُنکو کیا خبر تھی کہ سوقت نسیم کے دل پر کیا گذر رہی ہے ۔ وہ اِس قدر مبہوت تھا کہ اگر اِس سے اِس وقت کوئی پوچھتا کہ تم اپنے پیروں پر کھڑے ہو کہ سر پر تو یقیناً کہتا کہ سر پر ۔ دل کی حالت یہ تھی کہ کبھی معلوم ہوتا تھا ۔ کہ اب رُکا اب رُکا اور کبھی بلیوں اُچھلنے لگتا تھا ۔ الغرض بیچارے نسیم کی عجیب حالت تھی ۔ ہم کیا بیان کریں اور اگر اِن سے بھی کہا جاتا تو وہ شاید خود بھی نہ بیان کر سکتے ۔ کہ اِن پر کیا گذری +

شمیم ۔ اعلیٰ حضرت اِس وقت آپ کہاں ہیں ۔ زمین پر کہ آسمان پر ۔ ذرا پٹ تو بند کیجئے یا وہ بھی اپنے منہ کی طرح کھلا ہی رکھیئے گا (اور یہ کہکر زور سے ہنسا) +

نسیم۔ دفعتاً چونک پڑا اور شرما گیا پھر اُس نے بات بنا کر کہا "کچھ نہیں میں یہ سوچ رہا تھا۔ کہ یہ گاڑی اب چھوٹے گی اور کس وقت لکھنؤ پہنچے گی" ✦

شمیم۔ (مسکرا کر) بیشک۔ بیشک۔ من خوب می شناسم پیران پارسا را۔ اچھا اب یہاں سے ٹہلنے لگا ابھی کہیں جا کر ان پڑیں گے ✦

نسیم۔ یہ اچھی رہی۔ ہماری گاڑی میں تو اُن کو بٹھلا دیا۔ اب ہم کہاں بیٹھیں۔ تمہارے سرپر ✦

شمیم۔ آپ بھی ایسے ننھے نادان ہیں کہ ہر کام میں دوسروں کے دست نگر رہتے ہیں۔ سوائے نظر بازی عشق بازی اور گھو بازی کے آپ کو آتا ہی کیا ہے چلئے آپ کو کہیں کسی زنانہ درجہ میں آپ کے بھنوں کے ساتھ بٹھلا دوں ✦

نسیم "اچھا چلئے چلئے۔ گاڑی چھوٹ رہی ہے رہ جائیگا" نسیم کو شمیم نے ایک پاس ہی سکنڈ کلاس تھا۔ اس میں بٹھلا دیا۔ اور خود نارنگیاں خریدنے لگا۔ اتنے میں گاڑی چل دی شمیم نارنگیاں جیب میں بھرتا ہوا۔ دوڑا۔ اور جو پہلا درجہ اس کے سامنے پڑا اُسے جلدی سے کھول کر گھس گیا یہ فرسٹ کلاس (یعنی اول درجہ) تھا روشنی اُس کی بجھا دی گئی تھی۔ صرف نائٹ لائٹ جل رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ بیچ کی برتھ (یعنی گدی) خالی تھی اور ایک طرف کی برتھ پر ایک بلا کی حسین نوجوان یورپین لڑکی سو رہی ہے۔ اُس کی سونیکی ادا قیامت خیز تھی۔ شمیم اسے دیکھ کر بالکل ایک سکتے کے عالم میں ہوگیا۔ اور کچھ دیر کے لئے اس کی آنکھوں کے نیچے اندھیرا سا آگیا۔ بدن میں ایک عجیب سنسناہٹ سی معلوم ہونے لگی۔ وہ فوراً بیچ کی برتھ پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر میں اُس کی طبیعت کچھ سنبھلی۔ مگر دل میں ابھی اختلاجی کیفیت باقی تھی۔ بیٹھنے کو بیٹھ گیا پھر سوچنے لگا کہ میں نے یہ کیا حماقت کی ایک ایسے درجے میں گھس آیا جس میں ایک لڑکی سو رہی ہے۔ اگر وہ دفعتاً جاگ جائے تو نہ معلوم کیا کرے۔ جلدی سے مڑ کر دیکھا تو اس طرف کی برتھ پر ایک اور یورپین لیڈی کو سوتے دیکھا۔ مگر وہ شمیم کی طرف پیٹھ پھیرے سو رہی تھی۔ اور روشنی بھی اس طرف صاف نہیں پڑتی تھی۔ اس لئے اس کی صورت نہ دیکھ سکا۔ دوسری عورت کو دیکھ کر شمیم کے دل کو کچھ ڈھارس ہوئی کہ خیر ہم اس لڑکی کے ساتھ اکیلے تو نہیں ہیں۔ بہت دیر تک کبھی شمیم اس لڑکی کو دیکھتا تھا اور کبھی اس یورپین لیڈی کو عجیب کشمکش میں تھا۔ کہ کیا کروں۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا قصہ تھا۔ ڈر بھی تھا۔ اور ڈر کے ساتھ ہی ایک خفیہ دبی ہوئی خواہش یہ بھی تھی۔ کہ کسی تدبیر سے اس مست خواب نازنین کے ہوش ربا حسن کو دیکھتا رہے۔ اور اس سے جدا نہ ہو۔ گاڑی ایک چھوٹے سے

اسٹیشن پر بڑی عقل کہتی تھی کہ اِس درجہ سے اُٹھ کر دوسرے درجے میں چل۔ مگر دل خانہ خراب کی
صلاح کچھ اور ہی تھی۔ اِس کشمکش میں ابھی کچھ طے نہیں کیا تھا کہ گاڑی پھر چل دی۔ شمیم اُٹھتا اُٹھتا
بیٹھ گیا۔ پھر سوچا کہ "اُونھ ہوگا بھی کوئی ہمارا کیا کریگا۔ کچھ کسی کی چوری ہتھوڑی کرنے آئے
ہیں"۔ گاڑی اسٹیشن سے نکل گئی۔ اور شمیم پھر اِسی اُدھیڑ بن میں پڑ گیا۔ قسم قسم کے خیالات اُس کے
دماغ میں پھر رہے تھے۔ دن بھر کا تھکا ہوا تھا۔ اِدھر اُدھر بہت دوڑا پھرا تھا۔ رات
بھی بہت ہو گئی تھی۔ کچھ دیر کے بعد نیند سے آنکھیں بھاری بھاری معلوم ہونے لگیں۔ سر
حالت غنودگی میں اِس برتھ کے ہتھے پر رکھدیا اور ایک بے خبری کے عالم میں اسے نیند آگئی
اور وہ سو گیا...... اودھر نسیم سے اور اُن کے والد کے ایک پرانی وضع کے ملاقاتی سے مڈبھیڑ
ہو گئی اور اُنہوں نے نسیم سے اِس قدر باتیں کیں اِس قدر باتیں کیں کہ نسیم کی آنکھ لگ گئی اور وہ اسی
سکنڈ کلاس میں لیٹ کر سو گیا۔ بلکہ اِن صاحب نے بھی نسیم کو بار بار ہدایت کی تم سو جاؤ۔ باتیں
بھی کرتے جاتے تھے اور سو جانے کی بھی ہدایت ہوتی جاتی تھی۔ آخر میں نسیم نے سعادتمندی کا
یہی تقاضا سمجھا کہ سو جائیں اور وہ سو گئے...... انجم آرا نے کچھ دیر ماہ طلعت کا انتظار کیا اور پھر اس کے
بعد انہوں نے بھی اونگھنا شروع کیا اور اونگھتے اونگھتے عالم رویا کی سیر کرنے لگیں۔ ماہ طلعت اور
خورشید علی بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ خورشید نے ماہ طلعت سے شمیم کی تمام باتیں بالتفصیل
کہیں اور شمیم کے محبت آمیز برتاؤ کی بہت تعریف کی۔ ماہ طلعت خورشید کا سر دبانے لگی آرام ملنے
سے نیند آگئی مگر ماہ طلعت برابر سر دباتی ہی رہی۔ کبھی کبھی اُس کو بھی نیند کا جھونکا آجاتا تھا۔ مگر
پھر سنبھل کر وہ بھی محبت کے جوش میں اپنے چہیتے بھائی کا سر دبانے لگتی تھی۔ کچھ دیر کے بعد
گاڑی چلتے چلتے ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر جس کے اردگرد جنگل ہی جنگل تھا رُکی۔ اسٹیشن پر روشنی
بہت کم تھی۔ ایک اونگھتا ہوا اسٹیشن ماسٹر تھا۔ اِس کے علاوہ ایک آدھ اور ریلوے کے
ملازم تھے جن کی طرز گفتگو اور چلنے پھرنے کے طریقے سے یہ صاف پتہ چلتا تھا کہ یہ نیند کے متوالے
بھی سو سو کر اُٹھے ہیں اِس اسٹیشن پر اِس وقت کوئی مسافر بھی اُترنے والا نہ تھا۔ صرف کچھ دور پر تین
آدمی قوی ہیکل۔ سیاہ فام کسی ہوئی دھوتیاں باندھے سر پر ایک لمبا سا میلا کپڑا لپیٹے
جس سے اِن کا چہرہ قریب قریب چھپ گیا تھا۔ آہستہ آہستہ رات کی تاریکی میں عجیب ڈراؤنی
نظروں سے گردن اُٹھا اُٹھا کر گاڑی کے درجوں کو دیکھتے جاتے تھے۔ آخر میں وہ اِس
فرسٹ کلاس کے سامنے جس میں شمیم سو رہا تھا کچھ دیر جھانکنے کے بعد ٹھہر گئے۔

ایک آدمی - (دبی ہوئی آواز میں) اِس درجے میں دو عورتیں اور ایک نوجوان مرد ہے۔ یہ لوگ بہت امیر معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ اِن کے پاس اسباب اور بکس وغیرہ بہت ہیں۔ تمہاری کیا رائے ہے +

دوسرا آدمی - (چپکے سے) کالی جی کا نام لیکر انہیں پر چھاپہ مارو پھر دیکھا جائیگا +

تیسرا آدمی - ہماری بھی یہی رائے ہے +

پہلا آدمی - اچھا تو جگنو تم اِس نوجوان پر چھرا لیکر کھڑے ہو جانا - اور تم چھیتھڑا اسباب نکال نکال کر باہر پھینکنا - اور میں اِن دونوں عورتوں کو ٹھیک کر لونگا۔ سمجھے +

دونوں - اچھا اچھا ....

پہلا - اور دیکھو جب گاڑی چلے تو اِسی کے پائدان پر دبک کے کھڑے ہو جانا۔ پہلے پٹ کھول کر ہم گھسینگے پھر تم دونوں ہمارے پیچھے چپ چاپ چلے آنا"...... اتنے میں گاڑی سیٹی دیکر چلدی یہ تینوں آدمی فرسٹ کلاس کی گاڑی کے پائدان پر چڑھ کر دبک گئے - جو پہلے بولا تھا - اور جس کا نام تیگو تھا - اُس نے چپکے سے پٹ کھولکر دھکا دیا - پٹ کھل گیا - پھر وہ آہستہ آہستہ اندر داخل ہوا - اِس کے پیچھے اُس کے دونوں ساتھی اِسی طرح گھسے - جگنو جو سب سے قوی تھا - وہ ایک لمبا سا چھرا نکال کر شمیم کے آگے کھڑا ہو گیا اور بقیہ دونوں نے اسباب کی طرف توجہ کی پہلے اُنہوں نے ایک کیش بکس باہر پھینکا - پھر ایک سوٹ کیس پھر دوسرا سوٹ کیس - اتنے میں اس نوجوان لڑکی نے نیند ہی میں اپنا ہاتھ سر کے نیچے سے اُٹھا کر اپنے سینے پر رکھ لیا - مدھم سی روشنی تھی اُسی میں اُس کی ہیرے کی چوڑی چمکی +

جگنو چھیتھڑ تم اِس عورت کے پاس جاؤ - ہوشیار رہنا - میں اِس لڑکی کے پاس جاتا ہوں دیکھو اُس کی چوڑی جو چمک رہی ہے کئی ہزار سے کم نہ ہوگی میں اس کے لئے جاتا ہوں تم دونوں ہشیار رہنا - خبردار" - یہ کہکر وہ اِس لڑکی کیطرف بڑھا - اور نہایت آہستگی سے اُس نے چوڑی اُتارنا چاہی لڑکی پھر کلبلائی اور ہاتھ اپنے سر کے اوپر رکھ کر پھر سو گئی - جگو نے پھر ہاتھ سے چوڑی نکالنا چاہی - ابکی وہ جاگ گئی - آنکھ کھولی تو ایک سیاہ بدصورت قوی ہیکل آدمی کو اپنے سامنے کھڑا ہوا دیکھا +

لڑکی - (ایک لمبی چیخ مار کر انگریزی میں) چور! چور! چور!

گاڑی بہت زور سے چل رہی تھی - آواز باہر جانا محال تھی - مگر شمیم اور دوسری یورپین لیڈی چونک کر جاگ اُٹھے +

جگو۔ (چھُرا نکالکر لڑکی سے) اگر تم نے ذرا بھی آواز نکالی تو اِسی چھُرے سے حلال کر ڈالوں گا۔
اور اِسی قسم کی دھمکیاں جگنوں نے شمیم کو اور چیتھڑے نے دوسری لیڈی کو دیں ٭
جگو۔ (لڑکی سے) اپنی چوڑی چپکے سے نکال کر دیدے ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ لڑکی دم بخود پڑی
رہی کچھ بھی سمجھی نہیں ٭
جگو۔ (چوڑی کی طرف اشارہ کرکے) دیتی ہے کہ گلے پر چھُرا رکھکر اور دانت پیسکر حلال کر ڈالوں!
لڑکی سہم کر گھبرائی ہوئی آواز میں زور سے پھر چیخ اُٹھی ٭
شمیم۔ (جگو سے) ارے او حرامزادے جلاد یہ تیری زبان نہیں سمجھتی۔ اِس سے چوڑی لیلے
مگر اُسے کوئی نقصان نہ پہونچا۔ (لڑکی سے انگریزی میں) یہ ملعون آپ کی چوڑی مانگتا ہے۔
اِسے اُتار کر دیدیجئے ورنہ وہ آپ کو مار ڈالیگا۔ فوراً دیدیجئے۔ لڑکی سمجھ گئی اور چوڑی ہاتھ سے
نکال کر دینے لگی ٭
شمیم۔ (جگو سے) یہ لڑکی تیری زبان نہیں سمجھی تھی۔ میں نے انگریزی میں سمجھا دیا ہے۔ اِس
چوڑی لیلے وہ نکال کر دیدے گی مگر تجھے قسم ہے اسے جان سے نہ مارنا۔!! تو خوشی سے جو
چیز چاہے اُٹھا لیجا۔ میں کچھ نہ بولونگا" لڑکی نے ایک چوڑی نکال کر جگو کو دی۔ جگو شمیم کیطرف
پیٹھ کئے لڑکی پر چھُرا تانے جھُکا ہوا تھا۔ اِس کے بعد لڑکی نے دوسری چوڑی اتارنا شروع کی
شمیم۔ (اکبارگی آواز بنا کے ہاتھ اشارہ کرکے جگو سے) او وہ وہ دیکھو کیسی آگ لگی ہے۔ جگو
نے یکبارگی مڑکر پیچھے دیکھا۔ اور شمیم نے موقع پاکر جگنو پر دفعتاً جست کی۔ جگنو چونک کر پیچھے ہٹا
شمیم نے فوراً ہی ایک ہاتھ سے گلا دبا کر پیچھے دھکا دیا اور دوسرے ہاتھ سے ایک سخت جھٹکا
دیکر اُس کا چھُرا چھین لیا۔ اور چھین کر اُس کی آنکھوں میں فوراً زور سے بھونک دیا۔ وہ چیخا اور لڑکھڑا کر
پیچھے گرا۔ اِس سب کارروائی میں مشکل سے دو سکنڈ لگے ہوں گے۔ جگو جو اِس لڑکی پر جھکا تھا
شمیم کی طرف پیٹھ موڑے اِس لڑکی کی چوڑی اُتروا رہا تھا۔ شمیم کی آواز اور جگنو کی چیخ سُن کر
دفعتاً سیدھا ہوا اور مڑ کر دیکھا۔ کہ جگنو گرا ہوا ہے اور اُس کی آنکھ سے خون کا ایک فوارہ جاری
ہے۔ اِس نے چاہا کہ مڑکر شمیم پر وار کرے مگر قبل اس کے کہ وہ وار کرنے پائے یا اچھی طرح مڑنے پائے
شمیم نے نہایت پھُرتی سے اُس کی گُدی میں پوری طاقت سے چھُرا مارا۔ یہ کاری ضرب
لگا کر وہ لڑکھڑا کر آگے کو جھُکا۔ شمیم نے پھر دوسرا وار اُس کی بائیں طرف کی پیٹھ پر کیا۔ چھُرا
آدھا اِس کے جسم کے اندر گھُس گیا۔ اور وہ مُنہ کے بل فرش پر بڑے زور سے گرا۔

شاید تین یا پانچ سکنڈ کے اندر ہی اندر سب ہوگیا۔ چیتھڑ جو دوسری لیڈی پر چھرا تانے بیچ کی برتھ کے اُس طرف کونے میں کھڑا تھا۔ گالی دے کر شمیم کی طرف بڑھا۔ شمیم نے چلا کر انگریزی میں لیڈیز سے مخاطب ہو کر کہا "زنجیر کھینچ لو۔ زنجیر کھینچ لو۔ زنجیر فوراً کھینچ لو" لڑکی تو اس قدر سہم گئی تھی کہ کچھ دیر کے لئے اس کے تمام قویٰ مفلوج سے ہو گئے تھے۔ دوسری لیڈی نے فوراً زنجیر کھینچ لی۔ مگر اتنے میں چیتھڑ شمیم کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اور اُس نے گالی دیکر کہا "آج تم کو حلال کر ڈالا تو ہم چیتھڑ نہیں" یہ کہہ کر اُس نے شمیم پر حملہ کیا۔ بدقسمتی سے شمیم کو چھرا چلانے کا فن تو آتا نہ تھا مگر پھر بھی پھرتی سے وہ کود کر الگ ہو گیا۔ اور وار خالی دیا۔ چیتھڑ اپنے زور میں آگے جھک پڑا شمیم نے چیتھڑ پر وار کیا۔ مگر چھرا چیتھڑ کے بائیں شانے پر ایک گہری خراش ڈالتا ہوا پھسل گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شمیم گر پڑا مگر گرتے وقت اس نے بایاں ہاتھ بیچ کی برتھ کے ہتھے پر ٹیک دیا اور سنبھل گیا اور سنبھل کر اُٹھنا چاہا اس اثنا میں چیتھڑ سنبھل چکا تھا۔ اس نے شمیم پر ایک خونخوار درندے کی طرح جھپٹ کر چھرے سے حملہ کیا۔ چھرا شمیم کے بائیں بازو اور گردن کے بیچ میں گھس کر ہڈی میں چھد گیا۔ شمیم اکبارگی زور لگا کر سیدھا ہوا تو چھرا جو شمیم کے کاندھے سے گوشت اور گوشت کے نیچے اُس کی ہڈی میں گھس کر اٹک گیا تھا۔ فوراً نکل نہ سکا اور چیتھڑ کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ شمیم نے غصہ کے جوش میں اپنی پوری طاقت سے لپک کر چیتھڑ پر چھرا مارا چھرا چیتھڑ کے گلے میں گھس کر آر پار ہو گیا۔ اور وہ دھم سے فرش پر چاروں شانے چت ہو کر گر پڑا۔ شمیم کا چھرا ابھی اسی کی گردن میں بھنکا ہوا رہ گیا۔ اس درمیان میں دونوں لیڈیاں بڑی زور زور سے چیخ رہی تھیں۔ گاڑی میں بریک لگ رہا تھا اور اُس کی رفتار کم ہو رہی تھی۔ مگر گاڑی ابھی رُکی نہ تھی۔ شمیم کے شانے سے خون دھاریں نکل رہی تھیں اور چھرا اسی طرح اُس کے شانے میں گھسا ہوا تھا۔ تکلیف اُسے ضرور تھی مگر ابھی چوٹ گرم تھی۔ اتنے میں اُس نے دیکھا کہ جگنو اُٹھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ شمیم نے خیال کیا کہ اُس کی صرف آنکھ میں چوٹ ہے یہ شاید اُٹھ کر حملہ کرے اور ایسی حالت میں اس کا مقابلہ سخت دشوار ہوگا۔ لہذا قبل اس کے جگنو اچھی طرح بیٹھ سکے۔ شمیم اس کے اوپر ٹوٹ پڑا اور داہنے ہاتھ سے اس کا گلا دبا کر اپنا گھٹنا اس کے سینے پر رکھ دیا اور اسے گاڑی کے کونے میں زور سے دبا کر اس کے اوپر بیٹھ گیا۔ اس وقت تک گاڑی تھم گئی تھی اور ان یورپین عورتوں کی متواتر چیخیں سن کر لوگ اسی گاڑی کی طرف بھاگے ہوئے چلے آئے۔ دروازہ تو کھلا ہی ہوا تھا۔ یہاں آ کر دیکھا کہ

شمیم خون نہایا ہوُا ایک شخص کا گلا دبائے اُس کے اوپر چڑھا ہوُا بیٹھا ہے۔ اور دُو آدمی فرش پر پڑے ہیں اور اُن کے جسم سے خون کی دھاریں چل رہی ہیں۔ جو لوگ درجہ میں داخل ہوئے اُن میں نسیم بھی تھا۔ اِس نے شمیم کو اِس حالت میں دیکھا تو حالت بے اختیاری میں چلّا اُٹھا۔ "ارے شمیم! تم!" یہ کہتا ہوا شمیم کی طرف دوڑا۔ لوگوں نے روکا اور ان میں سے کئی آدمیوں نے مل کر شمیم کو اُٹھایا۔ اور جگنو کو پکڑ لیا +

نسیم۔ پیارے شمیم۔ یا اللہ تمہاری یہ کیا حالت ہے۔ خدا کے لئے بتاؤ تم کیسے ہو؟ بہت چوٹ تو نہیں لگی +

شمیم۔ گھبراؤ نہیں! چوٹ تو لگی ہے اور سخت۔ مگر بہت نہیں +

کئی آدمی۔ ڈاکٹر کو بلاؤ۔! ڈاکٹر کو بلاؤ۔! +

نسیم۔ خدا کے لئے کوئی جلدی ڈاکٹر کو بلاؤ۔ دیکھو کوئی ڈاکٹر ٹرین میں ہیں اتنے میں ایک انگریز بھیڑ کو چیرتا ہوُا اندر پہنچا۔ شمیم کے شانے سے خون کی دھاریں ابتک جاری تھیں۔

ڈاکٹر۔ (انگریزی میں) ہٹو۔ ہٹیرو۔ ہمیں دیکھنے دو (شمیم کا شانہ دیکھ کر) اوہ! زخم بہت گہرا ہے۔ چھرا جسم میں بالکل گڑ گیا ہے۔ یہ کہکر اِس نے چھرے کو نکالنا چاہا +

شمیم۔ (انگریزی میں) اووف! اووف! مت چھوئیے مت چھوئیے۔ بہت تکلیف ہوتی ہے۔

نسیم۔ حالت اضطراب میں) خدا کے لئے ڈاکٹر یہ بتا دو کہ زخم مہلک تو نہیں ہے +

ڈاکٹر۔ مہلک تو نہیں مگر ہاں خطرناک ہونے میں کوئی شک نہیں ..... اچھا دیکھو اِس بھیڑ کو ہٹاؤ۔ درجہ خالی کر دو۔ اور (اِن تینوں ڈاکوؤں کی طرف اشارہ کرکے) دیکھو اِن سب کو یہاں سے لیجاؤ۔ مجمع چھٹ گیا +

لڑکی۔ (بہت ہمدردی سے) آپ کے بہت سخت چوٹ تو نہیں آئی؟ +

شمیم۔ (مسکرا کر) جی نہیں۔ بہت سخت نہیں۔ آپ کو تو اِس بدمعاش نے کوئی جسمانی نقصان نہیں پہونچایا؟ +

لڑکی۔ جی نہیں۔ مگر آپ اُس کو مار کر گرا نہ دیتے تو وہ مجھ پر حملہ ضرور کرتا۔ اِس وقت تک گاڑی کی روشنی تیز کر دی گئی تھی۔ دوسری یورپین لیڈی شمیم کے سامنے آئی اُس کی عمر قریب چوبیس [24] یا پچیس [25] برس کی تھی۔ لمبا قد۔ نہایت موزوں بدن جس کے تناسب میں انتہا درجہ کی خوبصورتی اور دلفریبی تھی نقشہ بہت بھولا اور پیارا۔ آواز دلکش آنکھیں بادۂ محبت سے لبریز۔ بیحد رسیلی +

شمیم۔ ہلو مسز اسٹینلی! آپ کہاں؟

مسز اسٹینلی۔ (ہاتھ ملاکر) میں تو اِسی درجہ میں تھی۔

شمیم۔ (تعجب سے) او پھر وہ دوسری لیڈی آپ ہی تھیں۔ میں روشنی کی کمی کی وجہ سے آپ کو بالکل نہ پہچان سکا۔

مسز اسٹینلی۔ (شمیم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دباکر) تم بڑے بہادر ہو! میں تمہاری تعریف نہیں کر سکتی۔

شمیم۔ (مسکراکر) مسز اسٹینلی آج میرا ٹینس میرے کام آگیا اس کے لئے مجھے آپکا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔

مسز اسٹینلی۔ (مسکراکر) کیوں؟

شمیم۔ نہ آپ ہماری پارٹنر ہوتیں نہ ہمیں کبھی ٹینس آتا۔

مسز اسٹینلی۔ (ہنسکر مذاق میں) تم بڑے پرانے خوشامدی ہو! مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہاری طاقت اور تمہاری طاقت سے زیادہ تمہاری پھرتی نے تمہاری اور دراصل ہم سب کی جان بچائی۔ مگر تم میری بہت بڑی دوست مس مارگن سے واقف نہیں۔ تمہارا ان سے تعارف کرادوں (اس لڑکی سے) مسٹر شمیم! میرے بہت بڑے دوست اور میرے ٹینس کے پارٹنر بھی ہیں میں نے تم سے اکثر ان کا ذکر کیا ہے۔

مس مارگن۔ (شمیم سے ہاتھ ملاکر) مجھے آپ سے ملکر بیحد خوشی ہوئی۔ الکثیویا۔ مسز اسٹینلی آپ کا مجھ سے اکثر ذکر اور آپکے ٹینس کی خاص طور سے تعریف کرتی تھیں۔ مجھکو بھی آپ سے ملنے کا شوق تھا۔ خدا نے عجیب و غریب طرح ہم کو ملا دیا۔ (بہت گرم جوشی سے) میں آپ کی ہمت اور جرأت کی کافی طور سے تعریف نہیں کر سکتی اور نہ اس مردانہ وار امداد کا جو آپنے ہماری کی ہے۔ کافی طور سے شکریہ ادا کر سکتی ہوں۔

شمیم۔ (مسکراکر) میں کسی شکریہ کا مستحق نہیں۔ میں نے وہی کیا جو کسی اور شخص کو میری جگہ پر کرنا چاہیئے تھا۔ اور مجھکو بے انتہا خوشی ہے کہ حسن اتفاق سے میں آپکے اور اپنی دوست مسز اسٹینلی کے کچھ کام آسکا۔" اس کے بعد شمیم نے نسیم کا دونوں لیڈیز سے تعارف کرایا۔ پھر کہا۔

شمیم۔ (ڈاکٹر سے مخاطب ہوکر) ڈاکٹر اب میری چوٹ ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ خون بھی بہنا ابھی بند نہیں ہوا ہے چلیے کسی دوسرے درجے میں چلئے۔ اور وہاں جو کچھ آپ کر سکیں میرے لئے کیجئے۔ میں آپکا بہت ممنون ہونگا۔

ڈاکٹر۔ ہاں چلو میرے درجے میں چلو۔

شمیم۔ اچھی بات (کچھ یاد کرکے مس مارگن سے) وہ آپ کی چوڑیاں کہاں ہیں؟

مس مارگن۔ ایک تو میرے ہاتھ ہی میں ہے۔ اسکو میں اُتار نہ پائی تھی کہ ان ڈکیٹ کو آپنے مار کر گرا دیا۔

اور دوسری چوڑی اس کے ہاتھ میں تھی شاید وہیں گر گئی ہو (ڈھونڈھ کر) یہ ہے یہ ہے۔

شمیم۔ دیکھئے آپ کا اور اسباب سب ٹھیک ہے۔

مس مارگن۔ (اِدھر اُدھر دیکھ کر) نہیں میرا ایک کیش بکس اور دو سوٹ کیس نہیں دکھائی دیتے۔

شمیم۔ انہیں ڈاکوؤں نے لئے ہیں۔ مگر کہاں لے گئے (کچھ دیر سوچ کر) میرے خیال میں ان لوگوں نے چلتی ہوئی گاڑی میں کھڑکی سے گاڑی کے باہر پھینک دیئے ہونگے۔ (گارڈ سے جو وہاں کھڑا ہوا تھا) دیکھئے وہ بکس یہاں سے بہت دور نہ ہونگے۔ ڈیڑھ یا دو میل کے اندر ہی ہونگے فوراً انکی فکر کیجئے۔

مس مارگن۔ جو شخص میرے بکس لے آئیگا میں اسے سو پاونڈ انعام دوں گی۔

گارڈ۔ بہت اچھا۔ میں ابھی اس کا انتظام کرتا ہوں (یہ کہکر چلا گیا)۔

ڈاکٹر۔ مسز سٹینلی۔ مس مارگن۔ شمیم اور نسیم سب دوسرے فرسٹ کلاس میں جس میں ڈاکٹر صاحب تھے چلے گئے۔ بقیہ اسباب بھی وہیں رکھدیا گیا۔

ڈاکٹر۔ (شمیم سے) جب تک یہ چھرا نہ نکلیگا خون بند نہ ہوگا۔ تکلیف تو آپکو ہوگی مگر مجھے یہ چھرا نکال لینے دیجئے۔

شمیم۔ نہیں نہیں مجھے ناقابل برداشت تکلیف ہوگی۔ ابھی نہ نکالئے۔

مسز سٹینلی۔ مسٹر شمیم تم بہادر آدمی ہو چھرا کھانے سے ڈرتے نہیں۔ چھرا نکلوانے سے ڈرتے ہو۔

مس مارگن۔ (دل کو تسخیر کر لینے والی آواز میں) مسٹر شمیم میں آپ سے التجا کرتی ہوں کہ آپ ذرا دل مضبوط کر لیجئے اور ڈاکٹر صاحب کو چھرا نکال لینے دیجئے۔ نہیں تو مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی خرابی نہ پیدا ہو جائے۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ میری التجا کو قبول فرمائینگے۔

شمیم۔ اچھی بات ہے (ڈاکٹر سے) ٹھہریئے جب میں کہوں تو نکال لیجئے گا۔ اس کے بعد شمیم خوب زور سے مٹھیاں بند کر کے اور دانت جما کر بیٹھ گیا۔ اور کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

شمیم۔ اچھا ڈاکٹر اب نکال لو۔

ڈاکٹر نے ایک جھٹکا دیکر اُسے زور سے کھینچا۔ شمیم نے صرف آہستہ سے "اووف" کیا..... چھرا نکل آیا۔ اور اس کے نکلنے کے ساتھ ہی۔ اکبارگی بہت سا خون نکلا۔ ڈاکٹر نے زخم پر تولیا رکھدیا نکلتے ہوئے خون کو اس طرح روکا۔ پھر ڈاکٹر شمیم کو باتھ روم (غسل خانہ) میں لیگیا۔ نسیم بھی ساتھ گیا۔ وہاں شمیم کے کپڑے اُتار کر۔ ڈاکٹر نے ٹھنڈے پانی سے زخم کو اور اس کے جسم پر جہاں خون تھا اچھی طرح دھویا اور اپنے ایک دوا کے بکس سے دوا نکال کر زخم میں دوا بھری اور روئی رکھکر ایک چوڑی پٹی سے اچھی طرح باندھ دیا۔

ڈاکٹر۔ مسٹر شمیم تمہارا جسم بہت خوبصورت اور سڈول ہے صاف معلوم ہوتا ہے۔ ایک ایتھلیٹ

شمیم :- (نسیم سے) اُن کے کپڑے بدلنے ضروری ہیں آپ اُن کے لئے کپڑے لے آیئے +
نسیم :- بہت اچھا۔ ابھی لایا +
نسیم دوڑتا ہوا اِس سکنڈ کلاس کی طرف چلا جس میں خورشید علی اور ماہ طلعت بیٹھی تھیں اسٹیشن کی طرف کی کھڑکیاں بجز ایک کے سب بند تھیں بجلی کی روشنی جل رہی تھی پنکھا چل رہا تھا ماہ طلعت کچھ گھبرائی ہوئی خورشید علی کے پاس برقع اُتار کر مُنہ کھولے بیٹھی ہوئی تھی +
نسیم اس وقت کچھ تو بے خیالی اور کچھ پریشانی میں بھاگتا ہوا سکنڈ کلاس تک پُہنچا۔ اور جھٹ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا +
بجلی کی تیز روشنی میں ماہ طلعت واقعی اسم بامسمّی ہو رہی تھی۔ اِس کا دلفریب گورا گورا رنگ بجلی کی روشنی میں چمک رہا تھا۔ اُس کی خوبصورت سیاہ سیاہ آنکھیں اسوقت اور سیاہ معلوم ہو رہی تھیں اِس کے جگمگاتے ہوئے رخساروں میں گھبراہٹ کیوجہ سے سُرخی ایسی جھلک رہی تھی کہ جیسے بلورین پیمانے میں ارغوانی شراب چمکتی ہے۔ نسیم کی اور ماہ طلعت کی آنکھیں چار ہو گئیں۔ پھر فوراً ہی ماہ طلعت نے رومال سے منہ چھپا کر نسیم کی طرف پیٹھ موڑلی۔ نسیم جھجک کر کچھ دیر کے لئے ایک حیرت کی تصویر بنا ہوا کھڑا رہا +
خورشید۔ (اُٹھ کر بیٹھ گیا اور ایک متفکر لہجہ میں) "کیوں نسیم صاحب خیر تو ہے آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟"
نسیم۔ (سنبھل کر) ہیں۔ میں پریشان کیوں ہوں! بڑا غضب ہو گیا شمیم کو ڈاکوؤں نے چھُروں سے مارا ہے!
خورشید۔ (زور سے) کہاں کہاں کہاں! +
ماہ طلعت نے بھی ایک مرتبہ حالت بے اختیاری میں نسیم کو مڑ کر دیکھا اور کچھ پوچھنے ہی والی تھی۔ کہ اسے کچھ یاد آگیا اور پھر اُس نے شرما کر مُنہ پھیر لیا۔ نسیم نے مختصر الفاظ میں کل واقعہ بیان کیا +
خورشید۔ ہم بھی دیکھنے چلیں گے۔ ماہ طلعت چلو۔ تم زنانے درجے میں جا کر بیٹھو۔ میں ابھی شمیم کو دیکھ کر آتا ہوں +
نسیم۔ ٹھیریئے میں شمیم کے لئے ایک قمیص اور سوٹ نکال لوں۔ اور (خورشید علی سے) اور آپ جا کر کیا کیجئیگا۔ ابھی آپ بہت کمزور ہیں۔ آپ یہیں اِن کے ساتھ بیٹھئے +
خورشید۔ نہیں مجھے وہاں تک چلنے کی بخوبی طاقت ہے۔ میں چلونگا۔ (ماہ طلعت سے) چلو تم بھی چلو تم کو زنانے درجے میں بٹھلا دیں گے۔ اور ہم وہاں چلے جائینگے۔ اتنی دیر میں نسیم نے کپڑے نکال لئے اور خورشید علی اور ماہ طلعت کے ساتھ ہو گیا +

خورشید۔ میں سو رہا تھا۔ گاڑی رُکی اور شور ہونے لگا۔ میں اُٹھا۔ لوگ اِدھر اُدھر دوڑ رہے تھے۔ میں نے کئی آدمیوں سے پوچھا۔ کسی نے کچھ ٹھیک جواب نہ دیا۔ کسی نے کیا کہا۔ کسی نے کیا۔ بس اتنا بڑی مشکل سے معلوم ہوا کہ ریل میں ڈاکہ پڑا ہے اور ریل رُک گئی ہے جی چاہا کہ میں جاکر دیکھوں۔ مگر ان کو یہاں اکیلا چھوڑ کر کیسے جاتا۔ اور خود انھوں نے مجھے روکا کہ ابھی آپ مت جایئے کہیں ڈاکو اِدھر اُدھر نہ ہوں۔ (اُتر کر) اچھا (ماہ طلعت سے) تم اس میں بیٹھ جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔ غرض ماہ طلعت کو زنانے درجے میں بٹھلا کر نسیم اور خورشید علی شمیم کے درجہ کی طرف چلے۔ خورشید علی اندر داخل ہو کر +

خورشید۔ (نسیم سے) شمیم کہاں ہیں؟ +

نسیم۔ غسل خانے میں۔ ڈاکٹر پٹی باندھ رہا ہے۔ خورشید علی اور نسیم دونوں دروازہ کھولکر غسل خانے میں چلے گئے +

شمیم۔ (تعجب سے) ہائیں۔ خورشید علی تم کہاں +

خورشید۔ آپ کو دیکھنے آیا ہوں +

شمیم۔ میں خدا کے فضل سے اچھا ہوں۔ آپ نے اس قدر کیوں تکلیف کی۔ ابھی تو آپ بہت کمزور ہیں +

ڈاکٹر۔ (نسیم اور خورشید علی سے) آپ دونوں باہر چلکر بیٹھئے۔ یہ کپڑے بدل لیں میں بھی ابھی آتا ہوں۔ اس پر خورشید علی اور نسیم غسل خانے کے باہر چلے گئے۔ نسیم نے خورشید علی کو مسز اسٹینلی اور مس مارگن سے ملایا۔ اور ان سے اسی واقعے کے متعلق باتیں کرنے لگے کچھ دیر کے بعد ڈاکٹر باہر نکلا۔ اور اس کے پانچ دس منٹ کے بعد شمیم سوٹ پہنے ہوئے مسکراتے نکلے ڈاکٹر کے کہنے سے کوٹ نہیں پہنا تھا صرف پٹی کر کے اوپر قمیص پہن لی تھی۔ اس وقت شمیم کا حسن نہایت دلکش تھا۔ اس کی آنکھیں نہ صرف نہایت خوبصورت تھیں۔ بلکہ ان میں ایک خاص مقناطیسی کشش تھی جو ہر شخص کو تھوڑی ہی عرصے میں شمیم کا گرویدہ بنا لیتی تھیں۔ اس کے ہونٹ پتلے پتلے تھے اور اس کے قیافے سے ذہانت جرأت اور شرافت نمایاں تھی۔ رنگ اس کا کھلتا ہوا سانولا تھا۔ اور اس کا ہنس مکھ چہرا نہایت دلکش اور سچائی اور خلوص کا آئینہ تھا +

مسز اسٹینلی۔ آیئے مسٹر شمیم کیسی طبیعت ہے۔ آپ کی؟ +

شمیم۔ (مسکرا کر) آپ کی دُعا سے اچھا ہوں +

مس مارگن۔ میں نے آپ کی طرح بہت کم لوگ دیکھے ہیں کہ ایسی سخت چوٹ کھا کر بھی مسکراتے ہی رہیں +

شمیم۔ (مسکرا کر مذاق میں مسز اسٹینلی اور مس مارگن دونوں سے مخاطب ہو کر) خدا آپ لوگوں کا بھلا

کرے۔ ہم لوگ اس سے زیادہ سخت اور کاری چوٹیں کھانیکے عادی ہو گئے ہیں "۔ اس جملے پر مس مارگن کے زاہد فریب حُسن کو شرمندگی کی زد لے اور دوبالا کر دیا مگر۔ اُن کی طرف سے مسز اسٹینلی نے جواب دیا +

مسز اسٹینلی۔ تم لوگ فطرتی خوشامدی ہو تمہیں خود تسلیم ہے کہ چوٹوں کے عادی ہو گئے ہو۔ لہذا کسی ایک کی خصوصیت نہیں۔ سب ہی اسی طرح میٹھی میٹھی باتیں کرنا تمہارا پرانا پیشہ ہے

شمیم۔ یہ ہمارا قصور نہیں۔ یہ اللہ میاں کا قصور ہے +

مسز اسٹینلی۔ کیسے ؟ +

شمیم۔ آپ لوگوں کو اس قدر دلکش اور قابل پرستش کیوں بنایا۔ آپ کا ہم کو اپنی پرستش سے روکنا ایسا ہی بے سود ہے جیسا پروانے کو شمع سے بلبل کو گل سے برہمن کو بت سے +

ڈاکٹر۔ (ہنس کر) مردوں سے لڑائی میں آپ جیت نہیں سکتیں مسٹر شمیم۔ میری رائے ہے کہ آپ کچھ دیر آرام کیجئے۔ (نسیم سے) آپکا بستر یہیں بچھا دیجئے۔ اگر انہیں نیند آجائے تو اچھا ہے +

نسیم۔ بہت اچھا۔ میں ابھی بستر لاتا ہوں "۔ یہ کہہ کر نسیم پھر بستر لانے کے لئے دوڑے۔ اور تھوڑی دیر میں اپنا بستر اُٹھا لائے۔ اور ایک برتھ پر بچھا دیا +

ڈاکٹر۔ (شمیم سے) اب آپ لیٹئے +

شمیم۔ مجھے لیٹنے میں تکلیف ہوگی اور بیٹھنے میں آرام۔ لیٹتے ہی بستر میرے زخم میں گڑ یگا +

مس مارگن۔ (ایک معشوقانہ انداز سے) آپ میرے تکئے لے لیجئے (تکئے) یہ بیحد ملائم ہیں اُن کو اپنے سر اور شانوں کے نیچے رکھ لیجئے کوئی تکلیف نہ ہوگی +

شمیم۔ (تکئے واپس کر کے) نہیں نہیں۔ مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ اور آپکو تکلیف الگ ہوگی +

مس مارگن۔ میں سچ کہتی ہوں مجھے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ میرے پاس۔ تین خوب موٹے موٹے ملائم ملائم تکئے ہیں۔ ان میں سے دو آپ لے لیجئے اور ایک میرے لئے بہت کافی ہوگا۔ اگر آپ انکار کریں گے تو مجھے بہت رنج ہوگا +

مسز اسٹینلی۔ مسٹر شمیم آپ لے کیوں نہیں لیتے۔ اس قدر تکلف کیوں ہے۔ یہ میری دوست ہیں اور میں آپ کی۔ اس لئے یہ آپ کی بھی دوست ہوئیں۔ پھر تکلف کیسا ؟ +

مس مارگن۔ اور اس کے علاوہ آپنے جو مجھ پر احسان کیا ہے۔ وہ ایسا عظیم الشان احسان ہے کہ اس سے میں عمر بھر سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ خود خدا نے آپ کو میری جان بچانے کے لئے بھیجا تھا +

یہ کہکر مس مارگن خود اپنے ہاتھ سے شمیم کا بستر درست کرکے اس پر اپنے تکیے لگانے میں مشغول ہوگئیں۔ مس مارگن کو اس مشغولیت میں یہ خیال نہ رہا کہ اُن کا سر شمیم کے مُنہ سے کس قدر قریب ہے۔ مس مارگن کے آتشیں رخساروں کی قربت اور اُن کے بالوں کی مست خوشبو سے چند سکنڈ تک شمیم کی طبیعت عجیب طرح کی ہونے لگی۔ اُس کو ایسا معلوم ہوا کہ اس کے قلب کی حرکت کچھ دیر کے لئے بند ہوگئی پھر ایسا سخت اختلاج ہونے لگا کہ وہ گھبرا کر کھڑا ہوگیا۔ اُس پر مس مارگن کا ایک برق وش تبسم سے شمیم یہ کہنا لیجئے آپکا بستر طیار ہے اب آپ آرام سے لیٹئے"۔ شمیم کے لئے قیامت ہوگیا۔ کچھ دیر بعد سب کے اصرار سے اور مس مارگن کا نہایت گرم جوشی سے شکریہ ادا کرتے ہوئے شمیم اپنے بستر پر لیٹ گئے مگر اس طرح کہ تکیوں پر کہنی رکھے ہوئے آدھے لیٹے اور آدھے بیٹھے رہے ✦

مس مارگن ۔ (ہمدردانہ لہجے میں) اب آپ کی تکلیف کیسی ہے ؟

شمیم ۔ درد تو بہت ہے مگر ابھی ناقابل برداشت نہیں (مس مارگن کو ایک عجیب محبت اور پرستش کی نگاہ سے دیکھ کر) مگر ہاں اگر آپ مجھ سے اس قدر ہمدردی کیجئےگا تو مجھے یقین ہے کہ میری حالت ضرور خراب ہو جائیگی میرا درد اور بڑھ جائیگا"۔ مس مارگن کی آنکھیں وفور حیا سے دفعتاً جھک گئیں۔ اور اُس کے آئینہ کی طرح چمکتے ہوئے رخساروں پر ایک دلفریب سُرخی دوڑ گئی ✦

مسز اسٹینلی ۔ (مذاق میں ہنسکر) سب جھوٹ۔ چہرہ تو تمہارا مسکراہٹ سے شگفتہ ہے۔ کیسے یقین آئے کہ تمہیں تکلیف ہے۔ جسے تکلیف ہوتی ہے وہ تمہاری طرح ہنستا نہیں ✦

شمیم ۔ (ہنس کر) اور رونے یا خراب خراب مُنہ بنانے سے فائدہ ؟ مُنہ الگ بگڑ جاتا ہے تکلیف الگ بڑھ جاتی ہے۔ اگر تکلیف کم ہو سکتی ہے تو ہنسنے ہی سے۔ تکلیف کا خوب مذاق اُڑانا چاہئے تاکہ وہ گھبرا کر بھاگ جائے۔ اُس کی زیادہ مہمان نوازی کرنا پُرانے زمانے کے بیوقوفوں کی ایک قابل یادگار حماقت تھی جو اب متروک ہو جائے تو اچھا ہے ✦

مسز اسٹینلی ۔ (شمیم کی طرف اشارہ کرکے) یہ عجیب شخص ہیں۔ ہم ادھر الہ آباد میں آل انڈیا ٹورنمنٹ میں یہی فائنل کھیل رہے تھے کہ یہ بڑی زور سے گرے اور اُن کی پیر کی ہڈی اپنے مقام سے الگ ہوگئی۔ جو تکلیف ہوئی ہوگی وہ ظاہر ہے۔ مگر یہ ہنستے ہی رہے بڑی مشکل سے ڈاکٹر نے اُن کی ہڈی بٹھلائی۔ لوگوں نے بہت کہا کہ اب مت کھیلو۔ مگر یہ ایک نہ مانے ڈاکٹر سے کہا کہ میرے پیر کو خوب اچھی طرح ایک پٹی سے کس دو اس نے کس دیا۔ اُنہوں نے پھر کھیلنا شروع کیا اور باوجودیکہ مقابلہ نہایت اعلیٰ درجہ کے کھیلنے والوں سے تھا۔ مگر کورٹ بھر میں یہ بھاگتے رہے۔ آخر میں فتح ہمارے ہی ہاتھ رہی ✦

ڈاکٹر۔ اچھا اِن کو سونے دیجئے۔ (نسیم اور خورشید علی سے) آپ لوگ جائیے اور اپنے درجے میں آرام کیجئے۔ (مس مارگن سے) اور آپ کے لئے اِس بیچ کی برتھ پر بستر بچھائے دیتا ہوں (مسز اسٹینلی سے) اور آپ کے لئے اِس برتھ پر میں خود اوپر کی برتھ پہ چلا جاؤں گا۔ شمیم نے خورشید علی کی خیر و عافیت پوچھی۔ اور خدا حافظ کہہ کر نسیم اور خورشید علی رخصت ہوئے۔

مس مارگن۔ مسز اسٹینلی اور ڈاکٹر اپنی اپنی جگہ لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر میں گاڑی بھی چلدی۔ لیٹے لیٹے شمیم نے داہنی طرف کروٹ لی اور کروٹ لیکر مس مارگن کے ریشمی اور ملائم تکیوں پر سر رکھدیا تکیوں پر اِس طرح سر رکھ دینا غضب ہوگیا۔ اِس کی خوشبو سے شمیم کو اس مہوش کافر ادا کے بالوں کی خوشبو یاد آگئی اور اُس کے دل کی پھر ایک عجیب کیفیت ہوگئی۔ ہائے یہ وہی تکئے ہیں جنھوں نے اِس ستمگر کے عارضِ رنگین سے ایک عرصہ تک گستاخیاں کی ہیں اور اُس کو بیخبر سوتا پاکر اُس کی زلف مشکیں سے اُن کی ہوش ربا خوشبو چُرالی ہے۔ یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے۔ میں ایک ہی شب میں دو مرتبہ زخمی ہوا۔ اِن ظالم ڈاکوؤں کے خنجر کا زخم تو بھر بھی جائیگا مگر آہ اِس کمسن ڈاکو کے خنجر ابرو کا زخم کبھی نہ بھرے گا۔ عمر بھر ہرا رہیگا۔ اُف وہ خورشید کا ماہ طلعت کو اپنے درجہ میں بلانا ہم لوگوں کا درجہ چھوڑ دینا اور میرا نسیم کو دوسرے درجہ میں بٹھلانا۔ پھر مرا نارنگیاں لینے لگنا اور اِس اثنا میں گاڑی کا چھوٹ جانا۔ اور میرا جلدی میں اِس لڑکی کے درجہ میں بیٹھ جانا اور اُس کا اُس وقت محوِ خوابِ ناز ہونا یہ سب واقعات ناسمجھ کوتاہ بین لوگوں کی نظروں میں محض اتفاقات معلوم ہونگے مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ قضا و قدر کی ایک ادنیٰ سی شرح ہیں۔ خدا کو مجھے اِس لڑکی سے ملانا منظور تھا۔ اور ہائے اِس کا وہ بھولے پن سے کہنا کہ مجھے بھی آپ سے ملنے کا اشتیاق تھا۔ اور اِس نتیجہ کے پیدا کرنے کے لئے اِس ذاتِ علیم و حکیم نے جس کے قبضہ میں ہماری جانیں ہیں اپنے فرشتوں کو حکم دیا کہ خورشید کے دل میں یہ ڈالدو کہ ماہ طلعت کو اپنے درجہ میں بلائیں۔ تاکہ ہم کو اور نسیم کو اِس درجہ سے نکلنا پڑے۔ پھر ہمارا دوسرا درجہ ڈھونڈنا اور نسیم کو الگ بٹھلا دینا۔ پھر ہمارے دل میں یہ بات ڈال دینا کہ اِس وقت نارنگیاں خریدو۔ پوچھیے نارنگیاں خریدنے کی اِس وقت کیا خاص ضرورت تھی۔ مگر نہیں۔ نارنگی والے کو بھی اِس وقت وہاں کوئی چھپی ہوئی طاقت لے آئی اور اِس سے یہ کہلا دیا کہ "میاں نارنگیاں بڑی میٹھی ہیں ذرا چکھ کے دیکھ تو لو"۔ پھر میرے دل میں یہ بات ڈال دینا کہ نارنگی چکھ لو اور چکھ کر خریدو۔ پھر وہ بھی کوئی خفیہ طاقت تھی جس نے اِس وقت گاڑی چلا دی۔ اور وہ بھی کوئی فرشتہ تھا جس نے مجھے اِس درجہ میں ڈھکیل دیا...... اور وہ بھی ایک پوشیدہ ہستی تھی۔

جس نے اس لڑکی کو اِس درجہ میں پہلے ہی سے بٹھلا دیا تھا اور پھر اِس کی آنکھوں میں نیند بھر کر
اِسے بے خبر سلا دیا تھا۔ دہریہ جس سے زیادہ دنیا میں کوئی عقلمند نما احمق نہیں اِس سب کو اتفاقات
پر مبنی کریگا مگر مسلمان اُن کو قضا وقدر کا کھیل اور مشیت ایزدی کا اظہار سمجھے گا۔ اور اِس کی سب سے
بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر اِن تمام واقعات میں سے ایک اتنی سی بات بھی رہ جاتی اِس زنجیر میں ایک کڑی
بھی چھوٹ جاتی مثلاً ایک ماہ طلعت ہی کو خورشید نہ بتاتا یا تانگے والا ہی ہمارے سامنے نہ آتا
تو یہ آخری نتیجہ یعنی میری اِس لڑکی سے مُلاقات یہ آخری نتیجہ پیدا نہ ہوتا یہی کافی ثبوت اِس بات کا ہے
کہ اِس سلسلہ کا ہر واقعہ ایک دوسرے سے غیر متعلق اور الگ الگ نہیں ہے بلکہ یہ سب بظاہر منتشر دانے
ایک رشتہ میں جڑے ہوئے ہیں اور یہ رشتہ مشیت ایزدی ہے۔ ایک دانے کو دوسرے دانے
سے بظاہر کوئی تعلق نہیں مگر ایک مکمل تسبیح بنانے کے لئے مجھے اِس لڑکی سے ملانے کے لئے اِن
سب دانوں کا ایک ہی رشتے میں منسلک ہونا سخت ضروری تھا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ دُنیا کا ہر ہر
واقعہ تسبیح کا ایک ایک دانہ ہے چشم ظاہر بین دانے ہی دانے دیکھتی ہے رشتہ نہیں دیکھتی اور لوگ
سمجھتے ہیں کہ تسبیح دانوں کے اتفاقی طور سے یکجا ہونے سے بن گئی ہے۔ مگر اہل نظر دیکھ لیتے ہیں کہ
تسبیح کے دانوں میں چھُپا ہوا وہ رشتہ بھی ہے جس کی وجہ سے وہ دانے منسلک ہیں اور تسبیح کی صورت
اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اور یہ رشتہ مشیت ایزدی خدائے قادر کی مرضی ہے اِس کی مرضی نہ ہوتی تو
یہ دانے منتشر ہی رہتے کبھی یکجا نہ ہوتے۔ عناصر ہی عناصر ہوتے دُنیا کا وجود نہ ہوتا۔ عورت ہوتی مگر مرد
نہ ہوتا۔ زمین ہوتی آفتاب نہ ہوتا۔ ہوا ہوتی پانی نہ ہوتا۔ بچہ ہوتا مگر ماں کی چھاتی میں دودھ نہ ہوتا۔
کھانے کے لئے مُنہ ہوتا۔ مگر ہضم کرنے کے لئے معدہ نہ ہوتا خدا کی مرضی نہ ہوتی تو کچھ نہ ہوتا۔ اور جو کچھ
ہوا اِسی کی مرضی سے ہوا اور جو کچھ ہوگا۔ اِسی کی مرضی سے ہوگا۔ تعجب نہیں کہ میرا اِس لڑکی سے ملنا
بھی ایک ابتدائی کڑی اِس زنجیر کی ہو جس کی انتہائی کڑی سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ اور کیا معلوم
کہ وہ انتہائی کڑی بھی ایک دوسری زنجیر کی ابتدائی کڑی ہو جس کی انتہائی کڑی تک میرا وہم و
گمان بھی نہیں جا سکتا اور کیا معلوم کہ یہ سب شروع سے آخر تک ایک مسلسل عظیم الشان زنجیر ہو
جس کو ہماری محدود نظر الگ الگ زنجیریں سمجھتی ہے اور جس طرح بریلی کے اسٹیشن کے تمام واقعات
کا نتیجہ یا مقصد میری اِس لڑکی سے مُلاقات تھی اِسی طرح کیا معلوم میری اِس لڑکی سے مُلاقات
اور اِس کے بعد کے واقعات کا نتیجہ یا مقصد بھی کچھ ہو اور جو اِس وقت میری عقل ناقص سمجھنے سے قاصر ہے
مگر جو شاید واقعات کے گذرنے کے بعد میری سمجھ میں بآسانی آجائے۔ الغرض مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے

کہ گو ہم اپنے آپ کو مختار سمجھتے ہیں۔ مگر دراصل ہم اس شطرنج کے مہرے ہیں جس شطرنج کا سیاہ خانہ
رات اور سفید خانہ دن ہے۔ [illegible] جیسے [illegible] ایک نظر نہ آنے والی طاقت کھیلتی ہے۔ جہاں
چاہتی ہے چلاتی ہے جہاں چاہتی ہے بیجاتی ہے۔ میر تقی نے خوب ہی کہا ہے ؎

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہے جو ہیں سو آپ کرے ہیں ہم کو عبث بدنام کیا

شمیم انہیں خیالات میں غلطاں و پیچاں رہے۔ آخر میں تھک کر انہیں نیند آگئی۔ مس مارگن
جو شمیم کے بالکل سامنے کی برتھ پر لیٹی ہوئی تھی بہت دیر تک نہ سوئی اور متفکر نگاہوں سے شمیم کو
دیکھتی رہی کہ اسے کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد اسے بھی نیند آگئی۔ مگر جب شمیم خواب
میں کراہتا تھا۔ اس کی آنکھ فوراً کھل جاتی تھی۔ اور وہ اٹھ کر دیر تک شمیم کی صورت دیکھا کرتی
تھی۔ اُسے کیا درد کیسی تکلیف ہے۔ پھر جب دیکھتی تھی کہ شمیم بے خبر سو رہا ہے تو پھر سو جاتی تھی
ایک مرتبہ شمیم کراہ کر اُٹھا۔

شمیم۔ "پانی" ! پانی پینگے"۔ اس وقت شمیم کو بہت تیز بخار تھا۔ مس مارگن کی آنکھ فوراً کھل
گئی اور بیٹھ کر پوچھا۔

مس مارگن۔ مسٹر شمیم آپ کیا چاہتے ہیں۔

شمیم۔ (انگریزی میں) مجھے پیاس لگی ہے یہ کہکر دونے ہاتھ کی کہنی تکیوں پر ٹیک کر اُٹھا)۔

مس مارگن۔ آپ مت اُٹھئے میں پانی لا دوں گی۔

شمیم۔ نہیں۔ نہیں۔ آپ نہیں۔ میں خود اٹھ کر پی لونگا" یہ کہکر شمیم نے اُٹھنا چاہا مس مارگن نے
اپنے نازک ہاتھوں سے شمیم کو پکڑ کر لٹا دیا۔ شمیم کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا اس کے جسم میں تیز بجلی کی
قوی لہریں دوڑ گئیں اور وہ اس خوشگوار صدمے سے کچھ دیر تک ایک حالت بیخودی میں پڑا رہا۔

مس مارگن۔ (مسکرا کر) اس وقت مجھ میں آپ سے زیادہ طاقت ہے۔ آپ مریض اور میں آپ کی
تیمار دار ہوں۔ آپکو میرا کہنا ماننا چاہئے۔ میں پانی لے آؤں گی۔ مجھے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

شمیم۔ (ہنس کر) میں آپ سے پھر کہتا ہوں۔ آپ مجھ سے زیادہ ہمدردی نہ کیجئے نہیں تو آپ کا
کچھ نہ جائیگا اور میں کہیں کا نہ رہوں گا۔

مس مارگن نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور اُٹھ کر "تھرماس" سے جس میں پانی اور برف کے چھوٹے
چھوٹے ٹکڑے بھرے ہوئے تھے) ایک چھوٹے سے خوبصورت گلاس میں پانی نکالا۔ اور

نکال کر شمیم کے پاس لائی +

مس مارگن - لیجئے - پانی بہت ٹھنڈا ہے.... غالباً آپ اسے پسند کریں گے +

شمیم - (کئی مرتبہ شکریہ ادا کرکے مس مارگن سے گلاس لیکر پانی پی لیا - اور پھر کہا) "آپ نے بہت تکلیف کی - میں آپ کی اِس عنایت کا بیحد ممنون ہوں (مسکرا کر) اگر آپ سا مجھے تیماردار ملجائے تو میں ہمیشہ بیمار رہوں - کبھی نہ اچھا ہوں +

مس مارگن - مسز اسٹینلی سچ کہتی ہیں کہ میٹھی میٹھی باتیں کرنا آپکے فرقے کا پرانا پیشہ ہے - اچھا اب سوئیے - ڈاکٹر نے کہا ہے کہ آپ ہلنے نہیں - جس قدر جسمانی اور دماغی سکون آپ کو ہوگا اُتنا ہی اچھا ہے"۔ شمیم نے کچھ اور باتیں کرنی چاہیں مگر مس مارگن نے ایک خاص دلفریب ادا سے اپنے یاقوت صفت ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہا "چپ رہئے اب ہم کچھ نہ سُنینگے اور اگر آپ چپکے سے سو نہ جایئے گا - تو ہم آپسے خفا ہو جائینگے" +

شمیم - اچھا بھائی - خدا اِس ظالم ڈاکٹر سے سمجھے جو آپکو میرا اتالیق بناکر سو گیا ہے - خیر آپ ہم سے خفا نہ ہوں - ہم کو اگر نیند نہ آئیگی تو بھی آپ کو دھوکا دینے کے لئے ہم سوتے بن جائیں گے - شمیم نے اِس ادا سے روٹھ کر کہا کہ مس مارگن ہنس دی - شمیم بھی کچھ دیر میں سو گئے - اور مس مارگن بھی +

صبح کیا ۱/۲ ۷ بجے شمیم کی آنکھ کھلی - بہت تیز بخار تھا - جوڑ جوڑ میں درد تھا - اور زخم کی تکلیف بہت بڑھ گئی تھی - شمیم کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ درجے میں نسیم اور خورشید علی بھی بیٹھے ہیں مس مارگن اور مسز اسٹینلی بہت دیر سے اُٹھی ہوئی تھیں - ڈاکٹر بھی بیٹھا ہوا تھا +

نسیم - شمیم کیسے ہو - طبیعت تو اچھی ہے ؟ +

شمیم - ہاں اچھی ہے اور ایسی بہت اچھی بھی نہیں +

مس مارگن - ہم اور مسز اسٹینلی تفریحاً بنارس کو جا رہے تھے اور وہاں سے لکھنؤ آنے کا ارادہ تھا - مگر اب یہ طے کرلیا ہے کہ لکھنؤ ہی میں اُتر جائیں گے اور آپ بھی ہمارے ساتھ چلئے گا +

شمیم - .... کہاں ؟ +

مس مارگن - مسز اسٹینلی کے بنگلے پر - مسز اسٹینلی سے آپکے دوستی ہی ہے - لہذا آپکو مسز اسٹینلی کے بنگلے پر ٹھیرنے میں کوئی عذر نہ ہونا چاہیئے خاصکر ایسی حالت میں جبکہ آپ کی تیمارداری اور نگہداشت کی سخت ضرورت ہے - میں بھی مسز اسٹینلی کے یہاں ٹھیروں گی +

مسز اسٹینلی - (شمیم سے) اور تم میرے یہاں پہلے بھی دو تین مرتبہ ٹھہر چکے ہو پُرمنٹ کے زمانے میں تو پھر تمہیں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ اور اگر ہوتا بھی تو مس مارگن کی خواہش کا تم کو ضرور خیال کرنا چاہیئے"
شمیم دل میں تو بہت خوش ہوئے۔ مگر نسیم سے وعدہ تھا۔ کہ اُن کے یہاں ٹھہریں گے۔ اس لئے نسیم کی طرف دیکھ کر۔ شمیم نے کہا۔ نسیم۔ تم کیا کہتے ہو" +

نسیم - میری دلی خواہش تو یہی تھی۔ کہ تم میرے ہی یہاں ٹھہرو مگر مسز اسٹینلی اور مس مارگن کے خلاف مرضی میں تم سے اصرار نہیں کر سکتا (مسز اسٹینلی سے) مجھے اُمید ہے کہ وقتاً فوقتاً مجھے آپ شمیم کو دیکھنے کے لئے اپنے گھر میں آنے جانے کی اجازت دے کر ممنون کریں گی +

مسز اسٹینلی - (ہنس کر) بخوشی! آپ کو تو ایسے سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ مسٹر شمیم کے دوستوں کے لئے میرا گھر ہمیشہ حاضر ہے۔ جب چاہیں آئیں۔ (خورشید علی سے) اُمید ہے کہ آپ بھی وقتاً فوقتاً میرے بنگلے پر تشریف لایئے گا +

خورشید علی - میں اس عزت افزائی کو اپنی بڑی خوش قسمتی سمجھوں گا +

شمیم - ڈاکٹر ابتک مجھے آپ کا نام بھی معلوم نہیں +

ڈاکٹر - میرا نام اسمتھ ہے اور میں لکھنؤ میں سول سرجن ہوں +

شمیم - یہ میری خوش قسمتی ہے۔ کیونکہ آپ میرا علاج جاری رکھ سکتے ہیں +

ڈاکٹر - مجھے کو آپ کا علاج کرنے میں خاص خوشی ہوگی +

مس مارگن - (خوش ہو کر شمیم سے) اچھا تو پھر یہ طے ہے کہ آپ مسز اسٹینلی کے یہاں ٹھہریں گے +

شمیم - (مسکرا کر) جی ہاں طے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی دلچسپ تیمارداری کے مزے اُٹھانا ابھی میری قسمت میں باقی ہیں +

اسی طرح مختلف موضوع پر اِن سب میں باتیں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ لکھنؤ اسٹیشن پر آکر گاڑی ٹھہری +

شمیم - (کچھ یاد کر کے) نسیم تم یہیں اسٹیشن پر رشید بھائی کو ایک تار دیدو اور لکھدو کہ اتفاقی طور سے مجھے ایک خفیف سی چوٹ لگ گئی ہے۔ جس کی وجہ سے میں کچھ دنوں تک لکھنؤ میں رہوں گا۔ اگر آپ کا جی چاہے تو چند دنوں کے لئے چلے آئیں +

نسیم - اچھا تار ابھی دیدوں گا +

اسٹیشن پر ماہ طلعت کے والد مع چند اعزہ ماہ طلعت اور خورشید علی کو لینے آئے تھے۔

خورشید علی نے اُن کو دیکھ کر گاڑی کی کھڑکی ہی سے رومال ہلایا وہ سب دوڑے ہوئے آئے۔ خورشید اور نسیم گاڑی سے اُتر گئے۔۔۔ خورشید علی کے والد آئے اور آ کر بہت جوش وخروش سے خورشید علی کو گلے لگا لیا۔ شدت محبت میں اُنکے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ◆

ذوالفقار علیخان۔ بیٹا۔ اچھے تو ہو۔ جب سے تار ملا ہے۔ ایک ایک گھنٹہ مجھے ایک ایک سال ہو گیا ہے۔ خدا کا ہزار شکر ہے کہ تم اچھے ہو اور ماہ طلعت کہاں ہے؟ ◆

خورشید علی۔ ڈیوڑھے درجے میں ہیں۔ بہت آرام سے۔ ابا جان۔ مسٹر نسیم نے جنہوں نے آپ کو تار دیا تھا۔ تو آپ واقف ہی ہوں گے۔ اُنہوں نے ہمارے ساتھ وہ برتاؤ کیا ہے۔ جو سگا بھائی بھی نہ کرتا۔ اور اُن کے دوست مسٹر شمیم کا بھی میں کچھ کم ممنون نہیں ہوں۔ ہم اِن کے بار احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے ◆

ذوالفقار علیخان بڑے جوش اور تپاک سے نسیم سے ملے اور اِن کا بہت شکریہ ادا کیا۔ اور کہا "تمہارے والد سے جو میرے تعلقات ہیں وہ بھائی بھائی کے ہیں اور میں چاہتا ہوں۔ کہ تمہارے اور خورشید کے تعلقات بھی مثل بھائی بھائی کے رہیں میں تم کو آج سے بطور اپنے بیٹے کے سمجھوں گا۔ تم کو اور تمہارے دوست شمیم کو۔ وہ صاحب کہاں ہیں ◆

خورشید علی۔ وہ ہیں گاڑی میں لیٹے ہوئے ◆

پھر اِس کے بعد خورشید علی نے شمیم کے واقعات مختصراً بیان کر دیئے۔ اُس پر اُن کے والد نے بہت تعجب ظاہر کیا۔ اور درجے میں داخل ہو کر شمیم سے ملے اور اُن کی بہت تعریف کی اور شکریہ ادا کیا ◆

ذوالفقار علیخان۔ اگر آپ میرے غریب خانے پر چل کر ٹھہریئے تو مجھے بیحد خوشی ہوگی۔ اور اِس نوازش کا بے انتہا ممنون ہوں گا ◆

شمیم۔ میں آپ کی اِس بزرگانہ شفقت کا تہ دل سے ممنون ہوں۔ مگر مجھ سے مسٹر اسٹینلی نے (اُن کی طرف اشارہ کر کے) وعدہ لے لیا ہے۔ کہ میں آپ اِن کے یہاں ٹھہروں۔ اِس لئے مجبور ہوں۔ ورنہ مجھے کوئی عذر نہ تھا۔ بلکہ عین خوشی ہوتی۔ اور فخر سمجھتا ◆

اِس کے بعد خورشید علی زنانہ ڈیوڑھے درجے کی طرف گئے۔ اور نسیم اپنے سکنڈ کلاس سے اسباب وغیرہ اُتارنے چلے گئے۔ اِن کا نوکر اسٹیشن پر اِن کو لینے آیا تھا۔ اِسی کے سپرد اسباب کر دیا۔ اور خود ماہ طلعت کے درجے کے ارد گرد منڈلانے لگے۔ مگر بر قعے کا بُرا ہو اِس ظالم نے بیچارے نسیم کی حسرت دیدار پوری نہ ہونے دی۔ اُس وقت زنانہ ڈیوڑھے درجے میں ماہ طلعت اور انجم آرا بیں باتیں

ہو رہی تھیں ....

ماہ طلعت۔ پیاری انجم تم سے مجھ کو محبت ہو گئی ہے۔ تم میرے گھر ضرور آنا۔ اور مجھ کو بھی تمہارے گھر جانے میں کمال مسرت ہوگی +

انجم آرا۔ آپ سے بھی جو محبت مجھ کو ہو گئی ہے۔ وہ ایسی نہیں کہ مجھے اپنے گھر میں چین سے بیٹھنے دے اگر آپ مجھ کو نہ بھی بلائینگی تو بھی محض آپ کو ایک نظر دیکھنے کے لئے میں بن بلائے ہی آؤں گی۔ مگر آؤں گی ضرور۔ دیکھئے آپکے بھائی جان آپ کو لینے کے لئے آتے ہیں جائیے خدا حافظ میرا پتہ تو آپنے لکھ ہی لیا ہے۔ انشاءاللہ جلد ملاقات ہوگی +

خورشید اسباب وغیرہ اتارنے میں مشغول تھے۔ ماہ طلعت انجم آرا اور ان کی والدہ سے گلے ملیں۔ دونوں طرف سے آنسوؤں کا کچھ غیر ضروری خرچ بھی ہوا...... اور آنسو بہا کر ماہ طلعت گاڑی میں سے پینس میں چلی گئیں۔ نسیم بھی اپنا اسباب پینس کے ساتھ ساتھ لے گئے اسٹیشن کے پورٹی کو میں ایک نہایت خوبصورت لینڈو نما موٹر کار کھڑا تھا کھڑکیوں کے اس طرف سفید ریشمی پردے پڑے ہوے تھے ماہ طلعت اس میں بیٹھ گئیں۔ اور ایک دوسرے موٹر پر خورشید علی اور ان کے والد وغیرہ بیٹھے۔ نسیم سے پھر سب نے بہت تپاک سے ہاتھ ملایا اور اپنے گھر پر مدعو کیا۔ اور انہوں نے بھی نہایت جوش اور خوشی سے آنیکا وعدہ کیا۔ نسیم کی نظر بار بار اور لوگوں کی آنکھیں بچا بچا کر ماہ طلعت کے موٹر کے مہین مہین پردوں پر پڑتی تھی جس میں سے کبھی کبھی ماہ طلعت کی انگشتہائے حنائی کی جھلک بھی دکھائی دے جاتی تھی۔ مگر بجلی کی طرح کوند کر پھر غائب ہو جاتی تھی۔ کسی نے پکار کر کہا موٹر بڑھاؤ" موٹر بڑھاؤ"کی آواز پر موٹر اس طرح آہستہ سے چلنے لگا۔ جیسے کشتی پانی پر جاتی ہے نسیم کھڑے کھڑے دیکھتے رہے۔ جب تک موٹر نظروں سے غائب نہیں ہو گیا۔ یہ ٹکٹکی لگائے دیکھتے ہی رہے اور پھر آہ بھر کر رومال سے آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے واپس آئے ؎

فرقت کے واقعات کا اتنا تو ہوش ہے
دیکھا کئے ہم ان کو جہاں تک نظر گئی

نسیم نے شمیم کے بھائی رشید کو تار دیا۔ پھر شمیم سے ملے۔ ان سے ملکر موٹر پر سوار ہو کر گھر چلے گئے ....

تیسرا باب

لکھنؤ اسٹیشن

ڈاکٹر اسمتھ - (ہاتھ بڑھا کر شمیم سے) ول۔ گڈ بائی مسٹر شمیم پھر ملاقات ہوگی! +

شمیم - (نہایت تپاک سے ہاتھ ملاکر) گڈ بائی ڈاکٹر۔ میں آپ کی عنایتوں کا بہت احسان مند ہوں۔ (تین دس روپیہ کے نوٹ جیب سے نکال کر ان کو یہ دیتے ہوئے شرم آتی ہے مگر مجھے اُمید ہے کہ آپ اس کو قبول فرمائیں گے +

ڈاکٹر - (تعجب سے) یہ کیا۔ میں ہرگز کچھ نہ لوں گا۔ اور پھر تم سے۔ تم ایسے شیر دل لڑکے کے علاج کرنے میں مجھے خاص خوشی ہوگی۔ تم نے وہ کام کیا ہے۔ جو بڑے بڑے دلیر نہ کر سکتے +

شمیم - (شرما کر) اس قدر تعریف اور ایسی قدر افزائی کا میں اپنے تئیں مستحق نہیں سمجھتا۔ یہ آپکی خاص مہربانی ہے جو آپ اس کام کو جسے میں نے اپنا فرض سمجھ کر کیا تھا۔ نظر تحسین سے دیکھتے ہیں +

مس مارگن، مسٹر شمیم اب آپ میرے ساتھ چلئے۔ مسز اسٹینلی کی کار کھڑی ہے۔ اور وہ آپکا انتظار کر رہی ہیں

شمیم - بہت اچھا۔ چلئے +

ڈاکٹر - چلئے میں بھی آپکو آپ کی کار تک پہنچا دوں (مس مارگن سے آہستہ سے) مسٹر شمیم کا اس وقت بہت تیز بخار ہے۔ کسی طرح ۱۰۲ سے کم نہ ہوگا۔ ان کی بڑی احتیاط کی ضرورت ہے آپ انکو جلدی لیجا کر پلنگ پر لٹا دیجئے گا۔ اور جہاں تک ممکن ہو یہ کیجئے گا۔ کہ کوئی اُن سے باتیں نہ کرے (نسخہ دیکر) یہ نسخہ میں نے اُن کے لئے لکھدیا ہے۔ دوا منگا کر اُن کو آپ خود اپنے ہاتھ سے پلائیے گا۔ شام کو میں پھر آؤں گا +

اسٹیشن کے باہر مسز اسٹینلی شمیم اور مس مارگن کا انتظار کر رہی تھیں . . . .

شمیم - مسز اسٹینلی (مس مارگن سے) میں نے اسٹیشن کے پولیس آفس سے دریافت کیا ان کے پاس تار آیا ہے کہ تمہارا اٹیچی بکس اور دونوں سوٹ کیس مل گئے اور شام تک پہنچ جائیں گے مجھ کو بڑی خوشی ہوئی . . . .

مس مارگن ۔ ہاں ہاں میں میرے بہت سے قیمتی زیورات پوشاکیں اور نقد تھا ✦

موٹر کار میں مس مارگن اور شمیم ایک ساتھ بیٹھے اور مسز اسٹیپلی آگے کی سیٹ پر ......

مسز اسٹیپلی ۔ (شوفر سے) چلو چلو ✦

اسٹیشن سے موٹر ایک عجیب و غریب جانور کی طرح بلبلاتا شور مچاتا ہوا نکلا اور مسز اسٹیپلی کے بنگلے کی طرف روانہ ہوا ✦

شمیم ۔ (مسکرانے کی کوشش کر کے) بخار تو مجھے بڑھتا ہوا معلوم ہوتا ہے ۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں رنگ نہ لائے کیونکہ یا تو مجھے بخار آتا ہی نہیں یا آتا ہے تو بہت سخت ۔ (مس مارگن کی طرف دیکھ کر) مجھے اپنی تکلیف کی پرواہ نہیں مگر مجھے اس کی خلش ضرور ہے کہ میری وجہ سے آپکو بہت تکلیف ہوگی مجھ کو آپ اسپتال بھیج دیجئے اور میرے لئے ایک نرس مقرر کرا دیجئے یہ زیادہ اچھا ہوگا ✦

مس مارگن ۔ (رنجیدہ ہو کر) معلوم ہوتا ہے ۔ آپ مجھ سے خفا ہیں ۔ اور آپ کی نظروں میں ایک اسپتال کی نرس سے بھی میں بدتر ہوں ✦

شمیم ۔ (اُٹھ کر بیٹھ گیا اور تعجب سے) یہ آپنے کیا کہا ؟ آپ سمجھی نہیں ۔ میرا مطلب یہ تھا ۔ کہ اسپتال جانے سے مجھے یہ آرام ہوگا کہ آپ کو میری تیمارداری کی تکلیف نہ ہوگی ۔ یہ ظاہرداری نہیں بلکہ میں واقعی نہیں چاہتا کہ آپ کو تکلیف ہو ۔ وہ بھی میری وجہ سے ✦

مس مارگن ۔ (بُرا مان کر) خیر ۔ آپ کو اختیار ہے اگر مجھ سے آپ اسی قدر بیزار ہیں تو میں آپکے قریب نہ آؤنگی ۔ شاید میری باتیں اور میری صحبت آپ پر گراں گذرنے لگی اس لئے آپ مجھ سے یہ بہانے کر کے اپنی جان چھوڑانا چاہتے ہیں ۔ افسوس ۔ اتنی دیر میں آپ مجھ سے اتنا گھبرا گئے ۔ یہ میرا ہی قصور ہے ۔ میں نے اپنے تئیں اس قدر ارزاں کر کے اپنے آپ کو ذلیل کر دیا ۔ مجھے چاہئے تھا ۔ کہ مثل اور مغرور لڑکیوں کے آپ سے ٹھیک طرح بات نہ کرتی اور کسی ہمدردی کا اظہار نہ کرتی ۔ مگر میں نے کشیدگی صرف اس وجہ سے نہیں اختیار کی کہ آپ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے اور میں احسان فراموش نہیں کہلانا چاہتی ۔ شمیم ان الفاظ کو حیرت اور خموشی سے سُن رہا تھا ۔ اور اس کا انتظار کر رہا تھا کہ مس مارگن اپنا سلسلہ کلام ختم کریں تو وہ جواب دے ۔ مگر قبل اس کے کہ وہ جواب دے سکے موٹر کار مسز اسٹیپلی کے بنگلے پر آ کر رک گیا ✦

مسز اسٹیپلی ۔ مسٹر شمیم ۔ اترئیے ۔ (خود اتر کر) ایسے میں آپ کو پکڑ لوں ✦

شمیم ۔ نہیں میں خود اتر آؤں گا ✦

شمیم موٹر کار سے اُترا مسز اسٹینلی نے اُس کا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور اپنے ڈرائینگ روم میں لے گئی۔ جب شمیم ڈرائنگ روم میں داخل ہو رہا تھا۔ تو اُس نے جا کر دیکھا کہ مس مارگن کہاں ہیں۔ مگر مس مارگن کا کہیں پتہ نہ تھا +

شمیم۔ (بے تابی سے) مس مارگن کہاں چلی گئیں +

مسز اسٹینلی۔ اپنے کپڑے بدلنے چلی گئی۔ ہوں گی۔ گرمی بہت ہے +

تھوڑی دیر میں شمیم کو ایک بہت آرام دہ کمرے میں لٹا دیا گیا۔ ایک بجلی کا پنکھا چل رہا تھا۔ خس کی ٹٹیاں بھی لگی ہوئی تھیں +

مسز اسٹینلی۔ مسٹر شمیم آپ کچھ کھائیے گا +

شمیم۔ جی نہیں مجھے بھوک نہیں ہے +

مسز اسٹینلی۔ تھوڑا سا دودھ ہی پی لیجئے +

شمیم۔ خیر پی لوں گا۔ مگر ابھی نہیں +

شمیم مس مارگن کی طرز گفتگو سے بہت رنجیدہ اور دلگرفتہ ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے سے اس کی پریشانی عیاں تھی +

مسز اسٹینلی۔ کیوں آپ اس قدر متفکر اور پریشان کیوں ہیں +

شمیم۔ (رومال سے پسینہ پونچھ کر ایک ٹھنڈی سانس روک کر) کچھ نہیں۔ میری طبیعت اچھی نہیں ہے۔ "گرمی بہت معلوم ہوتی ہے سر میں درد بھی ہے"۔ مسز اسٹینلی جلدی سے ایک گلاس میں دودھ لائی اور شمیم کو پلایا۔ پھر دوڑ کر منتھول لائی اور پیشانی پر ملا +

مسز اسٹینلی۔ اچھا اب تم سو رہو۔ میں یہیں بیٹھی ہوں +

شمیم۔ نہیں آپ پر سفر کا تکان ہوگا۔ نہا دھو کر کپڑے بدل لیجئے۔ ورنہ کہیں آپ کی طبیعت بھی خراب نہ ہو جائے (کچھ عذر معذرت کے بعد مسز اسٹینلی چلی گئیں) +

اب شمیم کا حال سُنیئے۔ بخار بڑھتا چلا جاتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی زخم کے درد میں بھی ترقی ہوتی جاتی تھی۔ مگر سب سے زیادہ تکلیف دہ خیال مس مارگن کی خفگی کا تھا۔ شمیم حیران تھا کہ آخر اس نے کیا ایسی بات کہدی جو مس مارگن کو اتنی بُری معلوم ہوئی۔ بہت دیر تک انتظار کیا۔ مگر مس مارگن نہ آئیں۔ ہر آہٹ پر سمجھتا تھا۔ کہ مس مارگن آگئیں۔ چونک کر اِدھر اُدھر دیکھتا تھا مگر نگاہیں مایوس ہو کر واپس آجاتی تھیں۔ اس وقت کسی کا شعر اُس کی دل کی ترجمانی کر رہا تھا۔

آہٹ پہ کان در پہ نظر دل میں اشتیاق
کچھ ایسی بیخودی ہے ہمیں انتظار کی

مسز اسٹینلی کئی مرتبہ آئیں اور گئیں۔ صبح سے دوپہر ہوئی دوپہر سے شام مگر مس مارگن کیا اُن کی پرچھائیں بھی نہ دکھائی دی شمیم اپنے دل میں کڑھ کڑھ کر رہا۔ کئی مرتبہ مسز اسٹینلی سے پوچھا کہ مس مارگن کہاں ہیں۔ اُنہوں نے بھولے پن سے کہدیا کہ فلاں کام کر رہی ہیں ابھی آتی ہوں گی۔ شام کو ڈاکٹر سمتھ آئے اور زخم دھوکر دوا لگا کر چلے گئے۔ شام گذر گئی۔ رات آئی مگر مس مارگن نہ آئیں۔ شمیم کا اضطراب بڑھتا گیا۔ اُس کی روح کی بے چینی ترقی کرتی گئی۔ بخار اور زخم کی خلش میں بھی زیادتی ہوتی گئی۔ بالآخر اُس نے مجبور ہو کر ایک خادمہ کو بلایا۔ خادمہ ایک ہندوستانی عورت تھی۔ مگر عیسائی مذہب کی اور انگریزی بول سکتی تھی +

شمیم۔ مس مارگن سے جاکر کہو کہ میری طبیعت بہت خراب ہے اور خراب ہوتی جاتی ہے۔ مجھ سے بس دو منٹ کے لئے مل لیں۔ اور جو کچھ وہ کہیں وہ آکر مجھ سے کہدینا +

جلدی جاؤ......

خادمہ مس مارگن کے پاس گئی وہ رات کے کھانے کے لئے پوشاک بدل رہی تھیں خادمہ نے آکر مس مارگن سے شمیم کا پیغام لفظ بہ لفظ کہا +

مس مارگن۔ (غصہ میں) جاؤ اُن سے کہدو مجھکو اُن سے ملنے کی ضرورت نہیں اور فرصت ہے

خادمہ نے لفظ بہ لفظ یہی جواب شمیم سے کہدیا۔ شمیم سُن کر چُپ ہو گیا۔ اور خادمہ سے کہا کہ جاؤ خادمہ چلی گئی..........

شمیم کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور چپکے چپکے بہت دیر تک رویا کیا یہاں تک کہ تکیہ یہ وہی مس مارگن کا تکیہ تھا اِس کے آنسوؤں سے تر ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد شمیم کے آنسو ختم ہو گئے۔ وہ چپ ہو گیا۔ مگر اِس کا بخار اور بڑھ گیا۔ اِسی اثنا میں وہی خادمہ پھر آئی +

شمیم (یک بیک کچھ یاد کر کے) سنو۔ یہ دو تکئے لو۔ یہ جاکر چپکے سے الگ مس مارگن کو دے آؤ اور کہہ دینا کہ ہمیں اِن تکیوں کی اب ضرورت نہیں۔ اب ہمیں اِن سے بجائے آرام کے تکلیف ہوتی ہے اور دیکھو تم کسی اور سے یہ باتیں نہ کہنا" +

خادمہ تکیہ لیکر مس مارگن کو دے آئی۔ اُن کو پہلے تو کچھ دیر تک ایک تعجب سا رہا پھر اِس کے بعد

خادمہ سے کہا کہ اچھا ہمارے پلنگ پر رکھدو ....

خادمہ رکھ کر چلی گئی۔

مس مارگن نے سونے کیلئے پوشاک پہننے کو تو پہن لی مگر نیند آنکھوں سے کالے کوسوں دور رہی۔ بہت کوشش کی نہ آئی۔ شمیم سے یہ بگڑی ہوئی تھیں نیند ان سے خفا تھی۔ ہر طرح ہار کر تو ایک ناول اُٹھا کر دیکھنے لگیں۔ مگر اس میں بھی دل نہ لگا۔ دو تین ورق کے بعد کتاب تو سامنے کھلی رہی۔ مگر خیالات دور دور کی سیر کرتے رہے۔

ولیمن۔ شمیم نے میری سخت توہین کی۔ اگر میں اس کے پاس نہ جاؤں اس کا منہ نہ دیکھوں تو حق بجانب ہوں۔ وہ اپنے کو سمجھا کیا ہے؟ وہ نہیں جانتا کہ میں کون ہوں؟ وہ اس سے واقف نہیں کہ امریکہ کے سب سے بڑے کروڑ پتی کی میں لڑکی ہوں۔ بڑے بڑے لوگ حسین سے حسین نوجوان میری خوشامد اور چاپلوسی میں لگے رہتے ہیں ہر ہر بات میں میرے وہ ذرا ذرا سے اشارے کے منتظر رہا کرتے ہیں۔ جس سے میں سیدھی طرح سے بات کر لیتی ہوں وہ اپنے آپ کو امریکہ کا سب سے خوش قسمت شخص سمجھتا ہے قدم قدم پر میری پرستش ہوتی ہے میری ادنیٰ سی بات بڑے بڑے مسئلوں کی فیصلہ کن ہوتی ہے۔ صرف امریکہ کا ذکر کیا۔ سیر و سیاحت کی غرض سے جہاں جہاں میں گئی ہوں۔ انگلستان میں فرانس میں جرمنی میں اٹلی میں مصر میں میری قدر و منزلت وہی رہی ہے بلکہ لوگوں کے انہماک میں زیادتی ہی ہوتی رہی کمی نہیں ہوئی۔ پھر اس سیہ رو ہندوستانی میں کہاں کے لعل ٹکے ہیں جو مجھ سے اس غرور سے باتیں کرے۔ میری باتوں اور صحبت سے اس قدر بے نیازی اور بیزاری کا اظہار کرے۔ میں نے خاص وجوہ سے اس کے ساتھ عنایت اور ہمدردی کی باتیں کیں۔ مگر اس کا سر پھر گیا۔ دماغ چل گیا۔ اب اس کا مزہ بھی اُسے چکھا دونگی۔ اس کو نہ معلوم کس بات پر غرور ہے۔ یہی یہ بات کہ وہ مجھ سے میٹھی اور خوشامدانہ باتیں کرتا ہے۔ تو یہ تو ہر شخص کرتا ہے۔ کچھ اُس کی خصوصیت نہیں۔ ذرا اُس کی ہمت دیکھئے میرے تکیے اس نے واپس کر دیئے۔ اب مجھے افسوس ہوتا ہے کہ میں نے اسے دیئے ہی کیوں تھے؟ بڑا مزاج ہے اس کا۔ خیر دیکھا جائیگا ...... اس کی یہ گستاخیاں صرف اسی وجہ سے ہیں کہ میں نے اپنے طرز عمل سے اس کے سامنے اپنے کو ہلکا کر دیا۔ خیر۔ کچھ ہرج نہیں۔ جو ہوا سو ہوا اب سے یہ غلطی نہ ہوگی۔

مس مارگن کا دماغ انہیں قسم کے خیالات کا جولانگاہ بنا رہا۔ بالآخر۔ مس مارگن اپنے

پلنگ پر لیٹی تکیے پر سر رکھا تو بالکل نم معلوم ہوُا۔ تعجب سے اُٹھ کر تکیے کو دیکھا۔ ایک تو خشک مگر ایک بالکل بھیگا ہوُا تھا۔ دل میں "یہ کیا؟ یہ نمی کیسی؟ شاید اِس کمبخت خادمہ نے اِس پر پانی گرا دیا ہے مگر نہیں۔ اِس کی یہ جرأت نہیں ہو سکتی ....

اور پھر (چھو کر) اِس کی نمی میں ایک خاص بات یہ ہے کہ بیچ میں خشک ہے اور اِدھر اُدھر نم ہے۔ اِس کی کیا وجہ؟ .... پانی گرتا تو اِس طرح نہ گرتا۔ ضرور کوئی اور بات ہے۔ آخر وہ کیا ہو سکتی ہے" .... بہت دیر تک سوچتی رہی ...... پھر ایکبارگی اُس کے دل میں ایک خیال آیا .... اِس خیال سے اِس کے دل پر ایک چوٹ سی لگی ...... پھر سوچنے لگی "کیا یہ ممکن ہے۔ یہ تکیہ اِس کے آنسوؤں سے تر ہو گیا ہو؟ ..... مگر وہ تو بہت مغرور ہے ..... اور مجھ سے بیزار ...... پھر یہ آنسو کیسے ......" اِن آنسوؤں کا خیال کرتے کرتے اُس کو شمیم کے زخم اور بیماری کا خیال آیا ..... پھر ڈاکوؤں کا خیال آیا۔ پھر شمیم کی جرأت اور اُس کے احسان کا خیال آیا ... پھر اپنا وعدہ یاد آیا۔ کہ میں تمہاری تیمارداری کرونگی .... پھر کچھ دیر کے بعد اِس نے اپنی آنکھوں سے کچھ پونچھا ..... شاید وہ ایک جلتا ہوُا آنسو تھا ..... اتنے میں مس مارگن کے کمرے کا دروازہ دفعتاً کھلا۔ اور مس مارگن کی متحیر آنکھوں کے سامنے مسز ٹامس (وہی خادمہ) آکر کھڑی ہوگئی۔ بیحد پریشان

مسز ٹامس۔ مس صاحب مس صاحب آپ کو سرکار بلاتی ہیں۔

مس مارگن۔ کیوں کیوں کیا بات ہے؟

مسز ٹامس۔ مسٹر شمیم بیہوش ہو گئے ہیں۔ سرکار اِن کے ہوش میں لانے کی ترکیبیں کر رہی ہیں۔ مگر اُنہیں ہوش نہیں آتا۔ ڈاکٹر صاحب کو بلایا ہے آپ فوراً چلئے۔ سرکار بہت پریشان ہیں۔ مس مارگن اُٹھ کر اور ایک خوبصورت ریشمی گون پہن کر گھبرائے ہوئے قدموں سے شمیم کے کمرے کی طرف دوڑتی ہوئی گئی۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ شمیم بیہوش پڑا ہے۔ مسز اسٹینلی اِس کے مُنہ پر پانی وغیرہ چھڑک رہی ہیں مگر بظاہر بے سود

مسز اسٹینلی۔ ایستھر! ایستھر!! یہ دیکھو مسٹر شمیم کو کیا ہو گیا! (ایستھر مس مارگن کا اصلی نام تھا ....

ایستھر۔ (گھبرا کر) معلوم نہیں کیا ہوُا؟ ڈاکٹر کو بلاؤ۔ ڈاکٹر جلدی بلاؤ

مسز اسٹینلی۔ میں نے اپنی کار ڈاکٹر اسمتھ کے یہاں بھیجدی ہے۔ اب وہ آتے ہی ہونگے ... اور اُنکے تکیے وہی تمہارے تکیے کیا ہوئے۔ کون لے گیا ..... بغیر اِسکے نہیں کتنی تکلیف ہوگی۔ ممکن ہے اِسی شدت تکلیف سے یہ بیہوش ہو گئے ہوں ..... تم نے تو نہیں منگائے ..... تم کو اِن کی تکلیف کا

کا خیال نہ ہوا۔ افسوس ....

استھر۔ (شرمندگی سے نگاہ نیچی کر کے) میں نے نہیں منگائے۔ مسز ٹامسن شاید غلطی سے میرے یہاں رکھ آئیں ....

مسز اسٹینلی۔ تو پھر تم نے کیوں نہیں ان سے کہا کہ واپس لے جاؤ +

استھر۔ (گردن جھکا کر) میں بھول گئی۔ میں اُس وقت کسی اور کام میں تھی +

مسز اسٹینلی۔ خوب! اچھی بھول ہے! (شمیم کے گال پر ہاتھ رکھ کر) او فوہ کس قدر جل رہا ہے ان کو اس وقت ۱۰۵ یا ۱۰۶ سے کم بخار نہ ہوگا" اتنے میں موٹر کار کی آواز آئی۔ اور کچھ دیر میں ڈاکٹر اسمتھ اپنا ہینڈ بیگ لئے کمرے میں داخل ہوئے +

ڈاکٹر اسمتھ۔ مسز اسٹینلی۔ مسٹر شمیم کیسے ہیں +

مسز اسٹینلی۔ خود دیکھ لیجئے۔ مسز ٹامسن جوان کے پاس بیٹھی تھیں میرے پاس دوڑتی ہوئی آئیں۔ اور کہا کہ مسٹر شمیم بیہوش ہو گئے۔ میں دوڑ کر آئی۔ میں نے انہیں اسی طرح بیہوش پایا +

ڈاکٹر اسمتھ نے شمیم کو اچھی طرح دیکھا۔ تھرمامیٹر لگایا ۱۰۶ ڈگری پر بخار تھا۔ دیکھ بھال کر کہا اُن کی حالت اچھی نہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اسی بیہوشی کی حالت ہی میں کہیں یہ ختم نہ ہو جائیں۔ میرے خیال میں زخم خراب ہو گیا ہے اور ان کے جسم میں چھرے کے دیر تک گھسے رہنے کی وجہ سے ان کے بدن میں زہر پھیل گیا ہے مجھے تو زہر باد کی سی علامتیں معلوم ہوتی ہیں۔ بخار کی یہ تیزی اور شدت بھی اسی کی دلیل ہے" +

مسز اسٹینلی۔ تو ڈاکٹر آپ کا یہ مطلب تو نہیں کہ مرض مہلک ہو گیا ہے۔ اور انکے بچنے کی امید نہیں +

ڈاکٹر۔ خیر۔ انکا بچ جانا ناممکنات سے نہیں ہے مگر مجھے امید اب بہت کم معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ کچھ دیر کے بعد مجھے یہ کہنا پڑے اس کی بالکل امید نہیں ہے۔ افسوس ایسے دلیر نوجوان کی زندگی سے ہمیں یوں مایوس ہونا پڑے .... یہ کلمات ڈاکٹر نے نہایت غمگین لہجے میں کہے۔ مسز اسٹینلی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے

مسز اسٹینلی۔ روتی ہوئی شمیم کے پلنگ پر جھک گئی۔ اور اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر اس کے بالوں کو ہٹا کر کہنے لگی +

"پیارے۔ دوست! ۔ تم کو ہم سے اس قدر جلد بیوفائی نہ کرنا چاہیے تھی" !!! یہ کہکر مسز اسٹینلی اپنا مُنہ رومال میں چھپا کر رونے لگی۔ ڈاکٹر کے بھی آنسو نکل آئے اور وہ کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور اندھیری رات کے ڈوبتے ہوئے تاروں کو دیکھنے لگا استھر کو ایک اختلاجی کیفیت پیدا ہو گئی۔

اس کے ہاتھ پیر سب سنسانے لگے۔ اور کچھ دیر تک معلوم ہوا کہ ان میں بالکل جان ہی نہیں۔ وہ قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ گئی بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ گر گئی اور آنکھیں بند کر کے سر کرسی پر رکھ کر دیر تک یوں ہی پڑی رہی ◆

مسز اسٹینلی۔ ڈاکٹر۔ خدا کے لئے۔ مایوس کن جواب دو۔ کچھ تو کرو۔ شاید ان کی زندگی ہو اور یہ بچ جائیں ◆

ڈاکٹر اسمتھ۔ (کھڑکی سے واپس آکر) نہیں میں بالکل ناامید نہیں۔ میں اپنی ہر امکانی کوشش اٹھا نہ رکھونگا پھر جو کچھ ہو۔ زخم بڑا کاری اور مہلک ہے۔ مگر یہ اسی لڑکے کی ہمت تھی جو باوجود زخم کے انتہائی درد کے اور شدت کے بخار کے برابر مسکراتا رہا اور اُف نہ کی۔ مگر جب تکلیف ناقابل برداشت ہو گئی تو اسکی طاقت برداشت نے جواب دے دیا ◆

مسز اسٹینلی۔ تو پھر کیا تدبیر کیجئے گا ◆

ڈاکٹر۔ صرف ایک۔ ترکیب میری سمجھ میں آتی ہے۔ وہ یہ کہ اس زہر کو مار لینے کے لئے ان کو ایک خاص انجکشن دوں۔ اسی سے کچھ فائدہ ہو تو ہو ....

اس کے بعد ڈاکٹر نے شمیم کے داہنے ہاتھ میں انجکشن دیا۔ اور تھوڑی دیر ٹھہر کر یہ کہا "مسز اسٹینلی میں جاتا ہوں۔ صبح پھر آؤں گا۔ اس انجکشن کا اثر اگر کچھ ہونیوالا ہوگا۔ تو صبح تک معلوم ہو جائیگا میرے خیال میں ان کے پاس کسی کو بیٹھنا چاہیئے۔ رات بھر اور بہت غور سے تمام نئی علامات جو پیدا ہوں دیکھنا چاہیئے" ◆

مسز اسٹینلی۔ میں اور مسز ٹامس ان کے پاس بیٹھوں گی ◆

ڈاکٹر۔ یہ بہت اچھا ہے۔ میں اب جاتا ہوں صبح آؤں گا۔ اگر ہوش آجائے تو یہ دوا دید یجئے گا" یہ کہہ کر اور کچھ اور ہدایتیں دیکر ڈاکٹر اسمتھ چلے گئے ◆

اسٹھر۔ میں بھی یہیں بیٹھوں گی ◆

مسز اسٹینلی۔ نہیں۔ تم جاکر۔ سوؤ۔ تمہارا یہاں کام نہیں ◆

بڑی مشکل سے اسٹھر اپنے سونے کے کمرے کو واپس جانے پر راضی ہوئیں۔ ان کے جانے کے بعد مسز اسٹینلی اور مسز ٹامس شمیم کے کمرے میں بیٹھی رہیں۔ کمرے میں سوائے بجلی کے پنکھے کے چلنے کی آواز کے اور کوئی آواز نہ تھی ...... کبھی کبھی مسز اسٹینلی مسز ٹامس سے کچھ باتیں کر لیتی پھر بیٹھ کر شمیم کے چہرے کو دیکھنے لگتی۔ اسٹھر اپنے کمرے کو واپس گئی۔ پنکھا چلا کر اپنا چہرہ اپنے ہاتھ سے چھپا کر پلنگ پر لیٹ گئی ... ہمیں معلوم نہیں کہ اسٹھر کو نیند آئی کہ نہیں۔ مگر اتنا معلوم ہے کہ رات کو وہ کئی مرتبہ اٹھ اٹھ کر شمیم کے

کمرے تک گئی ...... اور صبح کو وہ تکیہ جو شمیم نے واپس کر دیا تھا۔ پہلے سے بہت زیادہ نم تھا.... اسحر کی آنکھیں بھی سرخ تھیں۔ مگر ان میں نیند کا خمار نہ تھا........

چوتھا باب

ذوالفقار علیخان کا مکان

رات کی خموشی میں تین مرتبہ گھنٹہ بجا۔ آنگن میں ایک مسہری کے اندر کوئی مست ناز بے خبر سو رہا ہے۔ ٹھنڈی ہوا کے خوشگوار جھونکے بار بار آ کر اس کی مسہری کے پردوں سے اٹکھیلیاں کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ بے خبر سونے والا کون ہے؟ ایک نوعمر لڑکی ہے کس بری طرح سو رہی ہے؟ حسن کی بیخبری شباب کی مستی پھر خواب کی خود فراموشی ایک ایسا قیامت خیز منظر ہے جسے انسان تو انسان فرشتے بھی دیکھ لیں تو ان کے زہد و عابدی کی شامت آ جائے۔ بڑی خیریت یہ ہے کہ اس لڑکی حالت خواب کی کرشمہ سازی دیکھنے والا بجز نظر باز تاروں کے کوئی نہیں۔ اور وہ بھی رات کی تاریکی کے پردوں میں سے چھپ چھپ کر جھانکتے ہیں اور دیکھتے ہوئے ڈرتے ہیں +

یہ لڑکی ماہ طلعت ہے۔ سوتے سوتے ایکبارگی اس کی سانس جلد جلد اور بھاری بھاری چلنے لگی۔ پھر آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور ایک دبی ہوئی آواز سے رونے لگی۔ ستارہ جبین۔ (اس کی چچا زاد بہن جاگ اٹھی۔ اور ماہ طلعت کو خواب میں اس طرح روتے ہوئے دیکھا۔ تو ماہ طلعت کو یوں جگانا شروع کیا +

"طلعت! طلعت (شانہ ہلا کر) اٹھو اٹھو۔ آنکھیں کھولو۔ تمہاری یہ کیا حالت ہے"+

ماہ طلعت نے آنکھیں کھول دیں +

ماہ طلعت۔ اوہ ہو۔ کیسا برا خواب تھا۔ میرا دل دہل گیا۔ توبہ توبہ توبہ +

ستارہ جبین۔ کیوں۔؟ ماہ طلعت کیا خواب تھا +

ماہ طلعت بہت برا خواب۔ اچھا کیا تم نے مجھے جگا دیا +

ستارہ جبین۔ آخر کیا دیکھا۔ بتاؤ تو سہی +

ماہ طلعت۔ میں نے دیکھا کہ۔ (پھر کچھ سمجھ کر) میں نے کچھ نہیں دیکھا +

ستارہ جبین۔ یا اللہ۔ وہ ایسی کونسی بات ہے۔ جو ہم سے چھپائی جاتی ہے +

ماہ طلعت۔ کچھ نہیں جانے دو۔ پھر صبح کہہ دینگے۔ اب سو رہو +

ستارہ جبین۔ ہم نہ سوئینگے نہ تمہیں سونے دینگے۔ پہلے ہم سے کہہ دو۔ یا اللہ کہہ دو قسم ہے ہم کسی سے نہ کہینگے۔ خواب ہی تو ہے۔ کوئی سچ بات تھوڑی ہے۔ پھر اسکے کہنے میں اس قدر شرم اور ہچکچاہٹ کیوں ہے +

ماہ طلعت۔ جانے بھی دو۔ کوئی اچھا خواب تھوڑا ہے "

ستارہ جبین۔ اللہ اب ہم ایسے گنہگار ہو گئے۔ ..... بتاؤ تو سہی۔ آخر تم نے کیا دیکھا +

ماہ طلعت۔ اچھا کسی سے کہنا نہیں۔ وعدہ کرو +

ستارہ جبین۔ نہیں نہ کہیں گے +

ماہ طلعت۔ (ایک آہ سرد بھر کر) میں نے دیکھا کہ ایک بڑا خوشنما باغ ہے۔ میں وہاں ٹہل رہی ہوں اتنے میں دو سانپ میری طرف آئے۔ اور ایک میرے پیر میں لپٹ گیا۔ میں چلائی۔ دوسرا سانپ میرے چیخنے پر یک بیک غائب ہو گیا۔ اور جہاں وہ غائب ہوا تھا وہیں سے ایک نوجوان لڑکا زمین سے نکلا۔ بالکل شمیم کی صورت اور ہنس کر کہنے لگا......

"ماہ طلعت تم مجھے پہچانتی نہیں میں شمیم ہوں"۔ شمیم کو دیکھ کر جو سانپ میرے پیر میں لپٹا تھا بھاگ گیا۔ شمیم نے پوچھا یہ باغ کس کا ہے۔ میں نے کہا میرا۔ پھر میں شمیم کا شکریہ ادا کرنے لگی۔ میں نے ایک گلاب کا پھول توڑ کر شمیم کو دیا +

شمیم نے اسے لینے کو ہاتھ بڑھایا اور لیکر اسے سونگھنے لگا اتنے میں میرے پیچھے سے ایک خوبصورت لڑکی بہت خفا چہرہ تمتمایا ہوا آئی اور شمیم سے سخت لہجہ میں کہا۔ تم یہاں کیسے چلے آئے اور تمہاری بیڑیاں کہاں ہیں کیا تم نے وہ توڑ ڈالیں۔ شمیم نے گردن جھکا لی ...... اس لڑکی نے شمیم کے ہاتھ سے وہ گلاب کا پھول چھین کر غصہ میں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا +

شمیم نے اس لڑکی کی طرف ایک غضبناک نظر سے دیکھا۔ لڑکی نے مسکرا کر شمیم کے کان میں کچھ کہا۔ اور اس کے گلے میں ہاتھ ڈالکر اسے اپنے ساتھ لیگئی۔ میں شمیم کو دیکھتی رہی چلتے چلتے شمیم نے مجھے کئی مرتبہ مڑ مڑ کر دیکھا۔ اور اشاروں میں کچھ کہا مگر میری سمجھ میں نہ آیا"...... ادھر شمیم گیا تھا کہ دوسری طرف سے پہلا سانپ پھر نکلا اور میرے پیر میں پھر لپٹ گیا میں چیخی۔ بھائی جان ابا جان اور بہت سے لوگ دوڑ دوڑ کر دکھائی دیئے مگر باوجود میرے چیخنے کے قریب نہ آئے۔ اسی وقت تم نے مجھ کو جگا دیا۔ میری آنکھ کھل گئی۔

ستارہ جبین - اُونھ - یہ تو پریشان خیالات ہیں جن کے کوئی معنی نہیں - ہم تو روز ہی ایسے ایسے خواب دیکھتے ہیں - اور کبھی اُن کا خیال نہیں کرتے +

ماہ طلعت - (ایک آہ سرد بھر کر) معلوم نہیں شمیم کیسے ہیں - کوئی اُن کی خبر بھی نہ لینے گیا ؟ +

ستارہ جبین - خورشید بھائی تو کہہ رہے تھے کہ شام کو نسیم آئے تھے پھر معلوم نہیں - کہاں گئے +

ماہ طلعت - افسوس ہم لوگوں کی زندگی بھی کیسی بے بسی کی زندگی ہے - شمیم میرے کتنے بڑے محسن ہیں - مگر میں اُن کا شکریہ ادا نہ کر سکی - وہ اِس قدر سخت بیمار ہیں - مگر میں اُن کی تیمارداری کیا اُن کی عیادت کو کو بھی نہ جا سکی - خود خدا کہتا ہے - ھل جزاء الاحسان الا الاحسان - مگر ہم اپنے محسنوں کو اِن کے احسان کا بدلا نہیں دے سکتے افسوس ہم کس قدر بیکس اور بدنصیب ہیں !!!

ستارہ جبین - اِس وقت مجھے بہت نیند آ رہی ہے - نہیں تو میں آپ کا جواب دیتی - اب سوتی ہوں - صبح اُٹھ کر تم سے باقاعدہ مناظرہ کروں گی +

کچھ باتیں اور کر کے یہ دونوں لڑکیاں پھر سو گئیں +

پانچواں باب

صبح ہوتے ہوتے شمیم نے آنکھ کھول دی اور اسے ہوش آ گیا - بخار بھی کم ہو گیا - ......

شمیم - (مسز اسٹینلی کو دیکھ کر) آپ یہاں کب سے بیٹھی ہیں +

مسز اسٹینلی - دیر سے ... تمہاری طبیعت اچھی نہ تھی - خدا کا شکر ہے کہ تمہاری طبیعت سنبھل گئی +

شمیم - (مسز اسٹینلی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر) ڈیر مسز اسٹینلی - تم میری سچی دوست ہو - میں تمہارا احسان کبھی نہ بھولونگا +

یہ کہکر شمیم کا دل بھر آیا اِس نے اپنے آنسو چھپانے کی بہت کوشش کی مگر نہ چھپے +

مسز اسٹینلی - شمیم یہ کیا ؟ تم روتے کیوں ہو - (اپنے رومال سے اِس کے آنسو پونچھ کر) +

شمیم - کچھ نہیں - سچی محبت میں جادو کا اثر ہوتا ہے اور چند گھنٹوں کی سچی محبت ایک عمر بھر کی جھوٹی دغاباز محبت سے بہتر ہے - زندگی میں کسی کے دل کی اصلی حالت جانچنے کے بہت کم مواقع ہوتے ہیں مشکل سے ایک یا دو - اور اِن امتحانات میں اکثر اوقات بڑے بڑے دعویداروں کی قلعی کھل جاتی ہے آزمائش کی آگ میں کھرا کھوٹا الگ ہو جاتا ہے - سچے سونے اور ملمع کی تمیز ہو جاتی ہے - میں حیران ہوں -

کہ وہ الفاظ کہاں سے لاؤں۔ جو میرے دل کی احسان مندی اور اِس کے اصلی جذبات کی ترجمانی کر سکیں
میں آپ کا احسان کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ عمر بھر بھول نہیں سکتا !!!
اِس وقت ہمتھر ایک فالسائی رنگ کی پوشاک پہنے ہوئے جس پر بنارس کا نفیس کام تھا۔ کمرے میں داخل ہوئی۔ گلے میں ہیروں کا ایک ہار تھا۔ جو آب و تاب میں اُس کے رنگ کا مقابلہ کر رہا تھا۔ اِس کے ہونٹوں پر جو گلاب کی پتیوں کی طرح سُرخ اور نازک تھے۔ ایک زاہد فریب تبسم تھا۔ اور اُس کے کپڑوں میں ایسی مست خوشبو تھی۔ کہ اُس کی نشیلی تاثیر اچھے اچھوں کو مدہوش کر دینے کے لئے بہت کافی تھی۔ اِس کے ہوش ربا حسن کی چمک دمک اِس بلا کی تھی کہ عقل حیران تھی کہ معمولی گوشت و پوست میں یہ روشنی اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی جگمگاہٹ کہاں سے آئی۔ قیامت یہ تھی۔ کہ ہمتھر کو اپنے حسن خداداد کی اصلی کیفیت کا خود پورا علم اور احساس تھا۔ وہ سمجھتی تھی۔ کہ ایسا بجلی کی تاثیر رکھنے والا حسن مردوں کے دلوں سے کیا سلوک کرتا ہے۔ وہ جانتی تھی۔ کہ اگر وہ اپنے جانی دشمن سے بھی ہنسکر بات کرے تو وہ اُس کا بندہ بے دام ہو جائے۔ اِسی لئے وہ محض کھیل اور تجربہ کی غرض سے مردوں پر اپنے حسن اور اپنی کرشمہ سازیوں کی مشق کرتی تھی۔ اور جب اِن پر اِس کا جادو چل جاتا تھا اور وہ اِس کے حسن و شباب کے دلدادہ اور متوالے ہو جاتے تھے۔ تو وہ اُن کو ذلیل کر کے بیوقوف بنا کر اِن پر ہنستی تھی۔ اور علانیہ فخر کرتی تھی کہ وہ عورت ہو کر مغرور سے مغرور مرد کو مثل اپنے کتّے کے مطیع اور فرمان بردار بنا لیتی ہے۔ اور حسین سے حسین مرد کا اِس کے دل پر اتنا بھی اثر نہیں ہوتا جتنا کہ دریا کی موجوں پر تیر و تبر شمشیر و خنجر کا ہوتا ہے"!..... مگر اصل واقعہ یہ تھا۔ کہ ہمتھر مردوں کی ہر وقت کی پرستش اور تعریف و خوشامد سے عاجز اور پریشان ہو گئی تھی وہ اپنے دل میں سمجھتی تھی کہ یہ اظہار تعشق اور دلدادگی اور وقت بے وقت کی تعریف سب دراصل اِسکے روپیہ کی کرشمہ سازی ہے اُس کے دل میں یہ خیال جم گیا تھا۔ کہ اِس کی محبت کا دم بھرنے والوں کو اِس سے نہیں بلکہ اِس کی دولت سے محبت ہے۔ اِس کے حسن کے وہ گرویدہ نہیں بلکہ اِس کے مال و زر پر فریفتہ ہیں۔ اِس لئے اِس کو اِن کے قول و فعل پر قطعی اعتبار نہ تھا۔ اور وہ اُن کو اور اِن کی مصنوعی محبت کو سخت حقارت کی نظر سے دیکھتی تھی۔ مگر ساتھ ہی اِس کے وہ اپنے حسن کے دعووں اور شباب کے مطالبات سے ناواقف نہ تھی۔ اِس کا دل سچی محبت کو ترستا تھا۔ خلوص کا جویاں تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اِس کو کوئی اِس کی ذاتی خوبیوں کے لئے چاہے اِس کی دولت کے لالچ سے نہ چاہے۔ اِسی غرض سے وہ گمنام بن کر اپنے ملک (امریکہ) سے سیر و سیاحت کی غرض سے نکلی تھی کہ شاید کوئی سچا موتی اِسے

دستیاب ہو جائے شاید اس کو محبت کا وہ آب حیات مل جائے جس میں خود غرضی کی کثافت نہ ہو جس میں نفسانیت کی آلایش نہ ہو۔ اس کا امنگوں سے بھرا ہوا دل ایسے موتی اور ایسے آب حیات کیلئے تڑپتا تھا۔ مگر اس کے دل کی یہ خواہش ابھی تک دل ہی میں تھی۔ کہیں پوری نہ ہوئی تھی۔ اور اس مایوسی کے صدمہ سے وہ اکثر دل گرفتہ رہتی اور کبھی کبھی تنہائی میں اپنی قسمت پر رو کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتی تھی +

اِن سب خیالات میں مخمور کا حسن کی دیوی کرے میں داخل ہوئی +

شمیم۔ مسز اسٹینلی سے باتیں کر رہا تھا۔ اسھر کو دیکھ کر پہلے تو مبہوت سا ہو گیا۔ پھر کسی خیال سے چہرا سُرخ ہو گیا۔ اور اُس نے باتیں کرنا دفعتاً بند کر دیں +

اسھر۔ (مسز اسٹینلی سے ہنسکر) اکیٹویا۔ تمہارے بیمار کی کیسی حالت ہے +

اکیٹویا۔ اب تو اچھی ہے +

مگر شمیم نے اسھر کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اور جب اسھر آکر نہایت بے تکلفی سے مسز اسٹینلی کی کرسی کے ہتھے پر بیٹھ گئی۔ تو شمیم نے جو نگاہ پھیرے ہوئے چپ لیٹا ہوا تھا"۔۔۔ کروٹ لیکر مس مارگن کی طرف پیٹھ پھیر لی +

اسھر اِس حرکت کی علت غائی سمجھ گئی۔ اور چند سکنڈ تک اس کے آفتاب سے چمکنے والے رخساروں میں شفق کا سا سماں دکھائی دینے لگا۔ غصہ کے جوش میں اُس نے اپنے ہونٹ دانتوں سے دبا لئے اور یہ بھی ارادہ کیا کہ اسی وقت بغیر دوسری بات کئے ہوئے کمرے سے واپس چلی جائے مگر پھر کچھ سوچ کر ارادہ بدل دیا +

اسھر۔ اکیٹویا تم رات بھر نہیں سوئی ہو۔ جاؤ سو رہو۔ اور یہاں مسز ٹامس یا کسی اور کو بٹھا دو +

مسز اسٹینلی۔ نہیں مجھے کوئی تکان نہیں۔ نہ نیند معلوم ہوتی ہے۔ ابھی میں نہیں بیٹھونگی۔ مجھے ڈاکٹر اسمتھ کا بھی انتظار ہے کچھ ہی دیر میں وہ آتے ہوں گے +

مس مارگن۔ (طنزاً) مسٹر شمیم کیا آپ سے خفا ہیں جو اس طرف مُنہ پھیرے ہوئے لیٹے ہیں +

مسز اسٹینلی۔ شاید اُس کروٹ لیٹنے میں انہیں آرام ملتا ہے اس لئے اس طرف پھر گئے ہیں +

مسز اسٹینلی اور مس مارگن شمیم کے بائیں طرف بیٹھی ہوئی تھیں +

مسز اسٹینلی۔ مسٹر شمیم۔ کچھ بھوک معلوم ہوتی ہے ؟

شمیم۔ (بغیر مُنہ پھیرے ہوئے) نہیں ابھی نہیں +

مس مارگن۔ کیا مسٹر شمیم نے یہ بات کرنے کا نیا قاعدہ ایجاد کیا ہے۔ ہم ابھی تک آداب مجلس میں اس ایجاد سے واقف نہ تھے +

شمیم نے اس کا بھی کچھ جواب نہ دیا۔ اور آنکھیں بند کر کے سوتا سا بن گیا۔ اسٹر پھر دانت پیس کر رہ گئی +

مسنر اسٹینلی۔ آپ کے لئے تکئے منگا دیں۔ آپ کو یوں تکلیف ہوتی ہوگی +

اسٹر۔ (طعنہ آمیز لہجہ میں) نہیں ان کے لئے تکئے نہ منگائیے۔ میں نے سُنا ہے کہ نہیں تکیوں سے بجائے آرام کے تکلیف ہوتی ہے +

مسنر اسٹینلی۔ تم تو مذاق کرتی ہو +

اسٹر۔ نہیں خدا کی قسم میں سچ کہتی ہوں +

مسنر اسٹینلی۔ اچھا اسٹر تم یہاں بیٹھو۔ میں جا کر ان کے لئے دودھ لے آؤں +

یہ کہہ کر مسنر اسٹینلی باہر چلی گئی۔ اور اسٹر اور شمیم کمرے میں اکیلے رہ گئے +

اسٹر چپ ہو گئی اور شمیم پہلے ہی سے چپ تھے اور ویسے ہی اسٹر کی طرف پشت کئے ہاتھوں سے مُنہ چھپائے پڑے رہے +

اسٹر کے دل میں بھی اس وقت خیالات کا ایک طوفان موجزن تھا۔ اور وہ مختلف اور ایک دوسرے کے مخالف جذبات کی کشاکش میں گرفتار تھی۔ کبھی غرور دامن کھینچتا تھا کہ یہاں سے چلو کبھی اپنے قصور کی ندامت اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالدیتی تھی۔ کبھی شمیم کی بے رخی پر اسے طیش آتا تھا۔ کبھی اس کا احسان اور اُس کی تکلیف یاد کر کے اس کا دل پسیج جاتا تھا۔ الغرض وہ اس کشمکش میں تھی۔ کہ میں اب کیا کروں۔ بولوں کہ نہ بولوں۔ خفا ہو جاؤں کہ صلح کر لوں۔ بالآخر۔ کچھ سوچکر وہ اُٹھکر پلنگ کی داہنی طرف آ کر کھڑی ہو گئی۔ اور شمیم کو دیکھنے لگی +

اسٹر۔ (ایک خاص ادا سے مسکرا کر) مسٹر شمیم کیا واقعی آپ ہم سے بہت خفا ہیں؟ +

شمیم نے کچھ جواب نہ دیا +

اسٹر۔ آخر آپ اپنے چہرے سے اپنا ہاتھ کیوں نہیں اُٹھاتے؟ یہ کون بات ہے؟ کیا میں اتنی بڑی گنہگار ہو گئی"۔ یہ کہہ کر اسٹر نے شمیم کا ہاتھ ہٹا دیا۔ مگر شمیم نے پھر اپنی آنکھیں ہاتھ سے چھپا لیں

اسٹر۔ (تعجب سے) ہائیں یہ کیا؟ آپ تو رو رہے ہیں؟ +

شمیم۔ (منہ چھپائے ہوئے مصنوعی ہنسی سے) نہیں تو میں رونے کیوں لگا؟ +

اختر - مجھ سے اب نہ چھپایئے۔ میں نے دیکھ لیا۔ واہ واہ۔ واہ آپ مرد ہو کر روتے ہیں توبہ توبہ کوئی سُنے گو کیا کہے گا؟

شمیم - (چالاکی سے اپنی آستینوں سے آنسو پونچھ کر اور ہنستی ہوئی صورت بنا کر) تو کیا رونا عورتوں ہی کا حصہ ہے۔ مردوں کو اجازت نہیں؟ یہ اچھا ظلم ہے۔

اختر - سچ بتایئے یہ آپ کے آنسو کیوں نکلے؟

شمیم - (نگاہ نیچی کر کے) درد کی تکلیف سے آنسو نکل آئے۔

اختر - ہمیں یقین نہیں آتا؟ یہ وجہ نہیں ہو سکتی۔ کوئی اور وجہ ہے۔ آپ چھپا رہے ہیں۔

شمیم - سچ۔ میں قسم کھا سکتا ہوں یہی وجہ ہے...... اور آپ کو تو ہم سے ملنے کی نہ ضرورت ہے نہ فرصت تو پھر کون ضرورت آپ کو یہاں لائی ہے اور فرصت آپ کو کہاں سے مل گئی؟

اختر نے جھینپ کر بات بدلنی چاہی اور کہا

"آپ کو میں نے روتے ہوئے دیکھ لیا۔ اب میں [illegible] ہو گی۔ آپ کو بدنام کروں گی"

شمیم - مجھے ڈر نہیں میرے بدنام کرنے سے خود آپ ہی بدنام ہوں گی...... اور آپ اس کا کیوں نہیں جواب دیتیں کہ آج آپ کو یہاں آنے کی کیا ضرورت پیدا ہوئی اور کیسے فرصت ملی؟

اختر - کل میرے سر میں درد تھا۔

شمیم - (آہ سرد بھر کر) خیر ہوگا۔ مگر میرے دل سے آپ کی اس بے وجہ خفگی اور بے اعتنائی کا رنج بڑی مشکل سے نکلے گا...... مگر نہیں...... یہ بھی میری نادانی ہے...... مجھ کو آپ سے کسی قسم کی توقع رکھنے ہی کا کوئی حق نہ تھا...... جو کچھ آپ نے کیا اچھا کیا...... صرف آپ نے مجھے یہ اُمید دلائی تھی۔ کہ آپ میری تیمارداری کریں گی۔ اسی لئے مجھے کل دن بھر آپ کا انتظار تھا...... مگر آپ نہ آئیں...... نہ آپ نے میرا کچھ حال دریافت کیا...... مگر اس کا گلہ کیا۔ آپ تیمارداری کرتیں تو آپ کی کمال مہربانی تھی...... آپ نے میری خبر نہ لی...... اس کی مجھے کوئی شکایت نہ ہونی چاہیئے...... میرا آپ پر حق ہی کیا تھا!

اختر - (ندامت سے سر جھکا کر) حق کیوں نہیں؟

شمیم - (فوراً) ہاں وہی حق جو ایک زخمی کتے کو کسی رحم دل انسان پر ہوتا ہے۔

اختر - آپ کیسی باتیں کرتے ہیں!

شمیم - میں بالکل سچ کہتا ہوں۔ کل تک میں بڑا بیوقوف تھا۔ آج مجھے عقل کا پہلا سبق ملا ہے۔

اختر - آپ بیوقوف کیوں تھے۔

شمیم - بیوقوف بن رہے تھا۔ کہ آپ کے اِس جواب کا کہ جاؤ اِن سے کہدو کہ مجھ کو اُن سے ملنے کی ضرورت نہیں اور نہ فرصت ہے۔ اِس جواب کا میں نے اِس قدر اپنے دلپر اثر لیا کہ میری حالت جو خراب تھی۔ اور خراب ہو گئی۔ اور مجھے اِس قدر روحانی صدمہ پہنچا۔ ایسی تکلیف ہوئی کہ میرا دل بیٹھنے لگا۔ میں نے اپنے آپ کو بہت سنبھالا مگر نہ سنبھلا اور بیہوش ہو گیا۔ کچھ تو بخار کی شدت تھی کچھ میرے زخم کی ٹیس اور سب سے زیادہ آپ کے وہ جگر خراش دلشکن الفاظ تھے۔ جنہوں نے مثل نشتر کے میرے دل میں چبھکر میرے قلب اور روح کو مجروح اور بیچین کر دیا۔ اور تھوڑی ہی دیر میں میری وہ حالت کر دی جو رات ہو گئی تھی ...... میں مسز ہیٹنلی کا احسان حشر تک نہ بھولونگا۔ اُنہوں نے میرے سرہانے بیٹھے بیٹھے ساری رات گذار دی۔ سچی دوستی کا حق ادا کیا۔ اور مجھ کو ہمیشہ کے لئے مرہون منت کر دیا۔ آپ پر مجھ کوئی دعویٰ نہ تھا۔ پھر بھی میں نے آپ سے اُمید رکھی۔ یہی میری بیوقوفی تھی +

اسفر - خدا کے لئے میں بہت شرمندہ ہو چکی۔ مجھے زیادہ شرمندہ نہ کیجئے۔ اِس طرح کانٹوں پر نہ گھسیٹئے۔ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔ میرا دل مجھے کل سے ملامت کر رہا ہے اور جب آپ بیہوش ہوئے ہیں اور ڈاکٹر نے نا امیدی کا پیغام سُنایا ہے اُس وقت سے صبح تک میری بہت کافی سزا ہو چکی ہے ..... میں نے بڑی احسان فراموشی کی۔ جس کی تلافی میں نہیں جانتی کہ کس طرح سے کروں۔ اگر خدانخواستہ آپ جانبر نہ ہوتے تو میں اپنے تئیں کبھی عمر بھر نہ معاف کر سکتی .... مگر اب آپ مجھے معاف کر دیجئے۔ شمیم کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر اور اُس کے چہرے کی طرف ملتجی نگاہوں سے دیکھ کر ..... نہیں مجھے اُمید ہے کہ آپ مجھے ضرور معاف کر دیجئے گا۔ اور مجھ کو اپنا ویسا ہی ہمدرد اور بہی خواہ سمجھئے گا جیسی میں پہلے تھی ....." شمیم تو شمیم تھا اگر سنگدل سے سنگدل انسان سے اِس جادو بھرے انداز سے معافی مانگی جاتی تو وہ نہیں نہ کر سکتا تھا +

اسفر کے اِس دلربا ادا نے شمیم کو بے قابو کر دیا۔ حالت اضطراری میں اسفر کا ملائم اور نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبا کر اِس نے جوش محبت سے لبریز آنکھوں سے اِسے دیکھا اور کہا +

مسلی مارگن یا مجھ سے اِن الفاظ میں معافی مانگ کر آپ نے میری زندگی کا نقشہ بدل دیا ورنہ میں دل میں مصمم ارادہ کر چکا تھا کہ جو آج ہی میں نسیم کے یہاں چلا جاؤنگا اور جس طرح آپ نے مجھ سے ملنے سے انکار کیا تھا میں بھی آپ سے کبھی نہ ملونگا۔ چاہے میری کیسی ہی حالت خراب ہو جائے" +

شمیم کچھ اور کہنے والا تھا۔ مگر برامدے کے فرش پر کسی کے بھاری بھاری قدموں کی قریب آتی ہوئی آواز نے دونوں کو چونکا دیا +

شمیم نے استھر کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور دونوں دروازے کی طرف دیکھنے لگے +

اتنے میں ڈاکٹر اسمتھ اپنا ہیڈ بیگ لئے ہوئے نمودار ہوئے +

ڈاکٹر اسمتھ ۔ ہلو مسٹر شیم ۔ گڈ مارننگ تم تو بالکل اچھے معلوم ہوتے ہو۔ گڈ مارننگ مس مارگن

شمیم اور مس مارگن نے ڈاکٹر سے ہاتھ ملایا۔ اور سلام کا جواب دیا +

شمیم ۔ جی ہاں اچھا ہوں۔ آپکے انجکشن نے مجھے موت کے پنجوں سے چھڑا لیا +

معلوم ہوتا ہے کہ ابھی میری زندگی کچھ اور باقی ہے +

ڈاکٹر نے نبض دیکھ کر کہا کہ بخار کم ہے۔ پھر تھرما میٹر لگا کر ڈاکٹر نے شمیم کی پٹی کھولی اور

زخم دھویا +

ڈاکٹر ۔ زخم تو کچھ بھر رہا ہے۔ اب درد کیسا ہے

شمیم ۔ درد تو ہے مگر کل سے بہت کم +

ڈاکٹر ۔ اب بہت جلد یہ زخم اچھا ہو جائے گا ؟ +

شمیم ۔ پھر ہم ٹینس کھیل سکیں گے کہ نہیں ؟ +

ڈاکٹر ۔ (مسکرا کر) بہت اچھی طرح ۔ تمہارا لڑکپن بھی کیسا دلاویز ہے ۔ !

اتنے میں مسز اسٹینلی بھی آ گئیں +

زخم کو صاف کر کے دوا لگا کر کچھ ضروری ہدایتیں دے کر ڈاکٹر اسمتھ چلے گئے +

ڈاکٹر کے چلے جانے کے بعد مس مارگن کسی ضرورت سے اٹھ کر چلی گئی +

مسز اسٹینلی رہ گئیں ۔ انہوں نے شمیم کو ایک پیالی میں دودھ دیا +

شمیم پی کر پھر لیٹ گیا اور مسز اسٹینلی سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا +

اتنے میں مسز ٹامس آئی اور مسز اسٹینلی سے کہا کہ ایک خادمہ مسٹر شمیم سے ملنا چاہتی ہے +

مسز اسٹینلی نے کہا کہ اسے فوراً بُلا لو +

گلشن ۔ (خادمہ سلام کر کے) مجھے خورشید میاں کی والدہ نے آپکے پاس بھیجا ہے ۔ بہت بہت

دعا کہی ہے اور پوچھا ہے کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے ؟ +

شمیم ۔ ان سے میرا سلام کہنا کہ میری طبیعت اب پہلے سے اچھی ہے۔ کل بہت خراب ہو گئی تھی +

مسز اسٹینلی ۔ رات کو یہ بیہوش ہو گئے ۔ ہم ہر طرح کی کوشش کی مگر ہوش نہ آیا ۔ ڈاکٹر کو بلایا +

انہوں نے تھرما میٹر لگا کر دیکھا ۔ ایپر بخار تھا ۔ پہلے تو انہوں نے ہم کو بالکل نا امید کر دیا ۔ اور

کہا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ پھر ہمارے بہت اصرار سے انہوں نے دوا دی۔ رات بھر تو بیہوش پڑے رہے۔ صبح ہونے کے کچھ پہلے انہوں نے آنکھیں کھولدیں۔ خدا نے بڑی خیریت کی۔ ورنہ ہم تو مایوس ہو چکے تھے +

گلشن۔ خدا اُن کو جلد تندرست کرے بیٹا تمہارے لئے تو جی سے دعا نکلتی ہے +

شمیم۔ خورشید ملیحاں کیسے ہیں +

گلشن۔ اب تو بالکل اچھے ہیں۔ ابھی جھوائی ٹولے کے حکیم صاحب بھی آ... تھے نسخہ تحفہ لکھ گئے ہیں

شمیم۔ ان کے یہاں اور سب اچھے ہیں۔ ماہ طلعت تو اچھی ہیں +

گلشن۔ جی ہاں خدا کے فضل سے سب اچھے ہیں۔ ماہ طلعت بیٹا بھی اچھی ہیں۔ آپ کو بہت بہت پوچھا ہے اور سلام کہا ہے۔ کہہ رہی تھیں کہ "مرا بس چلتا تو میں اُن کو دیکھنے کو جاتی"۔ جب سے آئی ہیں آپ ہی کی باتیں کرتی ہیں اور آپ کی بڑی بڑی تعریفیں کرتی ہیں۔ مجھے بُلا کر یہ پان لگا کر دیئے تھے اور کہا تھا۔ کہ انہیں کے ہاتھ میں دینا +

یہ کہکر اس نے شمیم کے آگے ایک چاندی کی نقشی تشتری رکھ دی۔ تشتری میں ایک خوبصورت چاندی اور سونے کا گنگا جمنی کا کام کیا ہوا خاصدان رکھا تھا۔ جس پر نہایت اچھا کڑھا ہوا گلابی ریشم کا رومال پڑا تھا۔ شمیم نے خاصدان کھولا۔ اس میں بہت نفاست سے گلوریاں چُنی ہوئی رکھی تھیں۔ گلوریوں پر چاندی کے ورق لگے تھے۔ الائچیاں بھی چاندی کے ورق میں لپٹی ہوئی تھیں۔ شمیم نے یہ دیکھ کر خاصدان بند کر کے اس پر رومال رکھدیا +

شمیم۔ ماہ طلعت نے بڑا تکلف کیا۔ بڑی محنت اور محبت سے مجھے پان لگا کر بھیجے ہیں۔ مجھے پان کا بہت شوق نہیں مگر ایسے پان دیکھ کر مشکل ہے کہ شوق نہ ہو جائے۔ میری طرف اُنہیں بہت دعا کہدینا اور کہدینا کہ ان کی عنایت کا میں بہت ممنون ہوں۔ اور کہدینا کہ مجھے بہت افسوس ہے کہ اب ان سے کسی بہانے سے بھی بات کرنے کا موقع میسر نہ ہوگا۔ خدا اُن کو خوش رکھے۔ جہاں رہیں شاد رہیں۔ (مسکرا کر) اور اُن کو ایک بہت لائق گورا چٹا خوبصورت دولہا ملے!!!

گلشن۔ تو یہ بیٹا۔ تم بھی تو مذاق کرتے ہو۔ ابھی تو بیٹا کی کہیں بات چیت بھی نہیں ہوئی ہے ابھی اُن کی عمر ہی کیا ہے۔ بالکل بچہ ہیں بڑی بڑی جگہ سے نسبتیں آئیں مگر بڑی سرکار نے کہدیا کہ ابھی ہم نہ کرینگے +

شمیم۔ (مسکرا کر) ارے تو میں یہ تھوڑا ہی کہتا ہوں کہ ان کی آج ہی شادی ہو جائے۔ میری تو

دُعا یہ ہے کہ جب شادی ہو دولہا حسین لائق اور خوب گورا چٹا ملے اور کہدینا کہ اپنی شادی میں ہم کو بھی ضرور بلائیں نہیں تو ہم خفا ہو جائینگے +

گلشن ۔ارے ہاں ۔بھیا کی بھی باتیں ۔کوئی لڑکی بھی کسی کو اپنی بیاہ یا شادی میں بلاتی ہے +

شمیم ۔اور ان سے کہدینا کہ ان ہی کی وجہ سے ہم زخمی ہوئے ہیں !! +

مسٹر اسٹیپل ۔کیوں ؟ +

شمیم ۔نہ وہ اپنے بھائی سے ملنے ہمارے درجہ میں آتیں نہ ہم آپ کی گاڑی میں گھس پڑتے اور ڈاکوؤں سے مقابلہ کرکے زخمی ہوتے (گلشن ہنسنے) اور ہاں خورشید علی کہاں ہیں آئے نہیں ۔اُن سے کہنا کہ بُلایا ہے ۔اور نسیم ؟ مگر نسیم کو تو تم جانتی نہ ہوگی +

گلشن ۔کون نسیم ۔وہی جو آپ کے ہمراہ طلن (ماہ طلعت) بیٹیا کے ساتھ آئے ہیں ۔۔۔ ہاں وہ تو کئی مرتبہ آچکے ہیں ۔شام کو دو مرتبہ آئے تھے ۔پھر آج صبح کو آئے تھے +

شمیم ۔اچھا (دل میں) وہ ماہ طلعت کی محبت میں ہمیں بھولے ہوئے ہیں خیر +

گلشن ۔اچھا میاں اب جاتی ہوں ۔سلام +

شمیم ۔ارے یہ خاصدان اور تشتری تو لیتی جاؤ ۔ہم پان کسی اور چیز میں رکھ لیں گے +

گلشن ۔نہیں نہیں ۔یہ یہیں رہنے دیجئے ۔میں پھر آکر لیجاؤں گی +

شمیم ۔کیا ذوالفقار علیخان کا مکان یہاں سے قریب ہی ہے +

گلشن ۔جی ہاں ۔بہت دور نہیں ہے ۔اچھا تو اب جاتی ہوں ! بندگی ! +

شمیم ۔ہاں جاؤ ۔اور دیکھو بھولنا نہیں اپنی سرکار سے ہمارا سلام کہدینا اور طلن بیٹیا سے جو کچھ ہم نے کہا ہے سب کہدینا +

گلشن چلی گئی ۔۔۔۔۔۔۔

ذوالفقار علیخاں کی زنانی حویلی کے کوٹھے کے ایک کمرے میں ماہ طلعت ایک آرام کرسی پر کسی کی منتظر بیٹھی ہوئی ہے ۔چہرے پر اس کے اوداسی ہے ذرا ذرا سی آہٹ پر دروازے کی طرف دیکھتی ہے ۔کتاب ایک زانو پر کھلی ہوئی رکھی ہے ۔مگر آنکھیں دیوار پر لگی ہیں ۔نہ معلوم کیا سوچ رہی ہے ۔دیکھتے دیکھتے یک بیک چونک اٹھتی ہے اور ایک آہ سرد بھر کر پھر کتاب دیکھنے لگتی ہے ۔مگر اس میں بظاہر جی نہیں لگتا ۔اور پھر اسی طرح سوچ میں پڑ جاتی ہے +

دل میں "گلشن اتنی دیر کی گئی ہوئی ابھی نہیں آئی نہ معلوم اُن کی طبیعت کیسی ہے ۔میرا خواب

بھی ایسا خواب اور ڈراونا تھا کہ اس وقت سے جی ٹھکانے نہیں ہے نہ معلوم کیسا کیسا ہو رہا ہے ایسا صاف خواب میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا...... چندوسی اسٹیشن کا بھی عجب واقعہ تھا...... نسیم اور شمیم میں کتنا فرق ہے۔ نسیم مجھے جب موقع ہوتا تھا۔ کیسی بری بری طرح گھورتے تھے۔ مگر شمیم نے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ جب باتیں کرتے تھے۔ نگاہیں نیچی کر کے......" نسیم نے کس بھونڈے طریقے سے مجھے دیکھنا چاہا۔ ایسے وہ ننھے نہ تھے کہ یہ نہ جانتے کہ میں درجے میں بیٹھی ہوں۔ میرا جی جل گیا۔ اور مجھ کو ان کے چھچھورے پن سے ایک نفرت سی پیدا ہو گئی ہے۔ شاید ان کو اپنے حسن پر بہت ناز ہو مگر مجھے تو ذرا بھی نہیں اچھے لگتے۔ برخلاف اس کے شمیم! اکس قدر انہیں میرا خیال تھا۔ اور کس سلیقہ اور تہذیب اور خلوص سے وہ ہر بات کرتے تھے۔ ناممکن تھا کہ دل پر اثر نہ ہو۔ اور اوفوہ وہ انکا ڈاکوؤں سے مقابلہ کرنا۔ میرا تو خیال سے جی لرزتا ہے۔ خدا ہی نے ان کو بچا لیا۔ ورنہ پھر اخدانخواستہ کہیں کسی ایسی ویسی جگہ پڑ جاتا تو کیا ہوتا...... اب نہ معلوم کیسے ہیں۔ بھائی جان اور سب توکل انور (خالہ زاد بھائی) کے ختنے میں لگے رہے۔ کسی نے وہاں کا حال بھی نہ لیا...... اور وہ مسز اسٹینلی اور مس مارگن کون ہیں؟ شمیم کو تو تسخیر کا عمل یاد ہے ہر شخص کو اپنا بنا لیتے ہیں...... لکھنؤ اسٹیشن پر میں نے بہت چاہا ان دونوں میموں کو کس طرح دیکھ لوں مگر نہ دیکھ سکی موقع ہی نہ ملا۔ شمیم تک کو تو دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ اتنی جلدی مجھے ایک پنجڑے (پینس) میں رکھ کر دوسرے پنجڑے (موٹر کار) میں بند کر دیا...... مجھے یقین ہے کہ اگر انکی طبیعت اچھی ہوتی تو وہ ضرور میرے درجے تک مجھ سے رخصت ہونے آتے...... ہائے ہم مظلوموں کی بے بسی۔ کسی کی تیمارداری بھی نہیں کر سکتے تیمارداری تو تیمارداری عیادت بھی گناہ ہے۔ ہم لوگ تو مسلمان خاک رہے ہندوؤں کے عقائد و رسوم ہم نے اختیار کر لئے۔ مسلمان تو رہے نہیں ہندوؤں سے بدتر ہو گئے۔ پھر کیسے ہم پنپیں کیسے قوم انحطاط نہ ہو۔ یا تو وہ زمانہ تھا۔ کہ مسلمان خواتین جنگ میں مردوں کے ساتھ ساتھ ہوتی تھیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ نہیں...... یہی نہیں...... بڑی بڑی معرکہ آرا لڑائیوں میں خود سپہ سالار ہوتی تھیں۔ کیا اس وقت بھی انکا پردہ مردوں کی عقلوں پر پڑ گیا تھا۔ تواریخ شاہد ہے کہ رضیہ سلطانیہ۔ نورجہاں۔ اور چاند بی بی نے کیا کیا۔ اور خود حضرت عائشہ صدیقہ کی مثال موجود ہے۔ جنگ جمل میں انکی فوج کا کون اصلی سپہ سالار تھا۔ کس کا کجاوہ تیروں سے چھدا ہوا تھا...... جو لوگ آج مذہب مذہب پکار کر عورتوں کے حقوق کو پامال کرنا چاہتے ہیں انہیں کے دادا پردادا نورجہاں اور رضیہ سلطانیہ کی کفش برداری

کیا کرتے تھے۔ اس وقت ان کا مذہب کہاں چلا گیا تھا؟ اور دور کیوں جاؤں آج کل اور آج سے نصف صدی پہلے سے فرمانروایاں بھوپال عورت ذات ہوکر لاکھوں مردوں پر حکومت کر رہی ہیں۔ کوئی چون نہیں کرتا۔ بڑے بڑے تقدس مآب لوگوں کی عمریں خوشامد میں کٹ جاتی ہیں۔ تو کیا بھوپال میں مذہب کا گذر نہیں؟ جس فرقے کے افراد باوجود دنیا بھر کی بندشوں کے لاکھوں اور کروڑوں مردوں پر برسوں تک حکمران رہیں اس فرقے کے حقوق سے کیسے کسی کو انکار کرنے کی جرأت ہو سکتی ہے؟ .... کچھ نہیں۔ مردوں نے ہمکو جاہل رکھ کر ہمارے خداداد حقوق ہم سے چھین لئے ہیں۔ جہاں جہاں ان کا بس چلا ہے ہم کو ان گھروں کے جیلخانوں میں بند کرکے ہمارے پیروں میں بیڑیاں ڈالدی ہیں۔ مگر یہ مظالم وہیں کے لئے ہیں جہاں کی عورتیں جاہل اور اپنے حقوق اور صحیح آزادی کے مفہوم سے ناآشنا ہیں۔ اور یہ مظالم بھی جبھی تک رہینگے جبتک ہم...... لوگ اسی طرح اپنے حقوق سے ناآشنا رہیں گے اور ان کا مضبوطی سے مطالبہ نہیں کریں گے۔ بغیر مانگے کوئی کسی کو اس کا حق نہیں دیدیتا۔ بچہ جبتک رو کر مچل نہیں جاتا۔ ماں بھی اس کو دودھ نہیں دیتی ہم کو بھی اپنے حقوق کے لئے مچل جانا چاہئے بہت صبر کر چکے ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ اور ہماری لڑائی بھی بائیکاٹ کے اصول پر ہونا چاہئے۔ مگر مذہب کا پہلو لئے ہوئے اور اس میں جہاد کی سی شان ہونی چاہئے۔ کاش کہ مجھے موقع ملتا اور میں اپنی تمام بہنوں کو اپنا ہم خیال کر لیتی......... اسی اثنا میں ستارہ جبین کمرے میں آگئیں +

ستارہ جبین۔ توبہ ماہ طلعت۔ تم کہاں آکر چھپی ہو۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تمہیں میں تھک گئی + آخر یہاں تم کیا کر رہی ہو اور کس سوچ میں ہو +

ماہ طلعت۔ (ہنسکر) میں سوچ رہی ہوں کہ عورتوں میں بغاوت کا جھنڈا پہلے میں اُٹھاؤں +

ستارہ جبین۔ ہائے کراٹ۔ آج تمہیں ہو کیا گیا ہے +

ماہ طلعت۔ ہو کیا گیا ہے۔ آج مجھ کو اپنی اور اپنے کل فرقے کی ذلت اور خواری کا احساس ہو گیا ہے

ستارہ جبین۔ ذلت وخواری تو ہماری قسمت میں لکھی ہوئی ہے۔ پھر قسمت سے لڑنا کیا فائدہ

ماہ طلعت۔ تمہیں لوگوں کی پست ہمتی اور خام خیالی کی بدولت آج ہمیں یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوا ہے +

ستارہ جبین۔ توبہ کچھ کہو تو سہی۔ آج کیا سانحہ ہوا جو تم اس قدر بھری بیٹھی ہو +

ماہ طلعت۔ کبھی کچھ درد رہتا ہے کبھی کچھ سوز رہتا ہے ہمارے دل پر صدمہ اک نہ اک ہر روز رہتا ہے۔ ایک بات ہو تو کہی جائے۔ یہاں تو ہر روز ایک نیا شگوفہ کھلتا ہے۔ اپنی ذلت و خواری کا غم تازہ ہو جاتا ہے۔ میں ابھی سوچ رہی تھی کہ اگر ہم بھی بائیکاٹ کے اصول پر مردوں سے جنگ کریں تو کیا ہمیں ہمارے حقوق نہیں مل سکتے؟ مل سکتے ہیں۔ اور ضرور مل سکتے ہیں۔

ستارہ جبین۔ کیسے؟

ماہ طلعت۔ مثلاً۔ فرض کرو کہ ہم کو یہ یقین ہو جائے کہ برقع پہن کر ہم باہر نکل سکتے ہیں۔ قرآن پاک نے ہمیں اس کی اجازت دی ہے۔ اور یہ ہمارا حق ہے۔ تو پہلے ہم اپنے محلے اور شہر کی لڑکیوں اور عورتوں کو اپنا ہم خیال کریں گے۔ ان میں بھی وہی روح وہی جوش پیدا کریں گے جو ہم میں ہے۔ پہلے انکو چائے پر بلا کر ان سے تبادلۂ خیالات کریں گے۔ اس طرح پر کہ آج ہم نے بلایا کل کسی اور نے پرسوں کسی اور نے۔ اور پہلے تمام باتوں کو صیغہ راز میں رکھیں گے۔ جب دیکھیں گے کہ ہماری تعداد بڑھ گئی ہے اور شہر میں قریب سو۔ سوا سو گھرانوں کی لڑکیاں ہماری ہم خیال اور آزادی کیلئے مصیبتیں جھیلنے کیلئے طیار ہو گئی ہیں اس وقت ہم اپنے مردوں سے یہ کہیں گے کہ ہمیں برقع پہنکر باہر نکلنے کی اجازت دیجائے۔ اگر وہ اجازت نہ دیں تو ہم ان سے یہ کہینگے کہ ہم انکے احکام کے برخلاف برقع پہنکر باہر نکلیں گے پھر جو کچھ چاہیں وہ ہماری سزا کریں اور ہم اسکو بخوشی منظور کریں گے۔ اسپر بھی وہ نہ مانیں تو۔ ہم ایک ہی دن۔ ہر محلے کے دو دو لڑکیاں برقع پہنکر نکلینگے۔ اور کسی خاص جگہ جا کر جمع ہونگی۔ اور پھر گھر واپس آجائینگے

ستارہ جبین۔ مگر والدین کے احکام کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے۔

ماہ طلعت۔ یہ صحیح ہے مگر جب والدین کے احکام قرآن شریف کے صاف احکام کے مخالف ہوں تو ہم قرآن پاک کے احکام پر ان کے احکام کو ترجیح نہیں دے سکتے۔

ستارہ جبین۔ پھر وہ سختی کریں گے۔

ماہ طلعت۔ کریں۔ ہم برداشت کریں گے۔ مگر برقع پہن کر پھر اسی طرح باہر نکلیں گے۔

ستارہ جبین۔ وہ تمہیں مارنے بیٹھیں گے۔

ماہ طلعت۔ ہم ان کی مار کھائیں گے۔ مگر پھر وہی کریں گے۔

ستارہ جبین۔ وہ تمہیں کوٹھریوں میں بند کر دیں گے۔

ماہ طلعت۔ کچھ ڈر نہیں۔ ہم خوشی سے قید میں رہنا منظور کریں گے اور کیا ہماری روزانہ زندگی قید سے کچھ کم ہے مگر جب قید سے چھوٹیں گے ہم پھر برقع پہن کر باہر نکلیں گے۔ یہاں تک

کہتی ہوں کہ وہ ہمیں مار بھی ڈالیں تو ہم شہید ہونگے ان کی نہ بخشش نہ ثواب ہوگا کیونکہ ہم حق پر
اور وہ باطل کے پیرو ہوں گے۔ مگر خیر اس کی نوبت نہ آئے گی۔ اس کے قبل ہی تم ان کو اپنی
بات ماننے پر مجبور کر دو گی۔

ستارہ جبین۔ مگر ایک بات ہے اگر ہر ایسی لڑکی کو وہ قید کر دیں۔ تو ہم سب میں بدنام ہو جائیں
گے۔ اور سارا کام بھی رُک جائے گا۔

ماہ طلعت۔ ہرگز نہیں۔ قید کرنے سے کبھی کام بند نہیں ہوا ہے۔ کسے کسے قید کریں گے۔
ایک کو قید کریں گے تو دس قید میں رہنے کے لئے تیار ہو جائینگی۔ اور پھر کیا عمر بھر ہمیں وہ قید ہی
میں رکھیں گے! کیا ان کا خون سفید ہو جائیگا۔ اور بفرضِ محال وہ یہ بھی کریں تو ہمیں وہ قید اچھی
اور یہ قید ناپسند ہے کیونکہ اُس قید میں ہم آزاد اور باعزت ہو کر رہیں گے اور اِس قید میں
جو ہم نے اپنی حماقت سے منظور کر لی ہے ہم ذلیل و خوار ہیں۔

ستارہ جبین۔ کچھ ہو۔ مگر وہ قید تو ہوئی۔ سب لوگ انگشت نمائی کریں گے۔

ماہ طلعت۔ اس کی نہ کہیئے۔ یوں تو ہماری روحیں بھی اس جسم خاکی میں قید ہیں۔ مگر اسی
جسم میں قید ہو کر بعض روحیں تو خود مختار آزاد اور باعزت ہو کر رہتی ہیں۔ اور بعض روحیں
محتاج۔ غلام اور ذلیل ہو کر رہتی ہیں۔ اسی طرح جب ہمارے والدین یا سرپرست ہمیں جبریہ
قید کر دیں گے تو ہم اور ہماری روحیں دراصل آزاد رہیں گی۔ اور اگر ہم اس روزانہ زندگی
کی قید کو منظور کر لیں گے۔ تو ایسی قید میں ہماری روحیں غلامی کے زہر سے مسخ ہو جائیں
گی۔ اور مسخ ہو گئی ہیں۔ تم بتاؤ ہم میں اور جانوروں میں کیا فرق رہ گیا ہے؟ کچھ نہیں محض نام کا

ستارہ جبین۔ یہ تو ہوا مگر جن لڑکیوں کی شادیاں ہو گئی ہیں وہ اپنے شوہروں کے ظلم و
جبر سے کیسے بچیں گی؟

ماہ طلعت۔ اول تو جتنے حقوق قرآن پاک نے یا صحیح حدیثوں نے (اُلٹی سیدھی۔ موضوع
اور چھوٹی حدیثوں کی سند نہیں) ہم پر شوہروں کو دیئے ہیں۔ ان کو ہم اپنے فرائض سمجھ کر نیک نیتی
سے ادا کریں۔ خواہ اِن فرائض کے ادا کرنے میں ہمیں کیسی ہی تکلیف ہو مگر اس کے ساتھ ہی
یہ بھی ہے کہ اگر شوہر ہمارے حقوق کو نظر انداز کریں اور اپنے حقوق سے تجاوز کریں۔ تو ہم
ان کے پہلے اِن کی اِس غلطی سے آگاہ کریں گے اور موقع دیں گے کہ وہ اپنے آپ کو درست
کر لیں اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو ہم اُن کا کوئی کام نہ کریں گے۔ اور اِن سے غیر استمدادی

ترکِ موالات کریں گے۔ مثلاً اِن سے بات نہ کریں گے۔ اِن کے قریب نہ بیٹھیں گے۔ اِن کا کھانا نہ پکائیں گے۔ اِن کے گھر کا تھوڑا بہت بھی کام نہ کریں گے۔ اِن کا کوئی کام نہ کریں گے۔ ہم کو ڈانٹنے ڈپٹیں گے۔ ہم سُن لیں گے۔ ہمیں ہی بھینچے ہوں گے۔ ہمیں ماریں گے۔ ہم مار سہہ لیں گے۔ اور اس کے بعد ہم گھر سے برقع پوش ہو کر نکلیں گے۔ اور اپنی ہم خیال عورتوں سے اپنی مظلومیت کی داستان بیان کریں گے میٹنگ کریں گے۔ اور ان سے کہیں گے کہ وہ اپنے مردوں کو اس بات پر مجبور کریں کہ اس ظالم شوہر سے ہر بات میں قطع تعلق کر لیں۔ نہ اس سے بولیں نہ اس کے گھر جائیں نہ اسے اپنے گھر بلائیں۔ مختصر یہ کہ اس کا بائیکاٹ کریں۔ اور اپنے دوستوں کو بھی اس بائیکاٹ کی ترغیب دیں۔ دو دن تو بہت ہوتے ہیں۔ محض اس بائیکاٹ کی دھمکی سے شوہر صاحب کے مزاج درست ہو جائیں گے۔ اور وہ اپنی کمینی بیہمانہ حرکتوں سے باز آ جائیں گے۔ صرف یہی نہیں ایسی مظلوم لڑکی کو چاہئے کہ اپنے گھر کی اور بیویوں اور عورتوں سے کہے کہ اس شوہر کو یا تو سمجھا بجھا کر درست کریں یا اُسے بائیکاٹ کریں۔ اور اگر وہ نہ کریں تو اور گھر والوں کی بیویاں اس شخص کے گھر کی مستورات کو بھی نہایت سختی سے بائیکاٹ کر دیں۔ پھر دیکھئے کیا نتیجہ ہوتا ہے شوہر صاحب کے سارے نشے ہرن ہو جائیں گے۔

ستارہ جبین۔ یہ تو صحیح ہے کہ ہم اپنی ہم خیال عورتوں کو ترغیب دے سکتے ہیں۔ کہ وہ اپنے بھائیوں اور شوہروں وغیرہ پر نظر ڈالیں کہ وہ اس ظالم شوہر کا بائیکاٹ کریں۔ مگر کیا اِن عورتوں کے شوہر اور بھائی ایسا کرنے پر راضی ہو جائیں گے؟

ماہ طلعت۔ نہ راضی ہونگے تو وہ عورتیں مردوں سے بھی قطع تعلق کر کے اِن کی کوئی بات نہ مانیں گے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ اِس رستے کے لئے سختی برداشت کرنے کی قابلیت ہونی چاہیئے۔ مگر میں کہتی ہوں کہ سختی اور مظالم کے برداشت کرنے کی قابلیت عورتوں میں مردوں سے کہیں زیادہ ہے جیسا کہ روزمرہ کے واقعات سے صاف طور سے ثابت ہے۔

ستارہ جبین۔ مگر اِن عورتوں کو کیا پڑی ہے کہ کسی اور کی خاطر اپنے مردوں سے بگاڑ کر کے اپنے سر آفت مول لیں۔

ماہ طلعت۔ اوّل تو اپنے ہم جنسوں کی مصیبت سے ہمدردی اِن سے یہ ایثار کرائے گی۔ دوسرے اِس سے خود اِن کا فائدہ بھی ہے کیونکہ اگر آج ایک پر ظلم ہوا ہے۔ تو اگر اس کا انسداد نہ ہوا تو کل خود اِن پر ظلم کی آری چلے گی اور اگر وہ کسی کی مصیبت میں کام نہیں آئیں

ہیں۔ تو اِن کی مصیبت میں کون کام آئے گا۔ لہذا ایک تو انسانی ہمدردی دوسرے اِن کا [illegible]
ذاتی فائدہ اِن سے یہ ایثار کرائیگا۔ کہ اگر اِن کے یہاں کے مرد حق اور انصاف کی طرفداری
سے مُنہ موڑیں گے۔ تو کسی مظلوم عورت کو اُس کے درندہ صفت شوہر کے پنجہ ظلم سے
نہ بچائیں گے تو وہ اِن سے بھی رُوٹھ جائیں گی۔ اِس طرح اگر اِن کے مرد حق کی طرفداری اور
مظلوم کی داد رسی پر خوشی سے نہ راضی ہوں گے تو اپنے گھر کی عورتوں کے بائیکاٹ کے
جادو اثر ہتھیار سے جبریہ اُن کو راضی ہونا پڑے گا +

ستارہ جبین ۔ مگر یہ بہت مشکل بات ہے +

ماہ طلعت ۔ مشکلے نیست کہ آساں نشود۔ مظالم کا انسداد محض اخباروں کے صفحے
فرضی قصے لکھ کر سیاہ کرنے سے نہیں ہوتا۔ حقوق محض مانگنے سے نہیں ملتے۔ اب مانگنے
کے دن آ گئے۔ اب تم اپنے حقوق اپنی قوت بازو اپنے ایثار اپنی نفس کشی اپنی تکالیف برداشت
کرنے کی قابلیت سے لو۔ مگر حد سے نہ بڑھو۔ اِس لڑائی کو بطور ایک جہاد کے لڑو۔ اور
اِس کیلئے ایک بات کی سخت ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ ہر شہر میں ایک لیڈیز ایسوسی ایشن
(یعنی انجمن خواتین) ہونا چاہئے۔ جس کی غرض وغایت عورتوں کے حقوق کی حفاظت
ہو۔ اِس انجمن میں ہر قوم اور مذہب کی عورتیں ہوں۔ اِس انجمن کو مثل انجمنوں کے مردہ اور
شکستہ حال نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ اِس انجمن کو ایک زندہ اور طاقتور انجمن ہونا چاہیے
اور اُس میں امیر و غریب کی بھی تمیز نہ ہونا چاہیے۔ اگر عورتیں ایسی انجمن قائم کرنے کے لئے
اپنے قیمتی کپڑے اور زیورات بھی بیچ ڈالیں تو بیجا نہ ہوگا۔ کسی فرقے یا کسی ملت کی اُس
وقت تک کوئی تعظیم نہیں کرتا۔ جب تک کہ اس میں ایک قوی اتحاد نہ ہو۔ اور اس کی
ایک زندہ انجمن نہ ہو۔ افسوس چماروں اور دھوبیوں تک کی تو انجمنیں قائم ہیں۔ اور
نہیں ہیں تو عورتوں کی اسیو جسسے ہم اپنے گھروں میں چماروں اور دھوبیوں سے
بھی زیادہ ذلیل اور خوار ہیں +

ستارہ جبین ۔ مگر بغیر چند ہمدرد مردوں کو ملائے ہوئے ہم لوگ زیادہ کام نہیں
کر سکتے +

ماہ طلعت ۔ تم سچ کہتی ہو اگر مردوں کو ملانا مشکل نہیں۔ ہمیں بہت سی بہنیں ایسی مل
جائیں گی۔ جن کے شوہر تعلیم یافتہ ہمدرد اور لائق ہوں گے۔ اور میں بھی اگر شادی کر لونگی

تو کسی ایسے ہی شخص سے کروں گی۔ جو نہایت قابل ہو اور میری اسکیم میں میری پوری مدد کر سکے اگر ہم عورتوں کی ایک مضبوط انجمن قائم کر لیں تو ہماری آئندہ جد و جہد میں ہماری بہت سی مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ اور میرا تو عقیدہ یہ ہے کہ محض ایسی انجمن کا وجود ہی بہت سی مظلوم عورتوں کو ظلم کے شکنجوں سے بچا لینے کے لئے کافی ہوگا!!! ...... اتنے میں گھڑی میں ۱۰ بجے ....

ماہ طلعت۔ اوفوہ۔ دس بج گئے۔ باتوں ہی باتوں میں ...... مگر اس گلشن مردار کو خدا سمجھے نہ معلوم کہاں نیست و نابود ہو گئی۔

ستارہ جبین۔ (ہنس کر) انتظار کی گھڑیاں بڑی سخت ہوتی ہیں۔ مگر بہت بیقرار نہ ہو اب آتی ہی ہوگی ...... تم نے بھی ستر برس کی بڑھیا کو بھیجا۔ ارے کسی جوان کو بھیجتیں ...... مگر تمہارا بدگمان دل یہ کہاں گوارا کرتا۔

ماہ طلعت۔ چپ بھی رہو۔ بہت باتیں نہ بنایا کرو۔ (مسکرا کر) شمیم کو دیکھ لو تو انہیں کا کلمہ پڑھنے لگو۔ ساری شیخی بھول جاؤ۔

ستارہ جبین۔ میں ایسی بدمذاق نہیں کہ ایسے کالے کلوٹے پر تمہاری طرح عاشق ہو جاؤں

ماہ طلعت۔ تو پھر کسی پر عاشق کا بیکو ہونے لگی۔ ہاں مجھ پر ان کا بڑا احسان ہے۔ وہ ان دنوں سخت بیمار ہیں۔ اگر مجھے ان کی حالت معلوم کرنے کی فکر ہو تو اس میں تعجب ہی کیا ہے ...... یہ لو وہ آگئی ...... خیر پڑی بات ......

گلشن ہانپتی کانپتی داخل ہوتی ہے۔ اور یا اللہ کہہ کر فرش پر بیٹھ گئی۔

گلشن۔ ارے توبہ توبہ اس کڑی دھوپ میں میرے تو چلتے چلتے پیر اڑ گئے۔ اب کبھی نہ جاؤں گی۔

ماہ طلعت۔ (غصہ میں) ایک تو آنے میں دو گھنٹے لگائے پھر اس پر نخرے کرتی ہے کہ میرے پیر اٹھ گئے۔ اور میرا سر اڑ گیا۔ میں آج سے تجھے کسی کام پر نہ بھیجا کروں گی۔ انتظار دیکھتے دیکھتے آنکھیں پتھرا گئیں۔ مگر بیگم صاحب آج آتی ہیں نہ کل۔

گلشن۔ کیا کروں بیا۔ راستے میں رفیع اللہ بیگ کے گھر کی ماما۔ وہی نام ہے اچھا سا اس کا نصیبن نصیبن۔ ہاں وہی مل گئی۔ سب کی خیریت پوچھنے لگی۔ اسی میں اتنی دیر ہو گئی۔

ماہ طلعت۔ ایسے تو ہوگا خراب یہ بتاؤ کہ وہ کیسے ہیں +

گلشن۔ کون؟

ماہ طلعت۔ وہی۔ وہی +

گلشن۔ کون رفیع اللہ بیگ کے لڑکے۔ ہاں وہ اب اچھے ہیں۔ بخار لرزہ اب نہیں آتا۔ صرف کھانسی کی شکایت باقی ہے +

ماہ طلعت۔ بڑھیا سٹھیا گئی ہے کمبخت۔ پوچھو کیا جواب کیا دیتی ہے +

گلشن۔ اور انکی بڑی بیٹا سسرال ہی میں ہیں۔ کل آ گئی۔ اور آجکل انہیں ماہ انکی بڑی تکلیف ہے شبراتی بھی چلی گئی اور

ماہ طلعت۔ شبراتی کی خالہ۔ تجھ سے شبراتی کا حال کون پوچھتا ہے۔

گلشن۔ تو بیٹا تو پھر کس کا حال بتاؤں۔ اب بیٹا یہ تو اپنے نصیب کہتی ہو کہ شبراتی کو بیوی نے چھوڑ دی نکالی۔ شبراتی بھی ... بیٹا شبراتی تو بسی حرامزادی ہے۔ یکیں تو۔

ماہ طلعت۔ ... تم گدھی ہو!

گلشن۔ نوج بیٹا۔ میں کاہیکو گدھی ہونے لگی۔ میں نے کون گدھی ہونیکا کام کیا۔ میں نے تو جو نصیبا نے کہا وہی تم سے کہدیا اور انصاف کی بات تو یہ ہے۔ تارہ بیٹا (ستارہ جبین سے مخاطب ہوکر) کہ انکی بیوی کا مزاج ہی (مُنہ بناکر) خراب ہے۔ ابھی اسی دن حلیمن کی کو اتنی زور سے دھکا مارا کہ وہ ننھی سی جان بلبلا گئی +

ماہ طلعت۔ یا اللہ میں کیا کروں اس کمبخت کا تو دماغ جل گیا ہے۔ اپنی ہی کہی جاتی ہے کسیکی سنتی ہی نہیں آ

ستارہ جبین۔ اور بھیجو اس کو۔ میں تو کہتی ہی تھی کہ ان بڑھیوں کی زبان چرخی ہوتی ہے۔ چلتی ہے تو رکنے کا نام ہی نہیں لیتی +

گلشن۔ ہاں بیٹا۔ اس وقت جوان ہو جو چاہو کہہ لو۔ ہم پر ہنس لو۔ مگر ہماری طرح ایک دن خدا کرے گا تو تم بھی بوڑھی ہو جاؤ گی! +

ستارہ جبین۔ دیکھتی ہو اس کمبخت کو ہمیں کوستی ہے۔ میں ابھی اماجان سے جاکے کہہ دوں گی۔ اتنی جوتیاں پڑینگی کہ یاد کرے گی۔ خدا نہ کرے۔ ہم کاہیکو بڑھیا ہونے لگے +

ماہ طلعت۔ ارے او نیک بخت تجھ کو جہاں بھیجا تھا۔ وہاں کا بھی کچھ حال کہے گی کہ یہی سب خرافات ہی بکے جائیگی +

گلشن۔ کہاں کا حال۔ شمیم میاں کا؟ مگر بیٹا ذرا ایک پان بنا دو۔ صبح سے پان نہیں کھایا زبان سوکھ کر کانٹا ہو گئی ہے +

ماہ طلعت۔ ہم تجھے پان نہ دیں گے۔ پہلے حال بتا!! +
گلشن۔ ارے کیا حال کہوں۔ ایسا ہنس مکھ چہرا ہے۔ اور آنکھیں ایسی خوبصورت ہیں۔ کہیں کیا بتاؤں۔ وہ میا تو اِن پر عاشق ہی ہے +
ستارہ جبین۔ کون میم؟ +
گلشن۔ کون میم! میں نے بھی کیا اس کا نام پوچھا تھا؟ ایسی ایسی گوری گوری خوبصورت خوبصورت تھی۔ کہ جیسے کوئی گڑیا ہو +
ماہ طلعت۔ توبہ ستارہ تم کو بھی تو ایسی چڑیل میم کی پڑی ہے (گلشن سے) ارے وہ خود کیسے ہیں +
گلشن۔ بڑے اچھے ہیں۔ ایسا اچھا مزاج ہے۔ مجھ سے بڑی دیر تک باتیں کیں +
ماہ طلعت۔ نہیں بھئی..... اوفوہ!...... (دانت پیس کر) اُنکی طبیعت کیسی ہے +
گلشن طبیعت اچھی ہے۔ ہنستے بولتے ہیں۔ تمہارا نام سُن کر بہت خوش ہوئے۔ اور تمہارے پانوں کا بہت بہت شکریہ ادا کیا ہے +

بڑی مشکل سے جب بی گلشن راہ پر آئیں تو اُنہوں نے سارا حال ضرورت سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ ماہ طلعت شمیم کی باتیں سُن کر شرمائیں بھی خوش بھی ہوئیں خفا بھی ہوئیں۔ پھر جتنا بڑھیا نے انہیں دق کیا تھا۔ اِس سے زیادہ اُنہوں نے بڑھیا کو پریشان کیا۔ ہر ہر بات کرید کرید پوچھی۔ "تو پھر کیا کہا" "تو پھر کیا ہوا" کہہ کہہ کر اُنہوں نے بڑھیا بیچاری کو دق کر مارا۔ ایک ایک بات دو دو تین تین مرتبہ کہلوائی۔ پھر بھی جی نہ بھرا۔ اتنی اتنی بات اس سے پوچھی کیسا پلنگ تھا کس قسم کا کمرہ تھا کس طرح کی پوشاک تھی۔ آخر میں گلشن نے دھائی لگائی +
گلشن۔ خدا کے لئے بیٹیا ہمیں چھوڑو۔ اب جانے دو۔ مارے بھوک کے ہمارے حواس درست نہیں۔ مجھے تو تم نے ذری سا ناشتہ بھی نہ کرنے دیا۔ تم نے تو ایسی جلدی مچائی کہ ابھی جاؤ۔ میں پانی بھی نہ پی سکی۔ اب خدا کے لئے مجھے جانے دو کچھ کھا پی لوں۔ ہوش ٹھکانے ہوں تو مجھ سے پوچھنا +

یہ کہہ کر گلشن اپنی جان لیکر نیچے چلی گئی +

ماہ طلعت کی عجیب حالت تھی۔ دل میں اس کے ایک خوشی تھی۔ کہ اسے وہ بیان نہیں

کر سکتی تھی۔ ایک ایک جملے ایک ایک بات کے وہ دل ہی دل میں مزے لے رہی تھی۔ اور سب سے زیادہ مسرت اس کو یہ تھی۔ کہ ان کو میرا کتنا خیال ہے بہت دیر تک وہ مطلوت انہیں دلفریب خیالات میں کھوئی رہی۔ انتہائی خوشی سے اس کا گلابی رنگ سرخ ہو گیا۔ لبوں پر بار بار تبسم آتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی روشنی چمک جاتی تھی۔ دل میں ہائے ان کو مجھ سے باتیں کرنے کی حسرت ہے ...... کیا مجھ کو نہیں ...... (آہ بھر کر) ہاں صرف وہ اپنے دل کی بات کہہ دیتے ہیں ..... میں کہہ نہیں سکتی ..... آہ ......

پیارے شمیم ...... تم نے اپنی بے مثل اداؤں سے مجھ کو بالکل خرید لیا .... ہائے میں کہیں کی نہ رہی ...... آخر تم میں وہ کیا بات ہے۔ جس سے تم نے میرے محبت ناآشنا دل میں ایسا گھر کر لیا۔ تم سے زیادہ حسین میں نے دیکھے ہیں۔ مگر مرے آئینہ دل پر ان کے حسن کا ایک خط بھی نہ پڑا ...... تمہاری صورت کیسی دلکش ہے۔ کیسی دل میں کھپ گئی۔ تمہاری سیاہ سیاہ آنکھوں میں نہ معلوم وہ کون چیز ہے۔ جس میں اس بلا کی کشش ہے۔ ...... تمہاری گفتگو میں وہ کیا جادو ہے جو لوگوں کے دلوں کو تسخیر کر لیتا ہے شاید تمہارا دل دُنیاوی کثافت سے پاک ہے۔ شاید اس میں بجز خلوص محبت اور ہمدردی کے کسی مذموم خواہش کی جگہ نہیں ۔

میں تمہارا یہ طعن سمجھتی ہوں کہ میری شادی کسی گورے چٹے سے ہو؟ اور پھر یہ چالاکی کہ "ہم کو اپنی شادی میں نہ بلایا تو ہم خفا ہو جائیں گے"۔

دل لے ہی چکے ناز سے شوخی سے ہنسی سے
اب ان کی بلا آنکھ ملاتی ہے کسی سے

خدا نہ کرے کہ مجھ کو تم سے محبت ہو جائے ورنہ تمہارا کچھ نہ جائے گا۔ اور میں کہیں کی نہ رہوں گی۔ خدا کرے یہ میری بے چینی اور دل کی کشمکش محض عارضی ہو ..... خدا کرے میں کسی کو نہ چاہوں ...... محبت بڑی بلا ہوتی ہے۔ یہ محبت کمبخت انسان کی عقل کو مغلوب کر کے اس کے جذبات کو اس پر حکمران کر دیتی ہے۔ اسی کو لوگ دیوانہ پن کہتے ہیں مگر ....

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

ممکن تھا کہ اگر میں تم کو محض ایک مرتبہ دیکھتی تو میرے دل پر تمہارا یہ اثر نہ ہوتا۔ لیکن اپنی نیرنگئی قسمت کو کیا کروں۔ اس نے تم کو میرے راستے میں ڈال دیا۔ اور اس طرح کہ قدم قدم پر میری زنجیریں کستی گئیں۔ میں بے بس ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ میرے اختیار کا خاتمہ ہو گیا۔ اور جبر کے سلسلہ کی ابتدا ہو گئی .... میں ناولوں میں پڑھتی تھی کہ محبت ایسی ہوتی ہے اور ایسی ہوتی ہے مگر مجھ کو یقین نہ تھا۔ آج بھی مجھے اس قسم کی محبت کا یقین نہیں مگر ...... میں بالکل آزاد ہوں۔ پھر بھی میرے اختیار سے باہر ہے کہ تمہارا خیال نہ کروں۔ میں دیوانی نہیں ہوں۔ مگر دنیا میں بجز تمہارے نام اور تمہارے ذکر کے مجھے کسی چیز میں دلچسپی نہیں میں حالت بیخودی میں تڑپتی نہیں ہوں مگر میرے دل میں ایک گھبراہٹ اور بے چینی سی ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میرے دل پر ایک بوجھ ہے۔ وہ کیا ہے۔ کیسا ہے۔ میں بیان نہیں کر سکتی۔ اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بوجھ کو اپنے دل پر سے میں کیسے ہٹاؤں کیسے دل کو خوش کروں۔ اس کو شاید مبالغہ کرنے والے عشق اور محبت کہتے ہیں ...... خدا کرے عشق و محبت کوئی اور چیز ہو۔ یہ نہ ہو۔ بلکہ یہ ایک محض عارضی اثر ہو۔ جو چند دنوں میں زائل ہو جائے اور پھر میں ویسی ہی ہو جاؤں۔ جیسی میں پہلے تھی .... اور مشکل تو یہ ہے کہ میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ شمیم کی تصویر میرے دل سے مٹ جائے اسکا خیال مجھے فراموش ہو جائے .... اس کی داستان ادائیں میں بھول جاؤں .... میں عجب کشمکش میں مبتلا ہوں۔ یا اللہ میں کیسے اس بھنور سے نکلوں گی۔ تو ہی میری مشکل آسان کر ....

ستارہ جبین۔ یا اللہ طلّن تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم کہاں ہو۔ میں اس کتاب کا پورا باب پڑھ گئی اور تم ویسی ہی کی ویسی اپنے خیالات میں غرق بت بنی بیٹھی ہو۔ چہرے پر تمہارے ایک رنگ آتا ہے ایک جاتا ہے۔ یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے +

ماہ طلعت (مصنوعی ہنسی ہنس کر) تم تو ہو۔ دیوانی۔ تم تو کتاب پڑھنے لگیں میں کیا کرتی چپ بیٹھی رہی ...... چلو اب بہت دیر ہو گئی نیچے چلیں۔ امی جان کہتی ہوں گی کہ یہ لڑکیاں کہاں چلی گئیں +

ستارہ جبین۔ (زینہ سے اترتے ہوئے) میں کہہ دوں گی کہ یہ بیٹھی اپنے شمیم کو یاد کر رہی تھیں +

ماہ طلعت - اچھا جاؤ کہدو - ہماری بلا سے - ہاں یاد تو کرتے تھے - اور کریں گے - سو مرتبہ کریں گے - ہزار مرتبہ کریں گے - تمہارا اجارہ ؟ +

یہ کہہ کر ماہ طلعت ستارہ جبین کو انگوٹھا دکھا کر کھٹ کھٹ زینہ سے اتر کر چلتی ہوئی ..... جیسے شمیم کے پاس سے گلشن گئی - ویسے ہی خورشید علی اور نسیم کا موٹر بنگلے کے احاطہ میں داخل ہوا +

یہ دونوں شمیم کے کمرے میں آئے +

نسیم - کہو شمیم کیسے ہو ؟

شمیم - تمہاری بلا سے ہم کیسے ہی ہیں - کوئی مر تھوڑے ہی گئے ہیں - اور اگر مر جاتے تو تمہیں آج آنے کی بھی ضرورت اور زحمت نہ ہوتی +

نسیم - بہت نادم ہوئے اور اُلٹے سیدھے کئی عذر کئے - بڑی مشکل سے شمیم کو منایا +

اس کے بعد خورشید علی اور نسیم بہت دیر تک بیٹھے رہے خوش گپیاں ہوا کیں + شمیم کے ساتھ مس مارگن اور مسز اسٹینلی بھی ہنسی مذاق میں شریک رہیں + دوپہر تک یہی خوش فعلیاں رہیں - اس کے بعد نسیم اور خورشید علیخاں شام کا وعدہ کر کے رخصت ہوئے +

اسی طرح نسیم اور خورشید علی دونوں وقت شمیم سے ملنے آنے لگے اور اکثر اوقات تین تین چار چار گھنٹوں تک بیٹھ کر شمیم کا دل بہلاتے تھے - ڈاکٹر اسمتھ بھی دونوں وقت آتے تھے - ان کے علاج سے شمیم کو بہت فائدہ ہوتا گیا - زخم بھی جلد جلد بھرنے لگا - درد میں بھی بہت کمی ہو گئی - اور بخار تو دوسرے ہی دن اتر گیا تھا +

اس اثناء میں گلشن کی آمدورفت برابر جاری رہی - کبھی خالی ہاتھ نہ آتی تھی - کبھی پان ہیں کبھی حلوا کبھی شیر برنج کبھی سوئیاں اور سب چیزیں خاص ماہ طلعت کے ہاتھ کی نہایت اہتمام اور نفاست سے تیار کی ہوئیں - بقول نسیم شمیم کی زبان شکریہ ادا کرتے کرتے گھس گئی تھی - شمیم ہر مرتبہ کوئی نہ کوئی بات گلشن سے ایسی کہہ دیتے تھے کہ ماہ طلعت دن دن بھر رات رات بھر اسی کے مزے لے لے کر جیتی تھی - اور اس کی "عارضی محبت" دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی جاتی تھی - یہانتک کہ اس کی بے چینی اور اضطراب کی کوئی حد نہ رہی تھی +

اِدھر شیم کی طبیعت کا رنگ [illegible] اور ہی تھا۔ ماہ طلعت سے روز بروز اُنس بڑھتا جاتا تھا۔ اور استھر سے روز بروز عشق۔ ایک کو دیکھا نہ تھا۔ اور دوسرے کا حسن آنکھوں کو چکاچوند کرتا رہتا تھا۔ شیم کے دل کی گرفتاری کے لئے صرف استھر کا حسن ہی نہ تھا۔ بلکہ اِس کی برق وش ادائیں۔ اِس کی جادو بھری باتیں۔ اِس کی داستان لگاوٹیں سب سازش کئے ہوئے تھیں۔ شیم جو پہلی ہی نگاہ میں زخمی ہو چکا تھا۔ استھر کی سحرکاریوں سے بالکل اُس کے ہاتھ بک گیا تھا۔ ایک لمحہ بھی اُس کو بغیر استھر کے قرار نہ تھا۔ اور استھر کی بھی یہ حالت ہوگئی تھی۔ کہ شیم کے پاس سے اُس کا اُٹھنے کو دل ہی نہ چاہتا تھا۔ دن بھر اور ایک حصہ رات تک اُن دونوں کا ایک دوسرے کی صحبت سے جی نہ بھرتا تھا۔ اور رات کی جبر جدائی اگر شیم کو شاق تھی۔ تو استھر کو بھی چین سے سونے نہ دیتی تھی۔ نسیم اور خورشید علی کی وجہ سے بھی بہت دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ یہ سب کچھ تھا مگر شیم نے سوائے بطور مذاق کے یوں کبھی استھر سے اظہار محبت نہ کیا تھا۔ استھر کے دل کی حالت یہ تھی۔ کہ وہ یہ تو جانتی نہ تھی۔ کہ محبت کیسی ہوتی ہے کبھی اُس کی چاشنی تو چکھی نہ تھی۔ مگر رفتہ رفتہ شیم کی گرویدہ ہوتی گئی۔ شیم کا نقش محبت اُس کے نگینۂ دل پر آہستہ آہستہ بیٹھتا گیا۔ اور وہ یہی سمجھتی رہی کہ اُس کو شیم کی صحبت میں دلچسپی بڑھتی جاتی ہے۔ مگر دراصل چند دنوں کے بعد اُس کا شیم کے پاس جانا اور وہاں بیٹھنا ایک خود اختیاری فعل نہیں رہ گیا۔ وہ ایک اندرونی جذبے سے جس کو ابھی وہ پہچانتی نہ تھی۔ مجبور ہوکر شیم کے پاس آتی تھی۔ اور سوائے شیم کے اور کسی کی صحبت میں اِس کی طبیعت لگتی ہی نہ تھی۔ ...... ذوالفقار علیخان بھی دو یا تین مرتبہ شیم کو دیکھنے آئے اور شیم سے بہت خوش ہوکر گئے۔ اور ہر شخص سے اِس کی تعریف کرتے تھے۔ شیم کے لکھنؤ پہونچنے کے دوسرے دن اِس کے چچا زاد بھائی رشید جو کانپور میں کوتوال تھے۔ وہاں سے آگئے۔ اور شیم کا زخم وغیرہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئے اور چاہا کہ شیم کو اپنے ساتھ کانپور لیجائیں۔ مگر مسز اسٹینلی مس مارگن خورشید علی اور نسیم نے اِس کی سخت مخالفت کی۔ خود شیم کا بھی لکھنؤ چھوڑنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ اُنہوں نے بھی اپنی کمزوری کا بہت اظہار کیا۔ اور رشید کو اطمینان دلایا کہ اُن کے ٹھیرنے کی ضرورت نہیں۔ اِس لئے دیکھنے بھالنے اور تیمارداری کے لئے مسز اسٹینلی مس مارگن اور نسیم

وغیرہ بہت کافی ہیں۔ رشید نے بھی صرف دو د [illegible] چھٹی لی تھی۔ جانے پر راضی ہوگئے اور چلے گئے۔

چھٹا باب

استھر۔ مسٹر شمیم۔ دیکھئے کیسا وقت ہے۔ ابر گھرا ہوا ہے۔ ہوا خوشگوار چل رہی ہے چلئے باغیچہ میں ٹہلیں۔ آپ کو تکلیف تو نہ ہوگی؟

شمیم۔ بالکل نہیں۔ میرا زخم تو اب بالکل بھر گیا ہے۔ اور مجھے کوئی اور شکایت نہیں۔ چلئے میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اس سے زیادہ مجھے اور کیا خوشی ہوسکتی ہے...... واقعی بڑا اچھا موسم ہے۔ اس وقت کمرے میں بیٹھنا کفران نعمت ہے۔

استھر اور شمیم دونوں کمرے سے ساتھ ساتھ نکلے۔

استھر۔ واقعی آپ کا ہندوستان بڑا خوشنما اور دلچسپ ملک ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں یہیں رہوں۔ یہاں کے لوگ بھی بہت اچھے ہیں۔

شمیم۔ ہاں بجز میرے۔

استھر۔ (مسکرا کر) کیوں۔ کیا آپ برے ہیں۔

شمیم۔ ہاں۔ بہت برا ہوں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ مجھے کوئی نہیں چاہتا۔ میری کسی کو پرواہ نہیں۔

استھر۔ آپ کس قدر احسان فراموش ہیں اتنے بہت سے آدمی ہر وقت آپ کی خاطرداری میں لگے رہتے ہیں۔ اور آپ ہیں کہ آپ کی آنکھوں میں کسی کی محبت ہی نہیں جنچتی۔

شمیم۔ (آہ بھر کر) اس میں شک نہیں کہ میرے بہت سے دوستوں کو میری خاطر منظور ہے اور میں اس کا بہت احسان مند ہوں۔ مگر خاطرداری اور محبت میں بڑا فرق ہے۔ محبت کا لفظ لوگ بہت بیدردی اور لاپروائی سے استعمال کرتے ہیں معمولی

ذہن کو بھی وہ محبت کہنے لگے ہیں۔ اور بعض تو ایسے ہوتے ہیں کہ وہ قسم کھا جائیں گے کہ ہم کو محبت ہے۔ مگر درِ اصل محبت کی روشنی کیا محبت کی ایک شعاع بھی ان کے دل پر نہیں پڑی ہوتی +

اختر۔ (متوجہ ہو کر) میں بھی نہیں سمجھی۔ محبت پھر کیسی ہوتی ہے؟

شمیم۔ محبت کا عام مفہوم لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ کسی کو کسی کی خواہش ہو۔ اور جتنی زیادہ یہ خواہش بڑھتی جاتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی محبت بھی بڑھتی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ ضروری نہیں۔ یہ بالکل ممکن ہے۔ کہ کوئی شخص کسی کے لئے دیوانہ ہو مگر اس کے دل میں محبت کا نام و نشان بھی نہ ہو +

اختر۔ (دلچسپی سے) آپ تو معموں میں باتیں کرتے ہیں۔ اپنے دعوے کو صاف دلائل سے ثابت تو کیجئے۔ میں سُننے کی مشتاق ہوں +

شمیم۔ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل سچ ہے اور ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ مگر غلط فہمیوں اور خام خیالیوں نے اس حقیقت کو ایک معما بنا دیا ہے۔ جس کو دُنیا محبت کہتی ہے۔ وہ محبت نہیں۔ وہ نفسانیت ہے۔ خود غرضی ہے۔ ہماری بھیمانہ فطرت کی کرشمہ سازی ہے۔ محبت نہیں۔ لوگوں نے اپنی نفسانیت۔ خود غرضی اور بھیمانہ جذبات کی پردہ پوشی کے لئے ان جذبات کے بڑے اچھے اچھے نام رکھ لئے ہیں۔ عشق و محبت وصل و ہجر۔ حسرت و ارمان۔ آتشِ شوق آرزوئے وصال وغیرہ وغیرہ +

دُنیا کو دھوکے میں ڈالنے کے لئے اپنے آپ کو فریب دینے کے لئے!!

اختر۔ تو پھر اس نقطہ خیال سے حقیقی محبت دُنیا میں معدوم ہے۔ اور جو کچھ ہے وہ محض ایک نقل اور فریب ہے +

شمیم۔ نہیں معدوم تو نہیں۔ مگر اصلی محبت دُنیا میں اسی قدر کمیاب ہے جیسا ایک سچے خدا پرست کا وجود۔ یوں تو خدا کو سب ہی مانتے ہیں مگر کوئی پتھر کو خدا سمجھتا ہے۔ کوئی آگ کو۔ کوئی آفتاب کو۔ کوئی درخت کو۔ کوئی جانوروں کو۔ کوئی انسان کو۔ جس سے پوچھئے وہ اپنے کو خدا پرست ہی کہے گا۔ حالانکہ حقیقت میں وہ خدا پرست نہیں۔ پتھر۔ آگ آفتاب۔ درخت۔ جانور۔ انسان ان میں سے کوئی بھی خدا نہیں۔ خدا کی ہستی ہی کچھ اور ہے۔ اسی طرح نفسانیت خود بھیمانہ جذبات۔ سفلی خواہشات محبت نہیں۔ محبت چیز

ہی کچھ اور ہے جب کوئی کسی کو چاہتا ہے تو یا تو اُس کے حسن کے لئے یا اُس کی شیریں کلامی کے لئے یا اُس کی دلبرا داؤں کے لئے ۔ یا اِس کے جسم کے صحیح تناسب کے لئے ۔ یا اِس کی دولت کے لئے ۔ یا اِس کی دُنیاوی مرتبے کے لئے ۔ اور شاید ہی آپ کو ہزار میں ایک ایسا ملے جو کسی کو کسی اور وجہ سے چاہتا ہو ۔ مگر افسوس حسن سے چند ہی دنوں میں جی بھر جاتا ہے جسم کا تناسب کچھ ہی عمر کے بعد ایک قصہ ماضی ہو جاتا ہے ۔ دولت انقلاب زمانہ سے غائب ہو جاتی ہے ۔ دُنیاوی مرتبہ حوادث روزگار سے گھٹ جاتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب محبت کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے ۔ محبت کا درخت بھی سوکھ کر خاک سیاہ ہو جاتا ہے پھر عاشقوں اور معشوقوں میں جو پہلے ایک دوسرے پر دل و جان سے فریفتہ تھے ۔ وہ وہ خانہ جنگیاں ہوتی ہیں کہ تو بہ بھلی ۔ اگر اُن ہی خانہ جنگیوں کی پیشینگوئی کوئی اِن سے اِن کی ابتداء محبت میں کرتا ۔ تو وہ دونوں اس کا منہ نوچ لیتے ۔ وجہ یہ ہے کہ جس بنیاد پر عمارت کھڑی کی جاتی تھی وہ بنیاد اکھڑ گئی ۔ تو عمارت کا کہاں پتہ چلے ۔ مس مارگن میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ اگر میں کسی کو چاہوں ۔ اور شادی کے ایک گھنٹہ بعد ہی وہ کسی حادثہ کی وجہ سے نہایت بدصورت ہو جائے ۔ اِس کے ہاتھ پیر سب بیکار ہو جائیں ۔ ہمیشہ کے لئے وہ بیمار اور لاچار ہو جائے تو اس وقت میری محبت اِس سے دوگنی اور چوگنی بڑھ جائے گی اور میں اپنی عمر اِس کی خدمت اور اُس کی محبت میں صرف کر دینا اپنے لئے دُنیا کی انتہائی خوشی سمجھوں گا ۔ نہیں اگر شادی کے پہلے بھی اِس کی یہ حالت ہو جائے تو میں اِس سے ایک دُنیا کو ناخوش کر کے شادی کر لوں گا اور اپنی زندگی اس کی محبت میں وقف کر دونگا ۔ نہ معلوم وہ کیسے دُنیا کے کتے ہوتے ہیں ۔ جو کسی سے محبت کا دعویٰ کر کے اِس سے طوطہ چشمی کرتے ہیں ۔ نگاہ پھیر لیتے ہیں اور محبت کے نازک پھول کو اپنے پیروں سے کچل ڈالتے ہیں *

محبت جسم سے نہیں ہوتی ہے محبت روح سے ہوتی ہے ۔ محبت ایک جسمانی تعلق نہیں محبت ایک روحانی تعلق ہے ۔ کسی مرد یا عورت کے حسن ظاہری کا فائدہ صرف یہی ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے اِس کے حُسن باطنی سے مُلتفت ہونے کے مواقع پیدا کر دیتا ہے پھر جب کوئی کسی کے حُسن باطنی پر فریفتہ ہو جاتا ہے ۔ تو پھر حسن ظاہری رہے نہ رہے ۔ اِس کو اِس کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی ۔ برخلاف اِس کے کسی کی بدصورتی سے اِس کا صرف یہی نقصان ہوتا ہے ۔ کہ لوگ اِس کی طرف متوجہ ہی نہیں

ہوتے اور اس کے حسن باطنی کے وجود اور اس کی خوبیوں سے خریدار بے خبر رہتے ہیں ایسی ہستیاں دُنیا سے اکثر اپنی حسرتوں اپنی خون گشتہ آرزوؤں کے ہمراہ اپنے حسن باطنی کا راز بھی لیجاتی ہیں۔ اور ان کے مرنے کے بعد بھی کسی کو شبہ نہیں ہوتا کہ اس بدصورت جسم کی گدڑی میں ایک خوبصورت روح کا لعل بھی تھا۔ ہاں اگر خوش قسمتی سے کوئی خریدار ایسے مرد یا عورت کے باطنی حسن سے اتفاقاً آگاہ ہو جاتا ہے تو یہ گدڑی کا لعل بھی بازار محبت میں انمول ہو جاتا ہے۔ عموماً جب ہم کسی حسین شوہر کو کسی بدصورت بیوی پر فریفتہ دیکھتے ہیں یا کسی خوبصورت بیوی کو کسی بدصورت شوہر پر تو ہمیں سخت تعجب ہوتا ہے اور ہنسی آتی ہے۔ مگر اس میں تعجب کیا۔ ان لوگوں نے بدصورتی کے پردے میں سے کسی کے حسن و دلکشی کی جھلک دیکھ لی ہے۔ اور وہ پردہ جو دوسروں کی نظروں کے آگے حائل ہے ان کے سامنے سے اُٹھ گیا ہے پھر وہ اسے کیسے نہ چاہیں برعکس اس کے روزانہ زندگی میں اس کا بھی مشاہدہ ہوتا ہے کہ ایک شوہر اپنی انتہا درجہ کی حسین بیوی سے بیزار ہے اور ایک بیوی اپنے انتہا درجہ کے حسین شوہر سے متنفر ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں۔ جن کی نگاہیں حسن ظاہری سے خیرہ ہوگئیں۔ اور حسن ظاہری کے پردے میں جو کثافت نفسانیت خودغرضی اور بہیمیت پنہاں تھی۔ اُسے نہ دیکھ سکیں ؛

حاصل مدعا یہ کہ اصلی اور دائمی محبت روح سے ہوتی ہے۔ جسم سے نہیں ہوتی آپنے دیکھا ہوگا۔ کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کے چاہنے والے اس کی لاش سے بھاگتے ہیں۔ اس کے پاس بیٹھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اُس کے ساتھ اکیلے رہنے سے ڈرتے ہیں۔ آخر کیوں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کو مرنے والے کی روح سے محبت تھی۔ اس کے جسم سے نہ تھی۔ جس جسم کو روح چھوڑ کر چلدی اس سے وہ بھی بھاگنے لگتے ہیں۔ اور یہ کون جسم ہے وہی جسم جس کی وہ بظاہر پرستش کیا کرتے تھے۔ مگر ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں۔ جو اس جسم سے جس سے روح مفارقت کرگئی ہو۔ فرط الفت میں لپٹ جاتے ہیں ان سرخ سرخ پیارے پیارے ہونٹوں کو جنہیں موت نے سرد اور زرد کر دیا ہو جوش محبت میں پیار کر لیتے ہیں ...... کیسے ممکن ہے کہ موتی سے محبت ہو صدف سے محبت نہ ہو۔ مکیں کو چاہتے ہوں اور مکان سے الفت نہ ہو۔ ان کی محبت کچے دھاگے کی نہیں ہوتی کہ موت کے دھچکے سے ٹوٹ جائے۔ ان کے رشتہ الفت

میں وہ پائداری اور دوام ہوتا ہے۔ کہ زمانہ کی نیرنگیاں اس میں گرہ نہیں ڈال سکتیں۔ موت کا صدمہ اُسے توڑ نہیں سکتا۔ حقیقی محبت یہ ہے۔ اصلی عشق اسی کا نام ہے باقی جو کچھ ہے وہ دھوکا ہے۔ فریب ہے نفسانیت ہے۔ خودغرضی ہے۔ ذلیل خواہشات ہیں۔ سفلی شہوات ہیں۔ جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ جن میں کوئی اصلیت نہیں خلوص سے اُن کو عار ہے۔ روحانیت سے وہ نابلد ہیں۔ وہ محض ایک بہیمانہ رشتہ ہیں۔ جس کی خباثت چھپانے کے لئے اس کے واسطے اچھے اچھے نام خوبصورت خوبصورت لقب ایجاد کر لئے ہیں۔ خود دھوکا کھانے کے لئے اور دوں کو دھوکا دینے کے لئے ✦

مس مارگن میری روح اس محبت سے بیزار ہے اور اُس محبت کے لئے تڑپتی ہے۔ جس میں خلوص ہو۔ جس میں روحانیت ہو۔ جو ہمیشہ قائم رہے اور جس کو کبھی موت نہ آئے

شمیم کی یہ پرجوش تقریر شروع ہونے سے پہلے ہی استھر ایک بنچ پر بیٹھ گئی تھی۔ اور شمیم درخت کی ایک شاخ کو ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا تھا۔ اور دوسرے ہاتھ سے اپنی گھڑی کی زنجیر سے کھیل رہا تھا۔۔۔۔۔۔ تقریر کے اختتام پر شمیم کی آواز میں عجیب درد تھا۔ اُس کا چہرہ اس کے جذبات کا آئینہ ہو رہا تھا۔ خیالات کی گرمی سے اس کے رخساروں سے ایک ہلکی سی سرخی جھلک رہی تھی۔۔۔۔۔۔ استھر نگاہ نیچی کئے سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اور بے چین انگلیوں سے بے خیالی میں ایک گلاب کے پھول کی پتیاں توڑ توڑ کر پھینک رہی تھی۔ اس کے سنہرے رنگ کے بالوں سے اس کے خیالات کے تلاطم سے ایک جذر و مد کا عالم تھا۔ شمیم کے چپ ہو جانے کے بعد بھی کچھ دیر تک وہ اسی محویت میں رہی۔ پھر چونک کر اُس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور شمیم کی طرف متجسس نگاہوں سے دیکھ کر بولی ✦

استھر۔ (مسکرا کر) آپ نے تو اس خوبی سے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے کہ مجھے یقین ہے کہ آپ نے اس ممنوع پھل کا ذائقہ ضرور چکھا ہے۔ ورنہ آپ اس پرجوش طریقے سے اپنے خیالات اور جذبات کا اظہار نہ کرتے ✦

شمیم۔ (جھینپ کر) چکھا تو نہیں۔ مگر چکھنے کے لئے میری روح بیقرار ہے۔ ساتھ ہی اس کے یہ یقین ہے کہ یہ حسرت میرے دل کی کبھی نہ نکلے گی بلکہ اسی آرزوؤں کے گورستان

میں ہمیشہ دفن رہے گی۔ کیونکہ میں اُن بدقسمتوں میں ہوں۔ جن کو خدا نے نہ حُسنِ ظاہری دیا نہ حُسنِ باطنی ہی سے آراستہ کیا۔ پھر میں کیونکر یہ اُمید کروں کہ گلستانِ محبت کے پھولوں میں سے کوئی پھول میرے غیر مستحق دامن کے لئے بھی ہو سکتا ہے آپ نے مجھ سے اصلی محبت کی تعریف پوچھی تھی۔ میں نے تعریف کر دی۔ اس خیال سے کہ اگر میرے لئے اس بہشت بریں کے دروازے بند ہیں۔ تو آپ کے لئے تو بند نہیں۔ آپ کی محبت کے بہت سے لوگ دعویدار ہوں گے۔ آپ کے حُسن کے بہت سے لوگ خریدار ہوں گے آپ کا حُسنِ صُورت اور حُسنِ سیرت آپ کے لئے ایک مصیبت ہو جائیگا۔ مگر خدا کے لئے جھوٹے دعویداروں کی خودغرضی اور نفسانیت کو آپ محبّت نہ سمجھ لیجئے گا۔ ظاہر داری اور مصنوعی جنونِ عشق سے دھوکا نہ کھایئے گا۔ زبان کی روانی و الفاظ کی شیرینی خوشنما جلد اور ظاہری بناؤ سنگھار کے فریب میں نہ آئیے گا۔ یہ سب محبت کے آگیا بتیال ہیں۔ اِن میں سیراب کی سی کیفیت ہے۔ آپ کہیں محبّت کے آبِ حیات کے لئے اور تشنگی سے بیقرار ہو کر دور سے چمکتی ہوئی ریت کو بہتا ہوا چشمہ نہ سمجھ لیجئے گا۔ ایسی مہلک غلطی نہ کیجئے گا۔ نہیں تو عمر بھر پچھتایئے گا۔ یہ ایک سچے۔ ہمدرد۔ وفادار دوست کی وصیت ہے۔ اِسے یاد رکھئے گا۔ چند ہی دن میں قسمت آپ کو مجھ سے اِس طرح جُدا کر دے گی۔ جیسے موت انسان کو انسان سے جُدا کر دیتی ہے۔ پھر ہم اور آپ اِس دُنیا میں نہ مِل سکیں گے۔ آپ کہیں ہوں گی۔ ہم کہیں۔ یہ چند پیارے خوشگواروں۔ یہ میری زندگی کی کتاب کے خوشرنگ اور زرّین اوراق مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے۔ اور آپ کو بہت جلد فراموش ہو جائینگے ٭

مِس مارگن۔ آپ نے کیا کہا۔ میں سمجھتی نہیں۔ میں آپ سے جُدا کیونکر ہو جاوں گی ٭

شمیم۔ جس طرح آپ مجھ سے دفعتاً ملی تھیں اِسی طرح آپ مجھ سے دفعتاً جُدا بھی ہو جائیگی ابا جان کا خط آیا ہے۔ مجھے بُلایا ہے۔ آج ہی کل میں میرے بڑے بھائی مجھے لینے کو آئیں گے اور مجھے جانا پڑے گا۔ پھر چند دنوں کی سیر و سیاحت کے بعد آپ امریکہ یا کہیں اور چلے جائیگا۔ اور میں یہیں زندگی کی گرم و سرد قسمت کے نشیب و فراز کے تلخ تجربات اُٹھانے کے لئے رہ جاؤں گا ٭

انتھر۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں آپ کو ہرگز نہ جانے دوں گی۔ جہاں جہاں میں جاؤنگی

آکے بڑھے تو میرے ساتھ ہیں ہی آپ کو بھی میرے ساتھ چلنا ہوگا ۔

شمیم ۔ آپ کے ساتھ جانے میں جتنی خوشی مجھے ہوگی وہ میں نہیں بیان کرسکتا مگر شاید مجھے یہ مسرت نصیب نہیں ہوسکتی ۔ ابا جان سے پوچھے بغیر میں کہیں جا نہیں سکتا ۔ اور ابا جان مجھے سیر و سیاحت کی اجازت نہ دیں گے ...... اور پھر اس کے علاوہ ۔

یہ کہہ کر شمیم خاموش ہوگیا ۔

استحر ۔ اور پھر کیا ۔۔ کیا اور بھی کوئی وجہ ہے ؟

شمیم ۔ (ہچکچاہٹ سے) جی ہاں ۔ اور بھی ایک وجہ ہے ۔

استحر ۔ وہ کون وجہ ہے ۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں ۔

شمیم ۔ بتانے میں مجھے زیادہ عذر نہ ہوگا ۔ مگر آپ مجھ سے نہ پوچھیں تو اچھا ہے ۔

استحر ۔ نہیں میں پوچھوں گی اور آپ کو بتانا ہوگا ۔

شمیم ۔ (کچھ تامل کے بعد نگاہ نیچی کرکے) آپ جس قدر خود امیر ہیں ۔ اوروں کو بھی اتنا ہی امیر سمجھتی ہیں ۔ میں ایک معمولی استطاعت کا آدمی ہوں میرے والد سب جج ہیں ۔ اور ان کی تنخواہ صرف چھ سو روپیہ ماہوار ہے ۔ وہ مجھے اس فضول خرچی کی اجازت نہ دیں گے ۔ اور (ہنس کر) میں ابھی طالب علم ہوں ۔ اور آپ جانتی ہی ہیں کہ طالب علم کس قدر فاقہ مست ہوتے ہیں ۔ پھر بتائیے میرا آپ کا ساتھ کیسے ہوسکتا ہے ۔

استحر ۔ مگر یہ آپ سے کس نے کہا کہ آپ کو بھی کچھ خرچ کرنا پڑے گا ۔ میرے پاس بہت کافی روپیہ موجود ہے روپیہ کا تو کوئی سوال ہے ہی نہیں ۔ ہاں آپ کے والد کی اجازت کی رکاوٹ ضرور ہے ۔ مگر وہ کبھی انکار نہ کریں گے ۔

شمیم ۔ (ہنس کر) اگر وہ انکار نہ کریں گے تو مجھے انکار کرنا پڑے گا ۔

استحر ۔ کیوں ؟

شمیم ۔ اس لئے کہ ۔ برا نہ مانیئے گا میرے پاس روپیہ ہوگا تو میں کہیں جاؤں گا ۔ نہ ہوگا ۔ تو کہیں نہ جاؤں گا ۔

استحر ۔ تو کیا آپ میرا روپیہ استعمال نہ کریں گے ۔

شمیم نے اس کا جواب نہ دینا چاہا اور خاموش ہوگیا ۔ استحر نے پھر وہی سوال کیا

مگر شمیم نے جواب نہ دیا۔ اسفر نے تیسری مرتبہ وہی سوال کیا۔
شمیم۔ آپ مجھ سے کیوں ایسے سوال کا جواب مانگتی ہیں۔ جس کے جواب دینے میں یا تو مجھے جھوٹ بولنا پڑے گا۔ یا آپ مجھ سے پھر خفا ہو جائے گا۔ اور مجھ کو ان دونوں میں سے ایک بات بھی منظور نہیں۔
اسفر۔ (خفا ہو کر) تو میں یہ سمجھوں کہ آپ میرا روپیہ استعمال کرنا اپنی توہین سمجھتے ہیں اور مجھ کو قطعی اجنبی بلکہ اجنبی سے بدتر خیال کرتے ہیں۔
شمیم۔ میں نہ آپ کو اجنبی سمجھتا ہوں نہ آپ کا روپیہ استعمال کرنے کو اپنی توہین۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ میں کسی پر اپنا بار ڈالنا نہیں چاہتا۔
اسفر۔ (خفگی سے) اگر ایک دو ہزار روپیہ میرا خرچ ہو گیا۔ تو وہ مجھ پر بار ہو جائیگا؟
شمیم۔ (ہنس کر) خوب۔ تو اس ہی کیا ہے۔ آپ پر بار نہ ہوگا۔ تو مجھ پر ہوگا۔ آپ کے احسانات مجھ پر یوں ہی کیا کم ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ میں کیسے اور کیونکر ان کا شکریہ ادا کروں۔
اسفر۔ (غصے میں) آپ عجیب شخص ہیں۔ میری خواہشات کے رد کرنے میں آپ کو پس و پیش نہیں ہوتا۔ میری صحبت سے آپ بیزار ہیں۔ میرے روپیہ کو آپ اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ تو صاف کیوں نہیں کہتے۔ کہ آپ کی نظروں میں میری کوئی وقعت نہیں افسوس مجھ سے اب تک کسی نے اس ترشروی سے برتاؤ نہیں کیا تھا۔ میں کہیں ایسی ذلیل نہیں ہوئی تھی۔ اگر یہی ہے تو میں آپ پر بار خاطر نہیں ہونا چاہتی۔ میں آپ کی اس ترش روی کو کبھی نہ بھولوں گی۔ آپ سے میں کبھی نہ بولوں گی۔ اور نہ آپ اب مجھ سے کبھی ملیئے گا۔" یہ کہہ کر اسفر غصے کے جوش میں شمیم کو وہیں کھڑا ہوا چھوڑ کر بنگلے میں چلی گئی اور اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے پلنگ پر لیٹ گئی۔ اور رومال میں منہ چھپا کر خوب رو دی۔ .... شمیم ایک حیرت کی تصویر بنا ہوا بہت دیر تک کھڑا رہا۔ دل میں "یہ عجیب لڑکی ہے ذرا ذرا سی بات پر خفا ہو جاتی ہے۔ میں کیسی ہی نیک نیتی سے بات کروں وہ میری بدنیتی پر محمول کرتی ہے۔ اس کے حسن اور اس کی عالمگیر پرستش نے اسے ضدی اور بدمزاج بنا دیا ہے۔ بھلا میں کیسے اپنے آپ کو ان کے روپیہ کا محتاج بنا لوں۔ میں مثل ان کے مصاحب کے ان کے ساتھ ساتھ رہوں۔ اور کھانے

پینے۔ جیب خرچ سفر خرچ سب کے لئے اِن کا دستِ نگر رہوں۔ میری طبیعت اس محتاجی اور دستِ نگری کو قبول نہیں کر سکتی۔ جس دن میں ایسا ہو جاؤں اس دن میری نظروں میں دُنیا میں مجھ سے زیادہ کوئی حقیر اور ذلیل نہ ہوگا۔ میرا ہی قصور ہے کہ میں اِن لوگوں سے ملا جو مجھ سے بدرجہا زیادہ امیر ہیں۔ انسان کو اپنے ہی دائرے میں رہنا چاہئے۔ اپنے سے زیادہ مرتبہ کے لوگوں سے ملنے کی سزا یہی ہوتی ہے خیر۔ اگر اِن کا یہ حکم ہے کہ مجھ سے کبھی نہ ملئے گا۔ تو میں بھی ایسا گیا گذرا نہیں کہ خواہ مخواہ اُن کے گلے پڑوں۔ اگر وہ مغرور ہیں تو وہ مجھے کم مغرور نہ پائیں گی"..........

شمیم انہیں خیالات میں غرق بنگلے کو واپس آیا۔ خانساماں سے پوچھا کہ مسز اسٹینلی کہاں ہیں۔ اُس نے کہا کہ کہیں گئی ہیں ؛

شمیم۔ اچھا دیکھو۔ میں مسٹر نسیم کے یہاں جاتا ہوں اور وہیں رہونگا۔ (ایک رقعہ لکھ کر) یہ خط مسز اسٹینلی کو دے دینا ؛

خانساماں۔ (سلام کر کے) بہت اچھا حضور ؛

خط بہت مختصر تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا ؛

مائی ڈیر مسز اسٹینلی ..... مس مارگن نے میری سخت توہین کی۔ مجھ سے کہا کہ وہ مجھ سے کبھی نہ بولیں گی اور میں اِن سے کبھی ملنے کی جرات نہ کروں۔ حالانکہ میں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی۔ جس پر وہ خفا ہوتی۔ میں بالکل بے قصور ہوں جیسا آپ کو خود اِن سے حالات دریافت کرنے سے معلوم ہوگا۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ میں آپکے احسانات آپ کی خاطر داری آپکے بے مثل اخلاق کا کس قدر رہونِ احسان ہوں۔ مس مارگن کی عنایتوں کا بھی میں بیحد ممنون ہوں۔ مگر اِن کے حکم کی وجہ سے میرا یہاں رہنا نامناسب ہے۔ میں اس لئے نسیم کے یہاں جاتا ہوں وہیں رہوں گا۔ اِن کا اصرار بھی تھا۔ اُمید ہے کہ آپ مجھ سے نسیم کے گھر پر ملنے ضرور آئیے گا۔ بلکہ میں بے صبری سے آپ کا انتظار کروں گا۔ ممکن ہے کہ کل یا پرسوں تک میں گھر چلا جاؤں ؛

آپ کا سچا دوست

(شمیم)

خانساماں کو خط دے کر شمیم اپنی چھڑی ہاتھ میں لیکر۔ پیدل بنگلے کے باہر چلا گیا۔ بہت

دور نہیں گیا تھا۔ کہ ایک خالی تانگا ملا۔ اسے ٹھیرا کر اس پر بیٹھ گیا۔ اور تانگے والے سے کہا کہ قیصر باغ چلو........

اختر اپنے کمرے میں چہرہ ہاتھوں سے چھپائے ہوئے لیٹی ہے۔ آنسو گو خشک ہو گئے ہیں۔ مگر ابھی اس کی لمبی لمبی سیاہ سیاہ پلکوں سے کبھی کبھی روشنی کی کرنوں کے پڑنے سے کوئی ہیرے کی کنی چمک جاتی ہے رونے کی سسکیاں بھی ابھی بند نہیں ہوئی ہیں +

وہ خود نہیں جانتی تھی کہ میں خفا کیوں ہوئی اور پھر روئی کیوں وہ اپنی دل کی حالت سے ابھی خود واقف نہ تھی۔ اسحتر کے مزاج میں تیزی بھی تھی۔ اور ایک دلفریب بھولا پن بھی وہ اپنے حسن کی جادوگری سے بے خبر نہ تھی مگر محبت کے کرشموں سے بھی ابھی آشنا نہ تھی۔ شمیم سے اس کو انتہا درجہ کا انس ہو گیا تھا۔ مگر اپنی کسی خواہش کے جواب میں وہ "نہیں" سننے کی بھی عادی نہ تھی اور واقعی ابتک کسی نے اسکی ادنیٰ سی خواہش کو بھی رد نہیں کیا تھا۔ بڑے بڑے عالی مرتبہ حسین وجمیل مشہور و معروف لوگ اس کے ذرا ذرا اشارے کے منتظر رہے۔ اور اس کے معمولی سے معمولی احکام کی تعمیل میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرتے تھے۔ مگر اسحتر نے شمیم کو اس میں اوروں کی طرح نہ پایا۔ اس کو اپنی دولت پر بہت ناز تھا۔ وہ سمجھتی تھی کہ ہر شخص اس کی دولت کا خواہش مند ہے۔ اور اس کا یہ خیال غلط نہ تھا۔ مگر اس نے شمیم کو اس میں بھی اوروں سے مختلف پایا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ کہ یہ کس قسم کا شخص ہے۔ اس کو کبھی شمیم سے بہت محبت معلوم ہوتی تھی۔ اور کبھی اسکی خودداری پر بے حد غصہ آتا تھا۔ اس کو یہ خیال تھا۔ کہ شمیم اسے چاہتا ہے۔ مگر بجز مذاق کے شمیم کبھی اس سے اظہار محبت نہ کرتا تھا۔ اسحتر یہ بھی محسوس کرتی تھی۔ کہ پہلے وہ مذاق زیادہ کرتا تھا مگر چند دنوں سے اس نے مذاق کرنا ہی قریب قریب ترک کر دیا تھا۔ اور اکثر اس کی گفتگو میں سنجیدگی اور درد ہوتا تھا۔ اور اس کے لہجے سے افسردہ دلی اور دنیا سے بیزاری کا پتہ چلتا تھا۔ الغرض شمیم اس کے لئے ایک معمّا تھا۔ اوروں سے کس قدر خیالات طبیعت عادات میں جدا پھر بھی کس قدر دلچسپ۔ بیچاری اسحتر پریشان تھی۔ نہ اپنے ہی دل کی کشمکش وہ سمجھ سکتی تھی۔ اور نہ شمیم کے دل کے خیالات کی وہ تشخیص کر سکتی تھی اس کا سفینۂ حیات اس طوفانی سمندر میں تھا۔ جس کا ابھی تک اسے تجربہ نہ تھا۔ انیس ۱۹ برس کی عمر میں اس نے بہت کچھ دیکھا تھا۔ مگر اس کوچے میں قدم نہ رکھا تھا۔ دنیا کی جنت کی

اُس نے اچھی طرح سیر کی تھی ۔ مگر ابھی تک ممنوع درخت کے پاس نہ آئی تھی ۔ جو شجر محبت کے نام سے موسوم ہے ...... پلنگ پر لیٹے لیٹے اسے ایک گھنٹہ سے زائد ہو گیا ۔ اتنے میں کسی نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا +

استھر ۔ کون ؟

مسز ٹامس ۔ میں ہوں ۔ مسز ٹامس آپ کو سرکار بلاتی ہیں +

استھر ۔ کہو آتے ہیں +

مسز ٹامس ۔ جلدی بلایا ہے

تھوڑی دیر میں استھر مسز اسٹینلی کے کمرے میں گئی ۔ اس نے دیکھا ۔ کہ مسز اسٹینلی کے ہاتھ میں ایک خط ہے ۔ اور اُس کا چہرا بہت سُرخ ہے +

استھر ۔ (مصنوعی خوشی سے) ہو ۔ اکیٹویا ۔ آج تم کہاں چلی گئی تھیں ۔ اکیلے اکیلے میرا بہت جی گھبرا رہا تھا +

مسز اسٹینلی ۔ اور مسٹر شمیم کہاں ہیں +

استھر ۔ (انجان بنکر) معلوم نہیں ۔ یہیں ہوں گے +

مسز اسٹینلی ۔ یہاں تو نہیں ہیں +

استھر ۔ پھر کہاں گئے ؟

مسز اسٹینلی ۔ تم ہی بتاؤ ۔ میں کیا جانوں ۔ تم مجھ سے چھپاتی ہو ۔ مگر مجھے سب معلوم ہے (استھر کو شمیم کا خط دے کر) لو ۔ اس کو پڑھو ۔ اگر تم کو معلوم نہیں ہے ۔ تو معلوم ہو جائیگا +

استھر نے خط کئی مرتبہ پڑھا ۔ اور خاموش ہو گئی ۔ اور ایک سوچ میں پڑ گئی +

استھر ۔ (بھولے پن سے) تو کیا واقعی مسٹر شمیم یہاں سے خفا ہو کر چلے گئے +

مسز اسٹینلی ۔ شمیم کیا ۔ تم کسی سے بھی ایسا برتاؤ کرتیں ۔ وہ بھی یہی کرتا جو شمیم نے کیا ۔ میں نہیں جانتی کہ میں شمیم کو کیا منہ دکھاؤں گی ۔ ابھی اِن کی طبیعت بھی اچھی نہیں ہے ۔ خانسامہ مجھ سے کہہ رہا تھا ۔ کہ وہ پیدل گئے ہیں +

استھر ۔ تعجب ہے ۔ میں نے تو اِن سے کوئی ایسی بات نہیں کی +

مسز اسٹینلی ۔ (خفا ہو کر) اور کیسی بات کرتے ہیں ۔ تم تے اِن سے کہا تم اِن سے نہ بولو گی نہ وہ تم سے ملیں ۔ یہ کسی شریف آدمی کے لئے کچھ بات کم ہے +

استھر۔ (غصہ میں) تو پھر انہوں نے کیوں میری توہین کی؟ میں نے تو انہیں اپنا دوست سمجھ کر یہ کہا کہ تم میری سیر و سیاحت میں ساتھ رہنا تو پہلے تو انہوں نے یہ بہانا کیا کہ ان کے والد ان کو اجازت نہ دیں گے۔ پھر اس کے بعد کہا کہ ان کے پاس روپیہ نہیں۔ میں نے کہا کہ روپیہ کا کوئی سوال نہیں۔ میرے ساتھ وہ جائیں گے میں ہی خرچ کروں گی۔ تو انہوں نے نہایت ترش روئی سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میرا روپیہ ان پر بار ہو گا۔ مجھے اس پر غصہ آگیا جب ان کو میری پرواہ نہیں تو مجھ کو کب ان کی پروا ہے۔ میں نے ان سے کہدیا کہ نہ میں اُن سے بولوں گی نہ وہ مجھ سے ملیں +

مسز اسٹینلی۔ پیاری استھر تم کتنی ناسمجھ ہو۔ جتنا میں شمیم کو جانتی ہوں تم نہیں جانتیں۔ وہ بہت امیر نہیں۔ مگر وہ کسی سے مرعوب نہیں ہوتا خواہ کوئی کیسا ہی دولتمند یا عالی مرتبہ کیوں نہ ہو۔ وہ نہایت خوددار اور غیور شخص ہے۔ اگر تم مجھ سے پوچھتیں تو میں کہہ دیتی کہ وہ حشر تک تمہارے روپیہ سے سفر نہ کرے گا۔ تمہارا ایک پیسہ بھی وہ اپنے اوپر حرام سمجھے گا۔ مجھ کو اس کا ایک واقعہ معلوم ہے۔ جس سے تم خود نتیجہ نکال لوگی کہ وہ کیسا بلند خیال اور غیرت مند ہے۔ ایک مرتبہ وہ لاہور سے دہلی آ رہا تھا۔ راستہ میں اپنا کوٹ وغیرہ اُتار کے وہ بالکل بے خبر سو گیا۔ صبح جب آنکھ کھلی تو اُس کا کل سامان غائب تھا مع کوٹ جوتیاں اور ٹوپی کے۔ اس کے پاس سوائے اس کرتے اور پائجامہ کے جو وہ پہنے ہوئے تھا۔ ایک پیسہ بھی نہ رہ گیا تھا۔ دوسرا اسٹیشن سہارنپور تھا۔ وہیں اُتر گیا۔ گو وہ یہاں کسی کو جانتا نہ تھا۔ لیکن اپنی قسمت آزمائی کے لئے وہ شہر کی طرف چل کھڑا ہوا۔ راستے میں ایک گنوار ملا۔ اس سے کہا کہ تم ہم کو اپنی ایک دھوتی دے دو اور ہم تم کو اپنا کرتہ پائجامہ دیدینگے۔ گنوار نے بدل لیا۔ شمیم دھوتی باندھ کر سیدھا بازار گیا۔ وہاں کوشش کی کہ کہیں مزدوری مل جائے مگر نہ ملی۔ گھنٹوں اسی فکر میں اِدھر اُدھر پھرتا رہا مگر کامیاب نہ ہؤا۔ بالآخر ایک جگہ پُہنچا۔ جہاں ایک مکان بن رہا تھا۔ مزدور لگے ہوئے تھے۔ یہ گیا اور اس نے کہا کہ اگر مزدور کی ضرورت ہو تو مجھے رکھ لیجئے۔ ٹھیکہ دار نے کہا کہ اچھا تم کام کرو مگر صرف چھ۶ آنہ فی یوم ملیں گے۔ اسی وقت سے کام کرو۔ لیکن نصف دن کی مزدوری دینگے۔ شمیم نے یہ خوشی منظور کیا۔ اور مثل اور مزدوروں کے کام شروع کر دیا۔ شام تک دھوپ اور لُو میں کام کیا شام کو تین ۳ آنہ ملے۔ اسی اثنا

میں ایک بڑھیا ضعیف اور بیمار رتی میں بھیک مانگنے آئی۔ جس کا مکان تھا وہ کئی لاکھ
کا آدمی تھا۔ بڑھیا نے اس سے سوال کیا۔ اس نے اول تو جواب نہیں دیا۔ اور اپنے
نئے مکان کو دیکھتا رہا۔ بڑھیا نے اپنی بیماری اور ناداری کا اظہار کیا۔ اور پھر سوال
کیا۔ لکھ پتی نے بڑھیا کو بہت زور سے ڈانٹا اور گالی دی۔ اور کہا کہ کوئی ہے نکال دو
حرام زادی کو۔ میری اس نے جان کھالی۔ ایک نوکر آیا۔ اس نے بڑھیا کو گالی دے دیکر
گھڑک گھڑک کر باہر نکالنا شروع کیا۔ بڑھیا نے اپنا جھریوں پڑا ہوا پیٹ دکھایا۔
اور کہا کہ میں کل سے بھوکی ہوں۔ مجھے کچھ کھانے کو دیدو۔ نوکر نے کچھ نہ سُنا۔ اور اپنے
مالک کی شہ پاکر بڑھیا کو اس زور سے ڈھکیلا کہ وہ گر پڑی۔ اور رونے لگی۔ شمیم یہ
سب کھڑا کھڑا دیکھ رہا تھا۔ دن بھر کا وہ بھی بھوکا تھا۔ بڑھیا کی یہ حالت دیکھ کر
اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے بڑھیا سے جا کر کہا "مائی۔ اُٹھو تم میرے ساتھ
چلو...... تم کو میں کھانا کھلاؤں گا۔ بڑھیا کو اپنے ساتھ بازار میں لے گیا۔ اسے پیٹ
بھر کے کھانا کھلایا۔ وہ بیچاری دعائیں دیتی چلی گئی۔ بڑھیا کو کھانا کھلا کر شمیم کے پاس صرف
دو پیسہ رہ گئے تھے۔ اس کے اس نے بھنے ہوئے چنے لئے اور خود کھا کر ایک درخت
کے نیچے۔ سو گیا۔ دوسرے دن کی مزدوری سے اس نے گھر کو ایک خط لکھا۔ کہ ایک نوکر
کے ہاتھ روپیہ بھیجدو۔ اور اسی لکھ پتی کے گھر کا پتہ لکھ دیا۔ جہاں وہ مزدوری کرتا تھا۔ مگر
خط میں مزدوری وغیرہ کا کچھ ذکر نہ کیا۔ تین یا چار دن کے بعد گھر سے ایک نوکر آیا۔ اسی
لکھ پتی کے یہاں شمیم کو مزدوری کرتے ہوئے پایا۔ تو دنگ ہو کر رہ گیا۔ شمیم نے اس سے
چپکے سے کہا کہ کچھ بولو نہیں۔ میں مزدوری کر کے تمہارے ساتھ چلوں گا۔ اس نوکر نے
کہا کہ مزدوری چھوڑ کر چلے چلئے۔ شمیم نے کہا نہیں میں شام تک کے لئے معاہدہ کر چکا
ہوں۔ نوکر نے بہت کہا نہ مانا۔ شام کو مزدوری پا کر وہ اپنے نوکر کے ساتھ ہو لیا۔ نوکر
بکس میں کپڑے لایا تھا۔ شمیم نے نہا دھو کر کپڑے بدلے اور ہنستا ہوا دوسری ٹرین سے
گھر روانہ ہو گیا۔ اور اپنے والد سے آکر فخریہ یہ کہا کہ "ابا جان" آپ کو اپنے چھ سو روپیہ
ماہوار میں وہ لطف نہ کبھی آیا ہو گا۔ جو مجھے میرے چھ آنے میں آتا تھا"......

پیاری اسٹھر۔ تم شمیم کو جانتی نہیں ہو۔ وہ عجیب چیز ہے۔ تم کیا جانو۔ میں تم سے
بغیر شرمائے کہہ سکتی ہوں کہ رچرڈ (مسز اسٹینلی کا شوہر) کے بعد دُنیا میں سب سے زیادہ

میں شمیم کو چاہتی ہوں۔ (مسز سٹینلی مسکرا کر) ممکن ہے کہ اگر میری شادی کے پہلے مجھ سے شمیم سے ملاقات ہو جاتی تو بجائے مسز سٹینلی کے مسز شمیم پاتیں ❊

استھر۔ (ہنس کر) میں نہیں جانتی تھی کہ تم میری رقیب ہوگی ❊

مسز سٹینلی۔ (ہنستے ہوئے) رقیب تو میں جب ہوتی جب تم شمیم کو چاہتی ہوتیں۔ مگر جو لڑکی کسی سے بگڑ کر یہ کہہ بیٹھے کہ میں تم سے نہ بولوں گی نہ تم مجھ سے ملو۔ وہ لڑکی کس منہ سے محبت کا دعویٰ کر سکتی ہے ❊

استھر۔ (ہنستے ہوئے مذاق کے طریقے سے) واہ تمہیں معلوم نہیں آدمی اپنے خریداروں ہی سے ناز کرتا ہے۔ جس پر دعویٰ ہوتا ہے اُسی سے لڑتا ہے ❊

مسز سٹینلی۔ خیر۔ تم مذاق میں بات نہ ٹالو۔ مجھ کو شمیم کے چلے جانے کا بہت افسوس ہے وہ اِن لوگوں میں سے نہیں ہے جو تمہاری دولت پر ریجھ جائے۔ اور تمہاری نرم گرم سب کان دبا کر سُن لے کیا تم نے اسے کہدیا کہ کس کی لڑکی ہو اور مس مارگن تمہارا فرضی نام ہے ❊

استھر۔ نہیں میں کیوں کہتی۔ مگر مسٹر شمیم یہ ضرور سمجھتے ہیں کہ میں بہت امیر ہوں ❊

مسز سٹینلی۔ اگر تم شمیم سے کہہ بھی دیتیں کہ تم دنیا کے سب سے بڑے کروڑ پتی کی لڑکی ہو تو مجھے یقین ہے کہ بجائے خوشی کے اسے افسوس ہوتا ❊

استھر۔ افسوس کیوں ہوتا ❊

مسز سٹینلی۔ وہ تمہیں بیحد چاہتا ہے۔ اور اگر اُس کو معلوم ہو جائے کہ تم کون ہو تو اس کی تمام اُمیدیں منقطع ہو جائیں گی اور اُس کا دل ٹوٹ جائیگا۔ تم کہیں اِس سے کہہ نہ دینا۔ ایسی غلطی نہ کرنا۔ تم نے اُس کو اپنے حسن کا والہ و شیدا بنا لیا ہے ❊

استھر۔ (جھینپ کر) تم جھوٹی ہو۔ وہ مجھے بالکل نہیں چاہتے۔ اگر چاہتے ہوتے تو اِس طرح خفا ہو کر نہ چلے جاتے ❊

مسز سٹینلی۔ خوب! اپنا قصور تسلیم نہ کروگی۔ انہیں کو لیے جاؤ گی۔ تمہارے ایسے جملے کے بعد وہ ایسے کم ظرف اور چھچھورے نہ تھے کہ کچھ نہیں جیسے بیٹھے ❊

(مسکرا کر) تمکو تو تمہارے بیشمار عاشقوں نے بیوقوف اور مغرور کر دیا ہے۔ اِن کی قابل نفرت خوشامد کو تم محبت اور وفاداری سمجھتی ہو اور کسی کے خلوص اور صاف گوئی کو تم اپنی توہین اور اس کی لاپروائی تصور کرتی ہو۔ یہ بھی کوئی بات ہے ❊

استھر ۔ خیر جو کچھ ہو ۔ اب تو میں نے کہنے کو کہدیا ۔ اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں ؎

مسز اسٹینلی ۔ تم میرے ساتھ چلو اور شمیم کو پھر یہاں آنے پر راضی کر لو ؎

استھر ۔ (اک خاص ادا سے) اب تو ہمیں شرم آتی ہے ۔ ہم اِن کے سامنے نہ جائیں گے ؎

مسز اسٹینلی ۔ واہ اچھی شرم ہے ۔ نہیں تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا ؎

استھر ۔ خیر ۔ لیجانے کو آپ ہمیں لیجائیے مگر ہم سے کوئی بات نہ ہوگی ۔ اگر ہم کو معلوم ہوتا کہ وہ اِس قدر بُرا مان جائیں گے تو ہم ہرگز ایسا نہ کہتے ؎

مسز اسٹینلی ۔ اچھا تم اِن سے نہ بولنا مگر چلو تو سہی ۔ دیکھو میں [illegible] کیسے صلح کرا دیتی ہوں ؎

ساتواں باب

شام کا وقت ہے نسیم ۔ شمیم ۔ خورشید علی اور شمیم کے دو اور کالج کے دوست انور اور عبد العزیز سب ایک ساتھ وکٹوریہ پارک سیر کرنے جا رہے ہیں ۔ راستہ میں ہنسی مذاق ہو رہا ہے ۔ شمیم ہنسی کی بات پر ہنسنے کو تو ہنس دیتا ہے ۔ مگر دل اِس کا پژمردہ اور مغموم ہے ۔ استھر کی باتیں اِس کے دل میں کانٹے کی طرح بار بار چبھ رہی ہے ۔ مس مارگن نے یہ کیوں کہا کیا میں اِسی قابل تھا ۔ کیا میری محبت میری جانبازی کا یہی صلہ تھا ؟ ؎

پر پرو کیا ستمگر پیشتر ایسے نہ ہوتے تھے
ولیکن جیسے تم ہو فتنہ گر ایسے نہ ہوتے تھے

شمیم کو مس مارگن کی کج ادائی کا تو ایک رنج تھا ہی ۔ دوسری خلش اور روح فرسا خلش اسے یہ تھی ۔ کہ ایک ہی دو دن میں اب وہ گھر چلا جائیگا ۔ اور یہ اس کی زندگی کا سب سے خوشنما اور پر لطف باب ایک خواب اور فسانہ ہو جائیگا ؎

نسیم نے جب اسے سیر کے لئے بلایا تو پہلے تو اُس نے چاہا کہ انکار کر دے ۔ مگر کچھ تو نسیم اور خورشید علی وغیرہ کے اصرار سے کچھ اِس خیال سے کہ اِن لوگوں کے

ساتھ شاید جی بہل جائے جانے کو راضی ہو گیا +

انور۔ آج شمیم عجیب کھوئے ہوئے سے معلوم ہوتے ہیں۔ خیر تو ہے۔ طبیعت کیسی ہے +

شمیم۔ کچھ نہیں طبیعت تو اچھی ہے۔ یہ خیال کر رہا تھا کہ دو ایک دن کے بعد یہ صورتیں کہاں دیکھنے کو ملیں گی۔ یہ صحبتیں کہاں نصیب ہوں گی +

نسیم۔ ہم تمہیں نہ جانے دیں گے۔ اب تم ہمارے قبضہ میں ہو۔ دیکھیں ہمارے قلعہ سے تمہیں کون چھین کر لیجاتا ہے +

خورشید علی۔ واقعی۔ ابھی تو تم اچھے ہوئے ہو۔ ابھی سے جانے کی رٹ لگ گئی۔ یہ کون بات ہے +

عبد العزیز۔ کس کی مجال ہے کہ ان کو ہم سب کی موجودگی میں کوئی ہاتھ بھی لگادے

شمیم۔ خیر بہت سی باتیں نہ بناؤ۔ یہ سب منہ دیکھی باتیں ہیں۔ میرے بعد میرا کسی کو دھیان بھی نہ رہیگا۔ کبھی بھول کر بھی نہ یاد کرو گے +

نسیم۔ بدنام ہو گئے جانتے بھی دو امتحان کو۔ رکھیگا تم سے کون عزیز اپنی جان کو +

شمیم ہنس دیا اور ہنس کر کہا اوفوہ! بڑے چاہنے والے! کالی صورت سے بھی آج تک کسی کو محبت ہوئی ہے۔ کہ تمہیں کو ہو جائیگی۔ اب ہمیں بہت نہ بناؤ نہیں تو ہم بگڑ جائیں گے +

انور۔ خیر۔ شکر ہے۔ چہرے پر ہنسی تو آئی +

اتنے میں ایک صاحب خاص لکھنؤ کے بنے ہوئے چکن کا انگرکھا پہنے ایک تین ماشے کی دو پلی ٹوپی زیب سر کئے چلے آرہے تھے +

خورشید علی کو ان صاحب نے دہرے ہو کر ایک زمین دوز سلام کیا +

وہ صاحب۔ تسلیم عرض کرتا ہوں +

خورشید۔ آداب عرض +

وہی صاحب۔ حضور کا مزاج تو اچھا ہے +

خورشید۔ آپ کی دعا ہے۔ کہئے میر صاحب کہاں کا قصد ہے +

وہی صاحب۔ ذرا گو تکے نواب کی ڈیوڑھی جا رہا ہوں۔ اور حضور +

خورشید - میں ذرا یوں ہی وکٹوریہ پارک سیر کرنے جا رہا ہوں +

وہی صاحب - بیشک بیشک - اچھا تو حضور کی تفریح میں میں خلل انداز نہ ہوں گا ...... (کچھ دیر تامل کر کے) تو پھر مجھے اجازت ہے +

خورشید - ہاں - ہاں - خوشی سے +

وہی صاحب پھر ایک زمین دوز سلام کر کے رخصت ہوئے +

شمیم - بھئی واہ یہ صاحب بھی خدا کی قدرت اور انسان کی حماقت کا ایک کامل نمونہ ہیں +

نسیم - لکھنؤ کے افیونچیوں کی یہ آخری یادگار ہیں - اِن کو تو ایک شیشہ کی الماری میں بند کر کے عجائب خانہ میں رکھنا چاہیئے +

انور - اور وہ پلی ٹوپی اِن کی کتنی بھاری تھی - کہیں اِس کے بوجھ سے اِن کے سر میں درد نہ ہو جائے - مگر (خورشید علی سے) آپ بھی تو اِن کی کچھ تعریف کیجئے کہ ہم ہی سب اِن کی تعریفیں کئے جائیں +

خورشید - یہ لکھنؤ کے مشہور و معروف شاعر - حضرت پھیپڑا ہیں +

نسیم - یا اللہ خیر - حضرت پھیپڑا چہ معنی دارد ؟

انور - دل - اور جگر - تخلص تو ہم نے سُنا تھا - مگر پھیپڑا تخلص - ہم نے آج ہی سُنا +

شمیم - بھئی کیا کریں مجبوری بُری چیز ہوتی ہے - جتنے تخلص ہیں سب پر تو یاروں نے قبضہ کر لیا - دل اور جگر بھی نہ چھوڑا - تو پھر آپ ہی بتائیے - یہ بچارے کیا پھیپڑے سے بھی گئے - اور پھیپڑے میں خرابی ہی کیا ہے +

نسیم - یہ تو کسی ڈاکٹر سے جا کر پوچھیئے - میں کیا جانوں +

شمیم - بھائی کچھ نہ پوچھو - بعض ہندوستانی شاعر بھی کیا بلائے بے درمان ہوتا ہے - اُس کا معشوق یا تو کوئی جیتا جاگتا لڑکا ہوتا ہے - جیسا کہ شیخ علی حزین کے اِس شعر سے ظاہر ہے

از بنارس نروم معبد عام است اینجا

ہر برہمن پسر لچھمن و رام است اینجا

یا ماما چوا کی وہ ناخلف عصمت فروش پڑپوتیاں سگڑپوتیاں ہوتی ہیں جن کو مہذب لوگ طوائف کے لقب سے یاد کرتے ہیں

نسیم - یہ غلط ہے - شاعروں کی معشوقہ طوائف نہیں ہوتی +

شمیم - ہاں نہ ہوتی ہوگی - مگر اشعار سے تو یہی پتہ چلتا ہے +
نسیم - آپ کو تمیز بھی ہے - فن شعر و شاعری سے آپ کو مس نہیں - اور اعتراض کرنے میں بہت پیش پیش ہیں +
شمیم - قبلہ آپ تو آپے سے لاحول ولا قوۃ - آپے سے باہر ہوئے جاتے ہیں - آپ کو سند چاہیئے؛ اچھا تو کس کے کلام سے اس بات کو سند دوں کہ بعض بلکہ اکثر شاعروں کی معشوقہ طوائف ہوتی ہے +
نسیم - جاہیئے بھی سند کیا کہا کر دیجئے گا - اچھا اساتذہ میں سے کسی کا شعر پڑھیئے +
شمیم - بہت اچھا حضور - داغ - کو آپ استاد مانتے ہیں کہ نہیں؟
نسیم - داغ استاد ضرور ہیں - مگر شاعر تو وہ اچھا ہے - یہ بدنام بہت ہے +
شمیم - خیر انہیں جانے دیجئے - غالب تو بدنام نہیں ہیں - ان کے شعر سنیئے + فرماتے ہیں -

وان گیا بھی میں تو ان کی گالیوں کا کیا جواب
یاد نہیں جتنی دعائیں صرف دربان ہوگئیں

نسیم - تو پھر کیا ہوا +
شمیم - ہوا وہی جو ہونا تھا ...... شریف زادیاں نہ تو گالیاں دیتی ہیں - نہ ان کے یہاں ہر شخص کا آنا جانا لگا رہتا ہے - نہ ان کے گھر پر دربان رہتا ہے - جس کو دعائیں دینے کی ضرورت پڑے - یہ تمام خاص صفتیں بی زہرہ جان کے مشہور فرقہ کی ہیں + گھبرایئے نہیں - دوسرا شعر لیجئے - غالب ہی کا +

چاہے ہے پھر کسی کو لب بام پر ہوس
زلف سیاہ رخ پہ پریشان کئے ہوئے

یہ بھی ہو نہ ہو کوئی طوائف زادی ہیں - ایک تو لب بام کا لفظ ہمیں بہت کھٹکتا ہے - یہ لفظ کوٹھے والیوں کے لئے مخصوص ہے - اور پھر کون شریف زادی لب بام بال کھولے ہوئے طالبان دیدار کو اپنا جلوہ دکھائیگی - یہ تو خاص طوائفوں کا فعل ہے کہ کوٹھے سے اپنے بالوں کا جال پھیلا کر خدا کی معصوم خلقت کو ہیڑوں کی طرح پھنسالیں - غالب تو خیر کچھ شرمیلے ہیں - بہت صاف صاف نہیں کہتے - حضرت امیر مینائی نے تو شاعروں کا پردہ ہی چاک کر دیا - ان کو تو آپ استاد مانتے ہی ہونگے

نسیم - کیوں - نہیں - ضرور +

شمیم - اچھا تو سنیے - مشتے نمونہ از خروارے - وہ فرماتے ہیں +

دم رقص ہاتھوں کو اتنا نہ پیسو
ارے یار دل پس نہ جائے کسی کا

بولیے - اس میں بھی کہیں تاویل کی گنجائش ہے - یہاں یار بہ معنی طوائف ہے - یا یار بہ معنی شریف زادی +

انور - نہیں صاحب شریف زادی بھی ہو سکتی ہے - یہ صحیح ہے کہ شریف زادیوں کے لئے ناچنا ابھی تک ناجائز خیال کیا جاتا تھا - مگر سنتے ہیں - کہ اب جائز ہوگیا ہے بشرطیکہ تعلیم یافتہ ہوں ممکن ہے کہ اس شعر میں امیر مینائی کا روئے سخن انہیں شریف زادیاں کی طرف ہو +

شمیم - ممکن ہے مگر پھر یہ بھی ماننا پڑے گا - کہ امیر مینائی نے یہ شعر بطور پیشین گوئی کے کہا تھا - کیونکہ امیر مینائی کے زمانے میں ناچنا صرف طوائفوں کا فن تھا - سودا - بھی اُستادوں کے اُستاد تھے وہ بھی فرما گئے ہیں +

دکھاؤں گا تجھے زاہد اس آفت دین کو
خلل دماغ میں تیرے ہے پارسائی کا

نسیم - واہ آپ نے بھی حد کردی - یہ شعر تو ہرگز آپ کے دعوے کی دلیل نہیں ہے +

شمیم - اس شعر میں سودا اپنے معشوق کو ایک - اہد - نامحرم کو باوجود اس کی فریب داڑھی کے - دکھانے پر راضی ہیں - لہٰذا یہ مسماۃ کسی شریف گھرانے کی نہیں ہو سکتیں ایسی خلق فضیحت فرقے کی ہوں گی - اور پھر شیشہ تقویٰ کا چور چور ہو جانا بھی صرف اسی فرقے کی کرامات میں سے ہے +

انور - آپ کی پہلی بحث غلط دوسری بحث صحیح ہے - صرف اس بات سے کہ کوئی عورت نامحرموں کو منہ دکھائے - اس کے متعلق یہ رائے قائم نہیں کیجا سکتی - کہ وہ شریف زادی نہیں ہے +

شمیم - کیوں ؟

انور - کیوں کہ آج کل کسی شریف زادی کے عالی تعلیم یافتہ یا قوم پرست ہونے کا سبب

بڑا ثبوت یہی ہے کہ وہ بہاڑ سا مُنہ کھولکر ہزاروں نامحرموں کے سامنے چلی آئے پھر چاہئے کسی کی پارسائی رہے یا نہ رہے +

شمیم - مگر میں آپ کو پھر یاد دلانے کی جرأت کروں گا۔ کہ یہ شعر انگریزی کا نہیں - بلکہ نوابی کا ہے - آخر میں اِس صاف گو شاعر کے ایک معمولی شعر کا حوالہ دوں گا - جن کا تخلص داغ ہے - جو عاشقوں کے دل میں رہتے ہیں - فرماتے ہیں +

بتوں کے کوچے سے ہم دلفگار ہو کے چلے
شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے

اِس کوچہ کے معنے کوچہ عشق حقیقی نہیں - جیسا کہ بعض خوش عقیدہ لوگ سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں - بلکہ اِس کوچے کے معنے ہیں - لکھنؤ کا چوک - بنارس کی دال منڈی - دہلی کی چوڑی بازار +

انور (ہنس کر) بس بس رہنے دیجئے ہم سمجھ گئے - اپنے وسیع تجربات کا زیادہ اظہار نہ کیجئے +

شمیم - (ہنستے ہوئے) ہاں ہاں کسی کی پردہ دری کرنا شرعاً جائز نہیں - نسیم بیچارے شرم کے مارے بالکل دوہرے ہوئے جاتے ہیں +

نسیم - (دانت پیس کر) آج میں شاعر ہوتا تو تمہاری ہجو لکھ ڈالتا +

شمیم - کیوں نہیں کیوں نہیں - شاعروں کو سوائے قصیدہ کہنے یا ہجو لکھنے کے اور آتا ہی کیا ہے +

عزیز - یا نسیم ایسے بگڑے ہوئے نوجوانوں کو بگاڑنا - یا لڑکوں کو مجنوں فرہاد اور شوقین لڑکیوں کو زلیخا وقت بنانا +

شمیم - آج کل سب سے بڑا شاعر وہ ہے جس کی غزلیں رنڈیاں سب سے زیادہ گائیں - اور جو سارنگیوں اور طبلچیوں میں سب سے زیادہ مقبول ہو - اگر شاعروں کے مرنے کے بعد جب دنیا اِن کو بھول جاتی ہے تو یہی لوگ اِن کا نام لیوا رہ جاتے ہیں - یا پھر بازاری لڑکے کچھ اِن کے قدردان ہوتے ہیں جو اکثر راتوں کو سڑکوں پر گاتے ہوئے نکلتے ہیں - اور بھائی ایمان کی بات تو یہ ہے کہ بیچارا شاعر محنت کرے تو کیا کرے - ہندوستانی شاعری ہی کی گُھٹی میں یہ تمام خرابیاں پڑی ہیں - بقول غالب مصرع

میری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی

محمد شاہ رنگیلے کے زمانے میں ہماری شاعری نے جنم لیا۔ شروع جوانی ہی میں محمد شاہ رنگیلے اور اُن کے عیاش طبع امراء کی بدمستیوں سے اس کے طور طریقے بگڑ گئے سوائے شراب و کباب چنگ و رباب کے اور کسی سے واسطہ نہ تھا۔ شاعر شعر کہتے تھے۔ طوائفیں انہیں گاتی تھیں۔ دہلی کے بادشاہ اور اُن کے دربار کے عیش پرست امراء کی رنگین طبیعتوں کے موافق اشعار کہکر شعرا بسر اوقات کرتے تھے۔ بہادر شاہ تک یہی رنگ ڈھنگ رہا۔ پھر جب سلطنت مغلیہ ہندوستان کی تواریخ کے صفحوں سے حرف غلط کی طرح مٹ گئی تو شاعری کچھ دنوں کے لئے بیوہ ہوگئی۔ پھر یہ سبز قدم روتی پیٹتی لکھنؤ پہنچی۔ لکھنؤ کے نوابوں نے اسے اپنے گھر ڈال لیا۔ پھر وہی ناچ رنگ شروع ہوگیا۔ وہی عیش و عشرت کی محفلیں گرم ہونے لگیں۔ شعرا پھر زلف و کاکل گل و بلبل شام فراق شب وصلت کے مزے لینے لگے یہاں تک کہ لکھنؤ کی سلطنت بھی نیست و نابود ہوگئی۔ جب لکھنؤ لٹ چکا تو شاعری رامپور اور حیدرآباد کو نکل گئی۔ اور وہاں کے صاحبان سلطنت کا دل بہلانے اور انہیں کی داد و ستد پر گذر بسر کرنے لگی۔ اور وہیں اب لکیر کی فقیر بنی۔ پڑی ہوئی جھک مار رہی ہے۔ یہ ہے ہندوستانی شاعری کی مختصر سوانح عمری۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا بعض بھولے بھالے اصحاب۔ خدا ان کی نیک نیتی میں ترقی کرے۔ ان اشعار کو جو طوائفوں اور ان کے طبلچیوں کے لئے لکھے گئے ہیں۔ شدت خوش عقیدگی سے سمجھتے ہیں۔ کہ صوفیائے کرام و صاحبان دل کے لئے لکھے گئے ہیں۔ اس خوش عقیدگی کا کوئی علاج نہیں۔ ماننے کو تو لوگ پتھر کو دیوتا مان لیتے ہیں۔ تو اب اس کو کیا کیا جائے +

نسیم۔ (خفا ہوکر) آپنے اپنی بدمزاقی کا بہت کافی ثبوت دیدیا۔ کیونکہ جو شاعری کو بُرا کہے وہ میرے خیال میں آدمی نہیں +

شمیم۔ ہاں جس قسم کے آپ آدمی ہیں اس سے تو جانور ہونا اچھا ہے۔ جس طوائف پسند شاعری کے آپ مداح ہیں اُسے شاعری کہنا شاعری کا خون کرنا ہے۔ آپ ہی کی شاعری کی شان میں قرآن شریف میں آیا ہے۔ والشعراء یتبعھم الغاون مگر اللہ میاں کی رائے کے تو آپ قائل ہی نہیں۔ پابند ہونا کیسا۔ اللہ میاں پرانے

فیشن کے ہیں۔ اور آپ نئے فیشن کے دلدادہ ٹھہرے *

نسیم۔ مگر یہ تو بڑی سختی ہے *

شمیم۔ سب سے بڑی سختی تو آپ پر یہ ہے۔ کہ لوگ آپ کو مسلمان مسلمان کہکر بدنام کرتے ہیں۔ اسلام آپ گورے چِٹوں کے لئے کہاں۔ اسلام تو ہم ہی کالے کلوٹوں کیلئے بنا ہے۔ اِس حساب سے تو سوائے ہمارے اور عزیزہ کے کوئی مسلمان نہیں کیونکہ اِس مجمع میں ہم ہی دو کالے ہیں *

خورشید۔ نہیں بھئی ہم بھی مسلمان ہیں *

انور۔ اور ہم بھی ہیں *

نسیم۔ اچھا تو پھر آپ کی اسلامی شاعری کیا ہے۔ اِس کی تو تعریف کیجئے *

شمیم۔ وہی شاعری جس سے اسلام میں ترقی ہو اور جس سے آدمی سچا مسلمان اور خدا پرست ہو سکے۔ وہ شاعری جو تمہاری رگوں میں خون کے ساتھ بجلی کی لہریں دوڑا دے۔ جو تمہارے جذبہ اسلامی کو مشتعل کر دے۔ جس سے تمہیں جہاد کا جوش پیدا ہو۔ جس سے تمہارا ایمان تازہ ہو۔ جس سے تم خدا اور اُن کے رسول کے لئے سر کٹانے اور جان دینے کے نہایت خوشی اور اشتیاق سے آمادہ ہو جاؤ۔ مختصر یہ کہ جو شاعری تمہیں خدا کی طرف رجوع کر دے وہی اصلی شاعری ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں خدا صرف اسی شاعری کی اجازت دیتا ہے۔ اور بجز اس شاعری کے کسی اور قسم کی شاعری مذمت کرتا ہے۔ اور اس قسم کی شاعری تمہیں حسرت موہانی کی نظموں میں ملیں گی۔ اِس قسم کی شاعری کا پیغمبر اقبال ہے۔ حشر کے دن بہت سے صاحب دیوان ایسے ہوں گے۔ جن کے دیوان اِن کے منہ پر پھینک مارے جائیں گے۔ مگر اقبال بخشوانے کے لئے اس کا حرف ایک "شکوہ" کافی ہوگا *

آنجا کہ زاہداں بہ ہزار اربعین رسند
مست شراب عشق بیک آہ می رسند

نسیم کچھ کہنے والے ہی تھے کہ ایک شور سنائی دیا۔ جس میں سب سے زیادہ ہنگامہ خیز باجے کی آواز تھی۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ سامنے سے ایک بارات بڑی دھوم سے چلی آ رہی ہے۔ کچھ دیر میں بارات قریب آ گئی *

شمیم وغیرہ ایک طرف ہٹ گئے۔ اور بارات اِن کے سامنے سے گذرنے لگی۔ گھوڑے گاڑی ہاتھی اونٹوں کی کمی نہ تھی۔ جہیز ختم ہی نہیں ہونے کو آتا تھا۔ ایک ایک کٹورہ ایک ایک چمچہ ایک ایک سینی یا خوان پر تھا۔ اور سینی یا خوان کسی بیتلے چھیلے مزدور کے سر پر۔
شمیم۔ یا اللہ خیر۔ یا اللہ خیر۔ چوپایوں کی تو کمی نہ تھی۔ یہ نر اور مادہ دوپایوں کی تو کثرت دیکھئے۔ ایک لدھیڑ ہے کہ جس کی ابتدا ہے مگر انتہا نہیں۔ یہ کس معصوم لڑکی پر آج آفت آئی ہے یا آنیوالی ہے؟ خدا اس پر رحم کرے۔
نسیم۔ حضرت معصوم وعصوم نہ کہئے یہ لکھنؤ ہے لکھنؤ۔ کوئی برا نہ مان جائے۔
شمیم۔ اور ذرا لطف تو دیکھئے۔ شادی کسی کی ہے اور ایک خلقت کا دہانہ اِس کان سے اُس کان تک چرا ہوا ہے۔ بہت خوش ہیں۔ بیچارے۔ پوچھیئے۔ دولہا کو تو خیر ایک دلہن ملی۔ یا ملنے والی ہے۔ اور اِن سب کو کیا ملا۔ مگر مارے خوشی کے کسی ایک کے بھی حواس درست نہیں ہیں۔ دُنیا میں بھی کس قدر احمقوں کی کثرت ہے۔ اور پھر دُنیا قائم ہے۔ یہی تو تعجب ہے۔
خورشید۔ سب اِسی شادی کی بدولت۔ ایک احمق کی ایک احمقہ سے شادی کردی جاتی ہے۔ پھر کیا ہے۔ حشرات الارض کی طرح بچے پیدا ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ اور ایک دُنیا انسان نما گدھوں سے بھر جاتی ہے۔
شمیم۔ وہ دیکھئے۔ وہ دیکھئے۔ نوشہ میاں قبلہ آرہے ہیں۔
نسیم۔ واہ واہ واہ کیا صورت پائی ہے بھئی واللہ قائل ہوگئے۔ ڈاروِن کی گمشدہ کڑی یہی ہیں۔ وہ بیچارہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے مرگیا۔ مگر یہ نہ ملے۔ نہ معلوم کس غار میں چھپے ہوئے تھے۔ آج نکالے گئے ہیں۔
شمیم۔ واقعی شادی بری چیز ہوتی ہے۔ بڑے سے بڑا اعقلمند اِس وقت مہا بیوقوف معلوم ہونے لگتا ہے۔ کچھ تو وہ خود بجذہ ہوجاتا ہے۔ کچھ اُسے لوگ بنا دیتے ہیں۔ اور پھر ہندوستان جنت نشان کی شادی ایک نہ ایک کی پھانسی ہوتی ہے۔ اور پھانسی بھی ایسی کہ جس میں آدمی عمر بھر لٹکا رہے۔ پھر مہربان موت ہی آکر گلو خلاصی کرے تو کرے۔
خورشید۔ اے ہے یہ تو سُرخ پوشے بہ لب اسپ نظر می آید۔
انور۔ واہ بھئی واہ۔ لب اسپ کی بھی اچھی رہی۔

خورشید - ارے بھئی تو کیا کریں - اب اس وقت محاورے کا خیال کریں کہ واقعات کا +
شمیم - یا وحشت ترا سہارا ہے - ذرا اِن کے سولہ سنگھار تو دیکھئے - یہ نوشہ میاں ہیں
کہ لکھنؤ کے بھانڈ - سُرخ ریشم کی پیشواز - گوٹوں سے لپی ہوئی - اس پر سنگی کا پائجامہ نہیں
مرد کون کہتا ہے - اس غریب بے زبان لڑکی کی جوان کے پیچھے فنس میں آ رہی ہے اِن سے
شادی کس نے کر دی - اِن کی تو خود کسی مرد وے سے شادی ہونا چاہے تھی - یہ پیچھے
فنس بھی آ گئی - اے بیوقوف ماں باپ کی چھیتی - جا تجھے ہندوستان کے رسم ورواج
کے اجلاس سے حبس دوام کا حکم ہوا ہے - تو افغانستان کے ڈاکوؤں اور خونیوں
کی طرح پنجرے میں بند رکھی جائے گی - تو پنجرے میں بلبلا بلبلا کر رہے گی - اسی پنجرے
میں تو سوکھیگی - تڑپیگی - اور تڑپ کر جان دینا چاہے گی - مگر موت بھی تجھے ستائیگی
تڑپائیگی تیری پروانہ کرے گی - اور تیری یہ حالت ہوگی کہ +

مرنے بھی نہیں دیتے جینے بھی نہیں دیتے
احسان ترحم وہ انداز عتاب ایسا

جا - اور ہندوستان کے شہیدان ستم میں ایک کا اور اضافہ کر" +

کچھ دیر میں بارات ختم ہو گئی - قریب ہی وکٹوریہ پارک تھا - شمیم وغیرہ اس میں
داخل ہوئے +

نسیم - اک ذرا سی بات کے لئے کس قدر اودھم مچایا ہے - اگر قرون اولی کے مسلمان پھر
زندہ ہو جائیں - اور اس طوفان بدتمیزی کو دور سے دیکھیں تو سمجھیں - کہ یہ لوگ جہاد
کرنے جا رہے ہیں +

انور - اِن کے باپ نے بھی جہاد کیا تھا - کہ یہی کریں گے - خر نا مشخص جو اپنے ہمجنس
پر لدا ہوا تھا - کیا کھا کر جہاد کرے گا - اس کو تو صرف بیٹروں اور مرغوں پر جہاد کرنا آتا ہوگا -
شمیم - نہیں میں کہتا ہوں - کہ اِن لوگوں کی شرم کہاں چرنے گئی ہے - خدا کی پناہ - کس قدر
شرم کی بات ہے اور کس طرح ڈنکے کی چوٹ پر کیجاتی ہے - اگر یہی صاحب اس لڑکی
کو بھگا لے جاتے تو لڑکی کے باپ کی سارے شہر میں ناک کٹ جاتی - مگر یہ ایک
مُلا ریش دراز نے کچھ بڑبڑا دیا - اور لڑکی کے باپ کو حق حاصل ہو گیا کہ اِن کی لڑکی پر
جو شرمناک واقعات ہونے والے ہیں اس کا شہرہ برسر بازار کریں - گھروں کی چھتوں

پڑے پکار پکار کر سب سے کہیں۔ ایک بے خبر دنیا کو باخبر کر دیں۔ کہ جاگتے رہو جاگتے رہو حقہ پانی پیتے رہو لاحول ولا قوۃ۔ اور یہی تھوڑی۔ گھر میں جو سینکڑوں عفت مآب بیویوں کے سامنے رسمیں ہوتی ہیں۔ واہ کیا کہنا ہے کیسی پاکیزہ ہوتی ہیں۔ اور عفت مآب بیویوں کو ذرا قسم کھانے کو بھی شرم نہیں آتی۔ دولھا دلہن کے ہر ہر فعل ہر ہر حرکت کے خوب خوب مزے لیتی ہیں۔ جیسے کوئی ترسا ہوا ہو۔ شادی کا آدھا لطف تو انہیں کو آجاتا ہے۔ میرے خیال میں یہ رسمیں کچھ تو ہم نے ہندوؤں سے لی ہیں۔ کچھ محمد شاہ رنگیلے اور واجد علی شاہ اور ان کے ہم خیال صاحبان سلطنت کی مادی تہذیب اور عیش پرستی کے فیض عام سے پیدا ہو گئی ہیں۔ کوشش یہ کی جاتی ہے۔ کہ انسان کی زندگی کے سب سے زیادہ شرمناک واقعے کو نہایت تشریح اور تفصیل سے منایا جائے۔ اور اس کے چھپانے کے لئے اس پر برائے نام رسوم کا پردہ ڈال دیا جائے۔ اور خوب باجا گاجا دھوم دھڑکا ہو تاکہ اس شور و شر میں شرم و حیا کی آواز کسی کو سنائی نہ دے۔

نسیم۔ تم تو چھچھڑوں سے بیزار ہو۔ ہر وقت شمشیر برہنہ رہتے ہو۔ کسی کو تمہاری زبان بے لگام سے پناہ نہیں۔ شادی میں اگر خوشیاں نہ منائی جائیں تو کیا غمی میں خوشیاں منائی جائیں۔ نہیں معلوم کہاں کے تم کٹ ملا پیدا ہوئے ہو۔

شمیم۔ کٹ ملا کی بات نہیں۔ ذرا غور کرو۔ شادی کیا ہے۔ ایک مرد کا ایک عورت سے شرمناک تعلق۔ اب یہ اور بات ہے کہ بقائے نسل انسانی کی ضرورت کی وجہ سے یہ تعلق جائز کر دیا گیا ہے مگر اس کے جواز سے اس کی شرمناک حیثیت نہیں زائل ہو جاتی۔ فطرت نے جہاں شادی کی ضرورت پیدا کی وہاں حیا بھی پیدا کی ہے۔ اور حیا کا بھی کچھ تقاضا ہوتا ہے۔ ورنہ جانور اور انسان میں فرق کیا رہ جاتا ہے۔ لہذا ہوتا تو یہ چاہئے کہ شادی بطور ایک مجبوری کے کی جائے۔ مگر ساتھ ہی شرم و حیا اس بات کی متقاضی ہے کہ شادی بغیر کسی شور و شر کے چپکے سے سادگی کے ساتھ کر دی جائے اس پر ایک ہنگامہ برپا نہ کیا جائے۔ جس طرح حوائج بشری اور بچہ ہونا تقاضائے فطرت ہیں شادی بھی تقاضائے فطرت ہے۔ پھر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ حوائج بشری کے وقت لوگ کوئی صاحب یا صاحبہ اپنے محلہ والوں کو کیوں نہیں بلا لیتے یا بلا لیتیں۔ ولادت کے وقت کیوں نہیں ڈنکا پیٹا جاتا کہ آؤ لوگو فلاں کی بیوی کے بچہ ہو رہا ہے۔ پھر شادی

میں یہ اشتہار عام کیوں دیا جاتا ہے؟ اُس میں ہماری غیرت اور حیا کہاں جا کر مرجاتی ہے؟

نسیم۔ یہ محض آپ کی فلسفہ طرازی ہے اور کچھ نہیں ÷

شمیم۔ معاف فرمائیے گا۔ یہ فلسفہ طرازی نہیں میرا دعویٰ تاریخی واقعات سے ثابت ہے آنحضرت صلعم ان کے خلفائے راشدین و نیز صحابہ اور تابعین کے زمانے میں شادیاں بحد سادگی سے ہوتی تھیں۔ لڑکی شوہر کے یہاں اس طرح چپکے سے بھیج دی جاتی تھی۔ کہ بجز قریبی رشتہ داروں کے اور کسی کو خبر نہ ہوتی تھی۔ نہ شور و غل ہوتا تھا۔ نہ شہر بھر میں ڈولا مع دولہا کے گشت کرایا جاتا تھا۔ نہ یہ بہتر قسم کی بیہودہ بے غیرتی کی رسمیں ہوتی تھیں حضرت فاطمہ کی شادی ہوئی۔ حضرت عائیشہ کی ہوئی۔ آنحضرت کی متعدد شادیاں ہوئیں۔ بڑے بڑے صحابہ کی شادیاں ہوئیں مگر تمام شادیوں میں دو باتیں خاص طور سے نمایاں تھیں ایک تو ان کی انتہای سادگی حیا کا پہلو لیئے ہوئے۔ دوسری ان کی عدم نمائیش۔ کیا یہ صحیح اخلاق کے اعلیٰ نمونے قابل تقلید نہیں ÷

نسیم۔ مگر وہ سب بڑے آدمی تھے۔ خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ ان کا کیا کہنا۔ بھلا ہماری کیا مجال کہ ہم اُن کی برابری کریں ÷

شمیم۔ (قہقہہ لگا کر) بھئی واہ کمال کیا۔ اس پر تو مجھے ایک قصہ یاد آگیا۔ ایک مولوی صاحب کسی گاؤں میں اپنے مریدوں کے یہاں گئے۔ سب لوگ جمع ہوئے مولوی صاحب نے بکرے نما داڑھی پر ہاتھ پھیر پھیر کر بہت زور شور سے وعظ فرمایا۔ اور وعظ میں آنحضرت کی سادہ زندگی کے حالات نہایت جوش و خروش سے بیان کئے۔ اور جب اس کا ذکر کیا کہ رسول مقبول نے تمام عمر جو کی روٹی پر بسر کی تو مولوی صاحب زار و قطار رو دیئے اور اس قدر روئے اس قدر روئے کہ راوی روایت کرتا ہے کہ انکی داڑھی چونا پوتنے کی کوچی ہوگئی۔ اور ان کے نتھنے جوتہ خانے کے روشن دانوں سے زیادہ وسیع تھے۔ شدت گریہ سے برساتی نالوں کی طرح بہنے لگے۔ مجمع پر بہت اثر ہوا۔ کچھ لوگوں نے بھی مولوی صاحب کی آہ و بکا کی تقلید کی۔ خیر وعظ ختم ہوا۔ لوگ اپنے اپنے گھر گئے۔ کھانے پر معتقدین نے دستر خوان بچھا کر جو کی روٹی رکھدی۔ اب مولوی صاحب پریشان کہ یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے۔ پہلے تو بہت انتظار کیا۔ کہ شاید کچھ اور آئے۔ مگر جب کچھ نہ آیا۔ تو گھبرا کر بولے۔ "یہ نان جو کس کے لئے ہے"! مریدین نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی

"یہ حضور کے لئے ہے۔ حضور نے آج وعظ میں اس کی خاص طور سے تعریف کی تھی"۔ مولوی صاحب بولے "میرے لئے؟ توبہ توبہ۔ یہ رسولوں پیغمبروں کا کھانا بھلا میں کھا سکتا ہوں؟ میری کیا مجال کہ میں ان کی برابری کروں۔ توبہ کیجئے۔ بھلا مجھ سے کہیں اتنی بڑی گستاخی ہو سکتی ہے۔ ارے میرے لئے تو بس گھوڑے کی مرغی چرغی بھون کرلے آتے میں کھا لیتا!!

خیر صاحب جب گھوڑے کی مرغی چرغی بھن کر آئی ہے تب کہیں مولوی صاحب نے کھانا زہر مار کیا۔ وہی مثال جناب کی ہے۔ اس سادگی پر کون نہ مرجائے۔ اے خدا۔ جس سادگی سے آپ کہتے ہیں "وہ خدارسیدہ بزرگ تھے۔ ان کا کیا کہنا۔ بھلا ہماری کیا مجال کہ ہم ان کی برابری کریں"۔ واہ مولوی صاحب واہ۔ آپکے حلق کے نیچے بغیر گھوڑے کی مرغی چرغی کے نوالہ نہ اترتا ہوگا۔ کیوں جناب مولوی صاحب قبلہ وکعبہ دام ظلکم؟"

یہ کہہ کر شمیم خوب ہنسا اور سب کو ہنسایا۔ نسیم بھی اپنے اوپر ہنسے +

خورشید۔ آؤ بھائی یہاں بنچ پر بیٹھیں۔ ہم تو چلتے چلتے تھک گئے +

نسیم۔ (بیٹھکر) ہاں بھئی۔ ہم بھی بہت تھک گئے۔ ہم بھی بیٹھتے ہیں" +

سب نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور بیٹھ گئے +

شمیم۔ آج ہمارے نسیم کی بھی کہیں شادی ہوتی تو ہم بھی شہ بنتے +

نسیم۔ (ہنسکر) گھبراؤ نہیں۔ موت کی طرح شادی برحق ہے۔ دنیا میں جو پیدا ہوا ہے اس کی ایک نہ ایک دن شادی ضرور ہوگی .... لہذا ہم تمہاری شادی سب لوگوں سے کرتے ہیں تمہیں قبول ہے +

شمیم۔ اس پر ضرورت سے زیادہ جھینپ گئے۔ مگر پھر سنبھل کر بولے "توبہ کیجئے۔ میرا ان کا بھی کوئی جوڑ ہے" +

نسیم۔ واہ۔ سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ کی پچہ کاری بہت اچھی ہوتی ہے +

شمیم۔ تو کہیئے تو کسی جشن سے آپ کی ہی بات ٹھہرا دوں۔ آپ یہ منظور کیجئے تو میں وہ منظور کرلوں +

خورشید۔ اچھا تو پھر تمہاری شادی کس سے کی جائے +

شمیم۔ جو نہ اتنی گوری ہو کہ کوڑھی معلوم ہو نہ اتنی کالی ہو کہ دیکھ کر تھے آئے نہ اس قدر موٹی اور وزنی ہو کہ ہم پر پیر رکھدے تو ہم شہید ہو جائیں۔ نہ اتنی دبلی اور پتلی ہو کہ آندھی

میں اڑ کر کسی دوسرے کے گھر پہنچ جائے۔ نہ اتنی تعلیم یافتہ ہو کہ ہم سے شادی ہماری عزت افزائی اور اپنا کمال ایثار سمجھے۔ نہ اتنی جاہل ہو کہ جب ہم تھکے ماندے کہیں سے واپس آئیں تو بجز آٹے دال کے بھاؤ کے اور کسی موضوع پر باتیں نہ کر سکے۔ اس قدر قوم پرست ہو کہ خلق خدا پر جادو کرنے کے لئے ہندوستان بھر میں ماری ماری پھرے نہ اس قدر پالٹکس سے نابلد ہو کہ اخباروں میں مردوں کے فرضی مظالم پر مضمون آرائی کر کے عورتوں میں ایک غلط اصول پر بغاوت پھیلا دے۔ نہ مردوں سے اس قدر مانوس ہو کہ ہماری زندگی ہمارے لئے وبال جان کر دے۔ نہ اس قدر خط و کتابت کی شائق ہو کہ ہمارا گھر ریڈ لیٹر ایجنسی کا دفتر ہو جائے۔ نہ ایسی خط و کتابت سے ناآشنا ہو کہ خود ہمیں خط نہ لکھ سکے۔ نہ اس قدر حسین ہو کہ ہم متوالی اور ہمارا مکان بٹھا کر دوارہ ہو جائے نہ اس قدر بدصورت ہو کہ رات میں اکیلے سے دیکھ لیں تو ڈر کے مارے بیہوش ہو جائیں۔ نہ اس قدر آن بان سے رہے کہ وہ رانی ہم پر جا معلوم ہوں۔ نہ ایسی میلی کچیلی رہے کہ بی بی اور ماما میں تمیز کرنا مشکل ہو جائے۔ نہ قیمتی کپڑوں اور زیورات پر اتنی فریفتہ ہو کہ ہم اُس کی فرمائشوں کو پورا کرتے کرتے دیوا لیئے ہو جائیں۔ اور نہ اِن سے ایسی متنفر ہو کہ عورتوں کو بعض اوقات اِس پر مرد کا دھوکا ہو جائے۔ نہ ہم پر اِس قدر حاوی ہو کہ بیوی آپا یا بیوی اماں کہلانے کی مستحق سمجھی جائے نہ اِس قدر مطیع و فرمانبردار ہو کہ ہم سے چھینکنے تک کی اجازت مانگے۔ بہر حال اب کہاں تک آپ لوگ کی سمع خراشی کروں۔ جیسی میں بیوی چاہتا ہوں۔ ایسی بیوی ملنا محال ہے۔ لہٰذا میرا شادی کرنا محال تر ہوا۔ ایسی حالت میں میں اپنے دوست نسیم کو اجازت دیتا ہوں۔ کہ ایک شادی اپنے حق سے کریں۔ اور ایک شادی میری طرف سے۔ ایک کالی حبشن سے ایک کسی زرد زرد جاپانی سے۔ پھر دیکھئے گا۔ پلے کیسے رنگ برنگ پیدا ہوئے ہیں +

عزیز۔ اچھا تو میری رائے ہے کہ نسیم بیوی کے لئے ایک اشتہار دیں +

نسیم۔ واہ بیوی بھی کوئی گھوڑا ہے کہ اخباروں میں "ضرورت" کی مد میں اس کے لئے اشتہار دیا جائے۔ اور عمر رنگ قد قامت سب کی تخصیص کر دی جائے۔ بڑے آئے۔ وہاں سے ہماری آئندہ بھاوج کو گھوڑا بنا دیا +

عزیز۔ تو اِس میں کیا حرج ہے۔ بیوی اور شوہر کے لئے اخباروں میں اشتہار دینا تو

آج کل کا فیشن ہے +

انور۔ لاحول ولاقوۃ ۔ اچھا فیشن ہے۔ میں تو اپنے گھر کی جانی بوجھی بکری سے شادی کروں۔ مگر لا معلوم اشتہاری بیوی سے کبھی شادی نہ کروں +

شمیم۔ (ہنس کر) خیر میں انور کی طرح اس حد تک تو نہ جاؤں گا کہ گھر کی بکری کو اشتہاری بیوی پر ترجیح دوں۔ مگر یہ طریقہ ضرور معیوب ہے۔ افسوس کہ مرد اور عورتوں کی وقعت مویشیوں سے زیادہ نہ ہو۔ جس طرح کتے بلی۔ گھوڑے گدھوں کی خرید و فروخت کا اخباروں میں اشتہار دیا جاتا ہے۔ ویسی ہی شریف لڑکوں اور شریف لڑکیوں کے لئے اشتہار دیا جائے۔ یہ کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اگر یوں ہی بے حیائی بڑھتی رہی تو ایک دن اخباروں میں مرد اور عورتوں کے تمام اعضاء رئیسہ اور ان کے اوزان کی تشریح اور تفصیل بھی ہونے لگے گی۔ یہ کرنا ہی پڑے گا۔ ورنہ پھر دُنیا کو معلوم کیسے ہو کہ کس قسم کے شوہر اور کس قماش کی بیوی کی تلاش ہے +

نسیم۔ جن غریبوں کی یوں شادی نہیں ہوتی ہے۔ وہ کیا کریں۔ بدرجہ مجبوری انہیں اخباروں میں اشتہار دینا پڑتا ہے +

شمیم۔ ہاں تو پھر بدرجہ مجبُوری اور بھی بے شرمی اور بے حیائی کے فعل کرنے لگیں۔ جب ایسی ہی مجبوری ہے۔ تو پھر سب ہی کچھ حلال ہے۔ جو چاہیں کریں۔ سب سے اچھا طریقہ تو یہ ہوتا کہ ہر شہر میں عورتوں کی ایک مستقل انجمن قائم ہوئی۔ اور اس کے دیگر فرائض میں ایک فرض یہ بھی ہوتا کہ جن لڑکیوں کا کوئی سرپرست نہیں ہے۔ اِن کی شادی کرا دیں۔ اگر ایک شہر میں نہیں ہو سکتی تو دوسرے شہر کی انجمن کو لکھا جاتا۔ بلکہ انسب تو یہ ہوتا۔ کہ ایسی لڑکیوں کے نام جہاں جہاں جس جس شہر میں عورتوں کی انجمنیں قائم ہوتیں۔ وہاں بھیجدیئے جاتے اور اِن غریب لڑکیوں کی شادی کے لئے ہر انجمن کوشش کرتی۔ ممکن نہ تھا۔ کہ چند ہی دنوں میں کہیں نہ کہیں ان لڑکیوں کی بات نہ ٹھہر جاتی .... مگر ہمارے ہندوستانی بھائیوں نے تو قسم کھالی ہے کہ کوئی کام قاعدے سے نہ کریں گے جو بات ہوتی ہے۔ اِن کی بے تکی۔ بے ڈھنگی +

عزیز۔ اچھا اب چلئے گھر چلیں۔ انجمنیں قائم ہوتی رہیں گی۔ ہمیں بہت پیاس لگی ہے +

نسیم - ہاں ہمیں بھی پیاس لگی ہے - بھئی اب چلو +
سب اُٹھ کھڑے ہوئے اور گھر کی طرف چل دیئے +

کچھ دُور پر انہیں ایک بند گاڑی ملی جس کی کھڑکیوں کی جھلملیوں سے عورتیں جھانک رہی تھیں +

شمیم - (جب گاڑی گذر گئی) یہ بھی عجیب خبط ہے - آج تک ہم نے کوئی گاڑی جس میں عورتیں ہوں ایسی نہیں دیکھی کہ جس کی جھلملیوں سے ہر عمر اور ہر رنگ کی عورتوں کی آنکھیں تاکیں اور انگلیاں نہ دکھائی پڑتی ہوں - ہم نسیم ہی کو کہتے تھے - مگر معلوم ہوتا ہے کہ جتنا عورتیں مردوں کو گھور لیتی ہیں - اتنا مرد بیچارے عورتوں کو نہیں گھور سکتے - بڑی مشکل ہے کیا کیا جائے - ع - دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی +

نسیم - ہاں تو پھر جب ہم اور وہ ہیں راضی تو کیا کریں گے قاضی - آپ کون ہوتے ہیں بولنے والے - آپ قاضی ہیں کہ مفتی - ؟

شمیم - ارے سچ میں نہیں جانتا تھا - کہ تم بھی گھور رہے تھے - میں نے تو ایک عام بات کہی تھی - تم کیوں جل اُٹھے ؟

نسیم - خدا ہماری اور اِن عورتوں کی جوانی سلامت رکھے - جب تک ہم جوان ہیں - ہم ضرور گھوریں گے - چیخ کھیت گھوریں گے +

شمیم - نہیں قبلہ آپ بڑھے ہونے کے بعد بھی گھوریں گے - عادت پھر عادت - اگر آنکھوں سے کم دکھائی دے گا - تو عینک لگا کے گھوریں گے - نہ معلوم گھورنے میں کیا مل جاتا ہے - اگر عورت بدصورت ہوئی تو گناہ بے لذت ہوا اور اگر خوبصورت ہوئی تو بس ہائے ہائے کر کے رہ گئے - آگے آیت .... نہیں تو پھر گاڑی کا پیچھا کیجئے - سنیے کاٹیئے دیوار پھاندیئے - اور اگر موقع ہو تو جوتے کھائیے +

نسیم - بھئی واللہ کیا تجربہ کی بات کی ہے - مگر شمیم شرماؤ نہیں - عشق میں سب ہی کچھ گرم و سرد سہنا پڑتی ہے +

انور - بھئی - شمیم - اس وقت تو یہ کہہ گیا - !!!

شمیم - ہاں صاحب بھلا کوئی اِس کے مُنہ لگ سکتا ہے - ؟ یہ تو کالج کا سانڈ ہے - بعض بعض وقت بیڈھب سینگ مارتا ہے +

خورشید۔ مگر اتنا ہم کہیں گے کہ یہ حرکت ہے بڑی ذلیل!!!

شمیم۔ ارے صاحب۔ مجھ کو تو یہ ڈر لگتا ہے کہ یہ نسیم کہیں مرتا کھپتا اگر جنت میں پہنچ بھی گیا۔ تو اس کی آنکھیں وہاں کبھی نہ پہونچیں گی۔

نسیم۔ اچھا تو پھر جتنی عورتیں گاڑیوں میں ہوکر نکلتی ہیں۔ ان میں سے بھی کسی کی آنکھیں جنت میں پہونچیں گی۔ کچھ حرج نہیں۔ مرگ انبوہ جشنے دارد۔

عزیز۔ اور اللہ میاں پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ کہ اے مردو تم اپنی نگاہیں نیچی رکھو۔ اور اے عورتو تم اپنی نگاہیں نیچی رکھو۔ ہم آنکھوں کی خیانت کو خوب دیکھتے ہیں۔ مگر اللہ میاں کی کون سُنتا ہے۔

شمیم۔ تو پھر اللہ میاں بھی کسی کی ایک نہ سُنینگے۔ ایسے بے بھاؤ کے پڑیں گے کہ اللہ دے اور بندہ لے۔ سر طبیعت ٹھکانے ہو جائے گی۔ سارا نظر بازی کا نشہ ہرن ہو جائیگا (نسیم سے) اچھا اچھا۔ بہت گرم نہ ہوجیئے۔ چلیئے چلیئے آپ کو ٹھنڈا پانی پلوا دوں۔۔۔۔

خورشید علی کا مکان آگیا تھا۔ یہ کہکر شمیم خورشید علی کے مکان کے احاطہ میں داخل ہوا۔ اور کہنے لگا۔ ارے بھئی خورشید آپکے لئے بالٹی منگواؤ۔ آپ بہت دیر کے پیاسے ہیں۔ راستے میں عورتوں کے شربت دیدار سے بھی اِن کی پیاس نہ بجھی۔ یہ وکٹوریہ پارک گھاس کھانے گئے تھے۔ مگر وہاں گھاس کا ٹھیکہ ہو گیا۔ ٹھیکہ دار کے ڈر کے مارے کھانے نہ پائے۔ انہیں کچھ کھانا بھی کھلا دو۔ فقیروں محتاجوں کے کھلانے میں بڑا ثواب ہوتا ہے۔

نسیم۔ اور انہوں نے آنکھ بچا تھوڑی سی گھاس کھالی۔ جب ہی سے اِن کا دماغ چل گیا ہے۔ سب لوگ آکر باہر چبوترے پر بیٹھے۔ نوکر پنکھا جھلنے لگا۔

انور۔ اوفوہ۔ بہت تھک گئے۔

عزیز۔ ہمیں تو نسیم کی وجہ سے راستہ معلوم ہی نہیں ہوا۔

شمیم۔ خدا ہماری اور نسیم کی جوڑی سلامت رکھے

خورشید۔ آمین۔

آٹھواں باب

خورشید علی کے مکان پر چبوترے پر بیٹھ کر سب نے شربتِ برف پیا۔ اس وقت قریب ۹ بجے تھے۔ چاندنی ابھی نکلی نہ تھی۔ مگر مشرقی اُفق پر روشنی چاند کی آمد آمد کی خوشخبری دے رہی تھی +

شمیم۔ خورشید تمہارے والد کہاں ہیں +

خورشید علی۔ آج اِن نواب قاسم علیخاں کے یہاں دعوت تھی۔ وہیں گئے ہوں گے کیوں سرور (نوکر سے) ابا جانی کہاں گئے ہیں ؟

سرور۔ حضور نواب قاسم علیخاں صاحب کے یہاں دعوت میں گئے ہیں $9\frac{1}{2}$ بجے موٹر مانگا ہے +

نسیم۔ تو پھر کیا ہے آج شمیم اور عزیز کا گانا سُننا چاہیئے +

انور۔ ہاں تم نے خوب یاد دلایا۔ ضرور سُننا چاہیئے۔ ہماری بھی یہی رائے ہے +

خورشید۔ اور ہماری بھی یہی رائے ہے +

شمیم۔ ہم کو تو خیر گانا آتا نہیں۔ مگر ہاں عزیز کے متعلق ہماری بھی وہی رائے جو سب پنچوں کی رائے ہے +

عزیز۔ واہ اچھی کہی۔ میں گانا کیا جانوں۔ ہاں مجھے رونا آتا ہے کہیئے تو رو دوں +

شمیم۔ رونے سے فائدہ ؟ یہاں کوئی مجلس تو ہے نہیں کہ آپ کو دوسرا حصّہ ملے گا +

نسیم۔ اچھا تو پھر گانا کہاں ہو۔ نہیں باہر اچھا ہے۔ اندر گرمی ہوگی +

خورشید۔ نہیں۔ یہاں ٹھیک نہیں۔ یہ بہت پبلک مقام ہے بیچ کے کمرے میں چلیئے۔ کمرہ بند کر کے گانا ہوگا۔ اور بجلی کے پنکھے چلا دیں گے۔ خوب ہوا آئیگی۔ اور باہر سرور کو بٹھا دیں گے کہ اگر ابا جانی اتفاق سے قبل از وقت آ گئے۔ تو فوراً دروازہ کھٹکھٹا دے +

انور۔ ہاں یہی ٹھیک ہے۔ کمرے میں آواز بھی گونجے گی۔ اچھی معلوم ہوگی۔ سب نے

اس پر اتفاق کیا۔ سرور کو خورشید علی نے ضروری ہدایتیں کر دیں ٭

سرور۔ حضور۔ رفیع الدین صاحب تحصیلدار کے یہاں کی سواریاں آئی ہیں۔ کھانا کھا کر جائیں گی۔ اندر سے حکم ہوا ہے کہ موٹر ۹ بجے تیار رہے ٭

خورشید۔ اچھا تو سواریاں بڑے موٹر پر چلی جاویں گی۔ اور ابا جانی کیلئے چھوٹا موٹر بھیجدو

سرور۔ بہت اچھا حضور ٭

شمیم۔ خورشید علی۔ نسیم۔ انور۔ عزیز۔ سب بیچ کے کمرے میں جمع ہوئے۔ بجلی کی روشنی ہو گئی۔ برقی پنکھے چلنے لگے۔ دروازے سب بند کر دیئے گئے ٭

خورشید۔ ٹھہرو۔ میں ہارمونیم تو لے آؤں ٭

نسیم۔ ہاں ہاں ضرور ٭

تھوڑی دیر میں خورشید ہارمونیم لے کر واپس آ گئے ٭

خورشید۔ لو۔ بھئی ہارمونیم لو۔ کون بجائیگا؟

نسیم۔ شمیم!

شمیم۔ نہیں انور!

انور۔ نہیں۔ تم ہی بجاؤ۔ مجھے نہیں آتا۔ (یہ کہکر ہارمونیم شمیم کے آگے بڑھا دیا) ٭

شمیم نے کچھ دیر تکلف کیا ٭

نسیم۔ اوفوہ بڑے شرمیلے ہیں۔ بیچارے۔ کل تک تو کالج میں قوالی کا پیشہ کرتے تھے۔ نخرے بگھارنے لگے ٭

شمیم۔ (مسکراکر) خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم ٭ شمیم ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو٭

یہ شعر پڑھ کر ہارمونیم لے لیا۔ اور عزیز سے گانے کی فرمائش کی۔ بڑے رد و کد کے بعد عزیز راضی ہوئے۔ شمیم نے ہارمونیم چھیڑا ٭

عزیز۔ کون چیز گائیں؟ ہمیں تو کچھ یاد بھی نہیں ٭

نسیم۔ اب بہت بنو نہیں۔ جو تمہیں یاد ہو گاؤ ٭

عزیز نے یہ غزل شروع کی ؎

گالی دینے کی حسینوں میں ہے عادت اچھی	ہے بری بات مگر اچھی جو ہو صورت اچھی
تو ملے یا نہ ملے یہ تو ہے تقدیر کے ہاتھ	پر ترے ملنے کی ہر حال میں حسرت اچھی

کوچۂ یار مگر اور ہی کچھ ہے واعظ — جنت اچھی ہے تری اور نہایت اچھی
یوں تو دُنیا میں بہت سے ہیں نبیسے والے — پر جسے چاہے کوئی اُس کی ہی قسمت اچھی
میں نے تعریف جو کی حسن کی ہنسکر بولے — تم سے پھر واسطہ ہے تو مری صورت اچھی

زمرد۔ جس کی عمر ۱۵ یا ۱۶ کی تھی۔ دوڑی ہوئی آئی اور ماہ طلعت سے آکر چپکے سے ہانپتے ہوئے کہا +

زمرد۔ اے بی بی۔ باہر بڑا اچھا گانا ہو رہا ہے +

ماہ طلعت۔ ارے چل دور ہو۔ دیوانی۔ کون ہے باہر جو گائیگا؟

زمرد۔ ارے بی بی۔ سچ کہتی ہوں خدا کی قسم باہر گانا ہو رہا ہے۔ میں خود سُن کے آرہی ہوں۔ مردانے بیچ کے کمرے میں چھوٹے سرکار ہیں۔ اور ان کے تین چار دوست ہیں +

انجم آرا۔ اچھا بتا کون گا رہا ہے +

زمرد۔ ایک سانولے سے لڑکے ہیں۔ وہ ہارمنیا بجا رہے ہیں۔ اور ایک اور ہیں۔ انہیں کی عمر کے وہ گا رہے ہیں۔ اور ایک اور میاں ہیں گورے گورے سے جو یہاں اکثر آتے جاتے ہیں +

انجم آرا۔ اے بہن ماہ طلعت تمہیں ہماری قسم چلو سُنیں۔ چلو کوٹھے پر چلیں وہاں سے مردانے کوٹھے پر چلے جائیں گے۔ کون دیکھے گا۔ بڑے نواب صاحب بھی نہیں ہیں۔ اے بہن۔ چلو۔ سچ۔ تمہارے ہاتھ جوڑیں۔ ہمارا گانا سُننے کو جی ترستا ہے +

ماہ طلعت۔ ارے بھائی ہمارا جی ڈرتا ہے۔ اتی جان کو معلوم ہوگیا۔ تو بہت خفا ہوں گی +

ستارہ جبین۔ چلو چپکے سے کوٹھے پر چلو۔ کسی کو کیا معلوم ہوگا کہاں گئیں ہیں۔ زمرد کو یہیں چھوڑ دیں گے۔ اگر کوئی ہم میں سے کسی کو بلائے تو زمرد کہدیگی کہ زنانہ کوٹھے پر ہیں۔ اور جلدی سے آکر ہم کو اطلاع دیدے گی +

زمرد۔ اللہ ہم بھی چلیں۔ ہم کو یہاں نہ چھوڑیئے +

ستارہ جبین۔ چپ۔ کمبخت۔ بڑی شوقین بنی ہیں۔ مردار۔ تو یہیں رہ۔ اور خبردار جو تونے کچھ کہا تیری بوٹی بوٹی کاٹ ڈالوں گی۔ کوئی بلائے تو کہدینا کہ زنانے کوٹھے پر ہیں۔ اور چپکے سے ہم سے کہہ دینا ہم چلے آئیں گے۔ اچھا +

زمرد۔ (منہ بنا کر) اچھا .... (بڑبڑا کر) ہم نے ناحق آ کر کہا۔ چپکے سے اپنے اپنے سُن لیتے تو اچھا تھا۔ ہم ہی نے کہا اور ہم ہی کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر یہیں کو پھینک دیا۔ واہ! اچھی رہی!"

ماہ طلعت کو بھی گانے کا بہت شوق تھا۔ راضی ہو گئی۔ اور تینوں چوروں کی طرح چھپ چھپ کر کوٹھے پر گئیں۔ اور اُس پر سے مردانے کوٹھے پر چلی گئیں۔ جس کمرے میں گانا ہو رہا تھا۔ اس میں چھ بڑے بڑے روشندان تھے۔ اور ان میں خوبصورت خوبصورت رنگ برنگ کے نقشی شیشے لگے ہوئے تھے۔ اس لئے کوئی اگر کوئی روشندان کے قریب کوٹھے پر بیٹھ جاتا تو نیچے سے دکھائی نہ دیتا۔ دوسرے یہ کہ نیچے بجلی کی روشنی بہت تیز تھی۔ اور اوپر قریب قریب اندھیرا تھا۔ کیونکہ ابھی چاند ذرا ذرا سا نکلا تھا۔ اس لئے نیچے والے روشندانوں کے اس طرف کی چیزوں کو دیکھنا بھی چاہے تو نہ دیکھ سکتے۔

انجم آرا رفیع الدین تحصیلدار کی لڑکی تھی۔ یہ وہی رفیع الدین ہیں جو انجم آرا کو اپنے ساتھ لا رہے تھے۔ اور ماہ طلعت کا چند دنوں میں ساتھ ہو گیا تھا۔

تینوں لڑکیاں آ کر روشندان کے شیشوں میں سے نیچے دیکھنے لگیں۔

انجم آرا۔ اے ہے۔ تو یہ۔ یہ تو شمیم ہیں جو باجا بجا رہے ہیں۔ اور وہ نسیم ہیں۔ اور وہ دو لڑکے نہ معلوم کون ہیں۔

انجم آرا اور ستارہ جبیں آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کر رہی تھیں۔ مگر ماہ طلعت بالکل خاموش تھیں۔ اس کو کیا اُمید تھی۔ کہ شمیم کو اس طرح وہ دیکھ سکے گی۔ کچھ فرطِ انبساط۔ کچھ وفورِ محبت۔ کچھ خوشگوار تعجب۔ یہ سب جذبات ملکر ماہ طلعت کے زخمی دل میں ایک قیامت برپا کئے ہوئے تھے۔ اور وہ حالت بیخودی میں شمیم کو بغور دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہ میں شوق تھا۔ تمنا تھی۔ اضطراب تھا۔ بے خودی اور ایک دبی ہوئی محبت کا اک جوش تھا۔ یہ وہی شمیم تھا۔ جو ہر وقت اس کے دل میں اس کی نگاہوں میں پھرتا تھا جب اس کا خیال کرتے کرتے تھک کر سو جاتی تھی تو خواب میں اس کو دیکھتی تھی۔ اس سے باتیں کرتی تھی۔ اس کے ساتھ خوشنما باغوں میں۔ خوبصورت کشتیوں میں۔ عالیشان محلوں میں پھرتی تھی۔ حالت بیداری میں وہ نیند کی آرزو کرتی تھی کہ شاید جس کی دلکش صورت کو میں حالت بیداری میں کھلی ہوئی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتی ہوں۔ اُسے خواب میں

آنکھیں بند کرکے دیکھ سکوں۔ یہ وہی شمیم تھا جس کے خیال کو وہ اپنے دل سے نکالنا چاہتی تھی۔ مگر نکال نہ سکتی تھی۔ جس کی ایک ایک بات کو ایک ایک ادا کو وہ یاد کرتی تھی۔ اور کچھ دیر کے لئے اپنے آپ سے بے خبر ہو جاتی تھی۔ پھر یک بیک بیساختہ آہ کرکے چونکتی تھی۔ اور گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھتی تھی کہ کسی نے مجھے اس حالت خود فراموشی میں دیکھ تو نہیں لیا۔ کسی نے میرے چہرے سے میرے دل کا حال تو نہیں بھانپ لیا جب سے وہ شمیم سے لکھنؤ کی اسٹیشن پر جدا ہوئی تھی۔ اس وقت سے اس کی زندگی کی افق میں صرف ایک روشن جگمگاتی ہوئی رنگین تصویر تھی۔ وہ تصویر شمیم کی تھی۔ اس کے دل میں صرف ایک خیال دلچسپ اور پر لطف تھا۔ وہ خیال شمیم کا تھا ؎

ہمہ شہر پر زخوباں منم خیال ماہے   چہ کنم کہ چشم بدبیں نکند بکس نگاہے

اس کو معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اس نے شمیم کو ایک بڑی مدت کے بعد دیکھا ہے اس میں تعجب کیا۔ تکلیف۔ بے چینی۔ ہجوم یاس کے دن کتنے بڑے بڑے معلوم ہوتے ہیں۔ کسی طرح ختم ہی نہیں ہوتے۔ ایک ایک لمحہ گھنٹوں کے برابر ایک گھنٹہ کئی دنوں کے برابر۔ ایک ایک دن برسوں کے برابر ہوتا ہے۔ اس حساب سے شمیم کی جدائی کے پندرہ دن ماہ طلعت کو پندرہ برس ہو گئے تھے۔ پھر اس کی مسرت کی کیا انتہا ہوگی جس کا یوسف گم گشتہ خلاف امید یک بیک یوں اسے مل جائے۔ جس کی آرزوئے دیدار یوں پوری ہو جائے۔ جس کے دل کی کملائی ہوئی کلی یوں شگفتہ ہو جائے۔ جدائی محبت کی کسوٹی ہوتی ہے جسے اس کا احساس نہ ہو کہ وہ کسی کو چاہتا ہے جدائی اسے اس خواب غفلت سے بیدار کر دیتی ہے۔ جس دل میں محبت کی آگ صرف سلگ رہی ہو۔ جدائی اسے دفعتاً بھڑکا دیتی ہے۔ جس دل میں درد محبت کی صرف ذرا ذرا سی کھٹک ہو جدائی اس درد کو چمکا دیتی ہے۔ جسے یہ معلوم نہ ہو کہ کسی کی دزدیدہ نظر نے اسے لوٹ لیا ہے۔ جدائی اس کی آنکھیں کھول دیتی ہے اسے اس کی خانہ ویرانی سے آگاہ کر دیتی ہے لوگ خواہ مخواہ ہجر و شب فرقت کو بدنام کرتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہو تو محبت شور مچانے والے پہاڑی چشموں کی طرح تنگ ظرف اور کم مایہ ہی رہیگی۔ اس میں خاموش سمندر کی بے اندازہ گہرائی اور ناپیدا کنار وسعت نہ پیدا ہوگی۔ وہ ماہتاب کی دلکش روشنی کی طرح سرد رہیگی۔ اس میں ضیاء آفتاب کی سی تیزی چمک اور حرارت پیدا

نہ ہوگی اس میں ولولے ہوں گے سوز و گداز نہ ہو گا۔ جوش ہوگا۔ تڑپ اور طپش نہ ہوگی۔ نشہ ہو گا۔ خود فراموشی اور از خود رفتگی نہ ہوگی۔ یہی اسرار یہی اصلی راز تھا۔ جس نے ماہ طلعت کے دل میں شمیم کی محبت کو اس درجہ فروغ دیا تھا۔ بجلی کی روشنی میں شمیم کے سیاہ گھونگر والے بال چمک رہے تھے۔ اس کی خوبصورت سیاہ سیاہ آنکھیں اس کے اندرونی جذبات کی تحریک سے نہایت خوبصورت معلوم ہو رہی تھیں۔ اس کے لبوں پر پان کی خوشنما سُرخی اور اس کے دلاویز تبسّم نے اس کی دلفریب ملاحت کو اور بھی چمکا دیا تھا۔ اس کی اُنگلیاں باجے پر نہایت سُرعت سے بے تکلف دوڑ رہی تھیں باجے اور گانے کی دلکش آواز بہت صاف وہاں آتی تھی۔ جہاں ماہ طلعت اور اُس کی سہیلیاں بیٹھی تھیں۔ عزیز غزل دُوہرا کے گا رہا تھا۔ اس کے دو اشعار یعنی ؎

تو ملے یا نہ ملے یہ تو ہے تقدیر کے ہاتھ — پر ترے ملنے کی ہر حال میں حسرت اچھی

اور

یوں تو دُنیا میں بہت سے ہیں نصیبے والے — پر جسے چاہے کوئی اس کی ہے قسمت اچھی

اور خاصکر یہ دوسرا شعر۔ ماہ طلعت کو بہت اچھا معلوم ہوا اور اُن سے جلد جلد دونوں کو یاد کر لیا +

انجم آرا۔ کیسے اچھے اشعار ہیں۔ ہائے افسوس میرے پاس کاغذ پنسل نہیں ہے یا اللہ کہاں سے منگاؤں۔ زمرد ہوتی تو اس سے منگواتی +

ستارہ جبین۔ تو یاد کیوں نہیں کر لیتیں۔ مجھے تو یاد ہو گئے +

انجم آرا۔ ستارہ باجی۔ اللہ۔ ہم کو بعد لکھا دیجئے گا +

ستارہ جبین۔ ہاں ہاں لکھا دیں گے۔ مگر چپ رہو۔ تم تو سُننے نہیں دیتیں +

انجم آرا۔ شمیم باجا کیسا اچھا بجا رہے ہیں۔ ہمارا بس چلتا تو ہم تو اُن سے ضرور سیکھتے

ستارہ جبین۔ تو یہ چپ بھی رہو +

انجم آرا۔ کاہیکو چپ رہیں۔ بڑا مزا آ رہا ہے بیچاری کو ــــ اب ہم اِن کے لئے مُنہ سی کے بیٹھ جائیں ذرا سی بات بھی نہ کریں +

اتنے میں عزیز غزل ختم کر کے چپ ہو گیا۔ باجا بھی رُک گیا +

خورشید علی۔ واہ واہ وا آپ کی نغمہ سرائی سے تو تان سین کی روح خوش ہو گئی ہوگی واللہ خوب گاتے ہو +

عزیز۔ (جھک کر) تسلیم تسلیم۔ آپ ایسے قدردان نہ ہوں تو ہمارا گذر بسر کیسے ہو۔ خدا آپ کو سلامت رکھے +

نسیم۔ اور یہ مرزا ہارمونیم بیگ۔ اِن کی تو کوئی تعریف ہی نہیں کرتا۔ بھئی واللہ کیا کر رہے تمہارا دل خوش کر دیا۔ خدا تمہاری عمر میں برکت کرے +

شمیم۔ اور تمہیں ہوش کی دوا اور عقل کے ناخن دے۔ بدتمیز دنیا بھر کا۔ تو کیا جانے کہ ہارمونیم کیسے بجایا جاتا ہے +

نسیم۔ (ہاتھ جوڑ کر) تو اِس میں تعجب کیا۔ ہمارے یہاں اِس کا پیشہ نہیں ہوتا +

شمیم۔ اچھا۔ تو تمہارے یہاں کوئی اور پیشہ ہوتا ہے۔ تب اب تک ہمیں یہ معلوم ہی نہ تھا۔ لاحول ولاقوۃ میں تو ابتک تمہیں بہت شریف آدمی سمجھتا تھا +

خورشید۔ ارے بھئی تم دونوں میں تو ہر وقت چونچیں ہوا کرتی ہیں۔ اب ذرا یہ جنگ زرگری بند کرو۔ اور عزیز کو ایک آدھ نئی گیتیں سنانے دو +

انور۔ ہاں بھئی عزیز کوئی ایسی ہو کہ نسیم لوٹن کبوتر ہو جائیں +

شمیم۔ یا جیسے ریا کار صوفی بناوٹی حال میں طاعونی چوہوں کی طرح ناچتے ہیں۔ یہ بھی انہیں کی طرح اچھل دائرے بنانے لگیں!!

عزیز نے یہ گیت شروع کیا +

چندریا رنگ چوئے ری مورا ستیاں کھبریا نالے
ارے ری سکھی مورے پیا کو لے آؤ۔ موسے ہیں روٹھ گئے
مورا ستیاں کھبریا نالے۔ چندریا ....

شمیم نے بھی باجے پر کمال کر دیا۔ دونوں نے مل کر ایک سما باندھ دیا۔ جب عزیز نے ختم کیا تو سب کی زبانوں سے بیساختہ تعریف نکل گئی +

خورشید۔ بھئی تم دونوں تو بڑے چھپے رستم نکلے۔ وہ تم سے بڑھ کر تم اُن سے +

نسیم۔ ارے صاحب کچھ نہ پوچھئے یہ لوگ اگر بی اے اور ایم اے نہ بھی پڑھتے تب بھی گا بجا کر کھا کما لیتے +

شمیم۔ (نسیم سے) ہمارے ... میں صرف ایک ناچنے والے کی کمی ہے وہ تم پوری کر دیتے اور تمہارے ... سپید ... پر تو پیشہ ... ایسی کھلتی کہ بڑے بڑے لوگ قائل ہو جاتے +

خورشید۔ پھر تم دونوں میں چونچیں ہونے لگیں۔ ایسے جنگجو مرغے ہیں کہ ان کا سنبھالنا مشکل ہے۔ ہاں بھئی عزیز تم کیسے جاؤ ؟

عزیز۔ کیا سنائیں .... (گنگنا کر) .... یہ گیت شروع کیا۔

آؤ سنوریا گلے لگاؤں۔ رس کے بھرے تورے نین
ساؤنری صورت نینا رسیلی۔ بن دیکھے ناہیں چین۔ سنوریا
قدر پیا سے یوں جا کے کہیو۔ ناہیں مو کو چین۔
آؤ سنوریا۔

انجم آرا۔ لو بہن ماہ طلعت سُنو۔ تمہارے معشوق شمیم کی تعریف ہو رہی ہے۔

ماہ طلعت۔ ارے لڑکی صاف صاف کیوں نہیں کہتی۔ پردے میں کیوں اظہار شوق کرتی ہے ؟

انجم آرا۔ شمیم اچھے ہیں۔ مگر ہم تو کسی اور کے (آہ بھر کر) حسن بے پرواہ پر جان دیتے ہیں۔ تم کیا جانو۔ ع

دل ہی تو ہے اپنا جدھر آیا اُدھر آیا

ماہ طلعت۔ تازہ۔ ذرا دیکھو تو اس کو کل کی لڑکی اور مجنوں کے کان کاٹنے چلی ہے اسکول میں اور ہوتا ہی کیا ہے۔ حسن و عشق کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔ لیلی اور شیریں بننے کا فن سکھایا جاتا ہے۔ چمکنا مٹکنا۔ ادائیں دکھانا۔ آنکھوں کی جادوگری۔ زبان کی فسونگری۔ طرح طرح کی مانگ نکالنا پٹی جمانا۔ قسم قسم کے سائے اور ساریاں پہننا۔ پردوں کھڑکیوں جھلملیوں سے تاکنا جھانکنا۔ غیر مردوں سے نظر بازی کرنا۔ اور نظر بازی کے بعد عشقبازی۔ اور اگر کسی بدنصیب سے کسی ترکیب سے شادی ہو جائے۔ تو اسے اُلو کی دم فاختہ بنانا۔ کون پڑھتا ہے کون پڑھتا ہے بس یہی دل دینے اور دل لینے کا فن تمہارے اسکولوں میں سکھایا جاتا ہے۔ جب ہی بی بی تم ایسی پٹاخہ نکلی ہو۔ عاشقوں کا دل معشوقوں کی صورت پائی ہے۔ ہنس ہنس کر بجلیاں گراتی ہو۔ ہم خوب جانتے ہیں تم کسی نہ کسی کو ایک دن دیوانہ بنا کر چھوڑو گی !!!

انجم آرا۔ توبہ توبہ کیسی بری بری باتیں تم نے کی ہیں۔ اک ذرا شمیم کو میں نے اتنا کہہ دیا کہ ان سے اچھا کوئی اور بھی ہے بس غضب آیا ستم ٹوٹا اک آفت ہو گئی برپا۔ بیگم صاحب

مانگ کھتی کی طرح میرے پیچھے پڑگئیں۔ ایسی اچھی صورت نہ ہوتی تو کاہیکو ہیں اور ہمارے اسکول کو گالیاں دیتیں۔ ابھی ابھی گانے والے نے گایا تھا +

گالی دینے کی حسینوں میں ہے عادت اچھی ۔۔۔ ہے بری بات بھی اچھی جو ہو صورت اچھی

ستارہ جبیں۔ بھئی خدا کے لئے اپنی سانپ نیولے کی لڑائی بند کرو۔ دیکھو سُنو یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں +

خورشید۔ ہاں بھئی عزیز کچھ اور +

عزیز۔ نہیں بھائی۔ اب ہم تھک گئے اب شمیم سے کہو۔ آپ جانتے ہیں۔ یہ مجھ سے بہت اچھا گاتے ہیں۔ مگر ذرا بنتے بہت ہیں یہی خرابی ہے +

شمیم۔ (ہنسکر) ہم تمہاری طرح بے حیا نہیں ہیں کہ بس کسی نے اتنا کہدیا کہ گاؤ اور انھوں نے آنکھ بند کرکے اور منہ کھولکر گانے کے بہانے سے جو شور مچانا شروع کردیا تو پھر جب تک دھوبی آکر ان کو پکڑ نہ لیجائے۔ اُس وقت تک یہ باز ہی نہیں آتے +

خورشید۔ یہ لیجئے۔ پھر ہونے لگی۔ بھئی یہ کالا مرغا بڑا لڑاکو ہے +

نسیم۔ اچھا چپ بھی رہو۔ شمیم اب گاؤ گے کہ تمہاری خبر لیجائے +

شمیم۔ اب ہماری نسیمہ نے کہہ دیا تو گانا کیا ہم جان تک دینے کے لئے تیار ہیں +

یہ کہکر شمیم نے ہارمونیم پر ایک مست دُھن چھیڑی۔ سب لوگ چپ ہو گئے اور اشتیاق سے سننے لگے۔ قریب دس منٹ تک شمیم نے سب کو مخمور رکھا۔ پھر دُھن بدل دی اور یہ گانا شروع کیا +

بیوفا تو ہی نہیں ایک میری جاں نکلا ۔۔۔ میرا الٹا ہے بُرا

دل دیا جس کو وہی جان کا خواہاں نکلا ۔۔۔ یہ بھی قسمت کا لکھا

آرزو تھی تمہیں پہلو میں بٹھاتے ہم بھی ۔۔۔ پیار کر لیتے مگر

ہائے افسوس کہ اتنا بھی نہ ارماں نکلا ۔۔۔ دل کو سمجھاؤں میں کیا

اُلجھی زلفیں تری میں رات کو سلجھاتا تھا ۔۔۔ کیا نصیبا تھا جگا

کھل گئی آنکھ تو وہ خواب پریشاں نکلا ۔۔۔ یہ غضب پیچ پڑا۔

مجھ کو اس رشک قمر سے جو چھڑایا تو نے ۔۔۔ یہ تو بتلا دے مجھے

مدعا کچھ ترا اگر دش دوراں نکلا ۔۔۔ اس سے کیا تجھ کو ملا

آغوش جان ہی لیلی غم فرقت نے تیرے — روز کے جھگڑے مٹے
درد ہی بڑھکے تیرے درد کا درماں نکلا — مل گئی خوب دوا
تیرے دیوانے کی صورت نہیں دیکھی جاتی — ابتو حالت ہے بری
سر پہ خاک آہ لبوں پر ہے گریباں نکلا — رنگ چہرے کا اڑا
بیوفا تو ہی نہیں ایک میری جاں نکلا — میرا کہنا ہے برا

شمیم کی آواز صرف دلکش اور سُریلی ہی نہ تھی۔ بلکہ اِس میں درد تھا۔ جوش تھا۔ جذبہ تھا۔ وہ گا نہیں رہا تھا۔ بلکہ عرض حال کر رہا تھا۔ آواز اس کے گلے سے نہیں دل سے نکل رہی تھی اِس میں وہ تاثیر تھی کہ سُننے والے کے جذبات خوابیدہ کو اپنی آگ سے مشتعل کرکے اِس کے قلب کو بے چین کردے اس کی روح کو تڑپا دے ہارمونیم بجانے میں جو اسے کمال حاصل تھا۔ اس کی وجہ سے اِس کے گانے میں اور ایک خاص کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ سب ایک استغراق اور محویت کے عالم میں سُن رہے تھے۔ جیسے اِن پر کسی نے جادو کر دیا ہو۔

ماہ طلعت کی عجب حالت تھی۔ اِس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے اس کے پہلو میں ایک دل تھا۔ خوب تڑپ رہا تھا۔ اِس کے دل میں جذبات تھے۔ جن میں ایک قیامت کا تلاطم برپا تھا۔ اِس کو یقین تھا۔ کہ اِس غزل کا ایک ایک شعر نہ صرف اِس کے دل کی ترجمانی کرتا ہے۔ بلکہ شمیم کے جوش محبت کی تصویر ہے اِس کے راز ہائے دل اِن اشعار میں منعکس ہیں۔ ماہ طلعت کا یہ خیال غلط نہ تھا۔ مگر افسوس اِسے معلوم نہ تھا۔ کہ کسی اور بیوفا کی شکایت ہے اِس کی نہیں۔ شمیم کے دل کے جلانے والا کوئی اور ہے وہ نہیں۔ یہ دونوں نہیں جانتے تھے۔ کہ یہ غلط فہمی آیندہ کیا کیا آفتیں برپا کرے گی!!

انجم آرا۔ اے طلعت۔ کچھ سمجھیں اِس غزل کا اشارہ کس کی طرف ہے میں قسم کھا سکتی ہوں کہ بجز تمہارے کوئی اور مخاطب نہیں۔ اور خاص کر اِس مصرع سے کہ۔ مجھ کو اِس رشک قمر سے جو چھڑایا تو نے۔ تو مجھے حق الیقین ہوگیا کہ رشک قمر ماہ طلعت ہے۔ اب کہو۔ پکڑی گئیں کہ نہیں ہم سے اور چھپاؤ۔ مگر کہیں چھپتی ہے۔ محبت کی نظر پیار کی آنکھ۔ ہم تو پہلے ہی تاڑ گئے تھے۔ کہ کچھ دال میں کالا ہے۔ اور یہ لڑکا تمہارا دل چرالے جائیگا۔ اور وہی ہوا +

ستارہ جبین۔ ہاں انجم سچ کہتی ہو۔ یہ ایسی نوگرفتار ہیں کہ ان کی نگاہیں ان کی چتونیں ان کا راز افشا کر دیتی ہے ؎

پکارتی ہے خموشی مری فغاں کیطرح نگاہیں کہتی ہیں سب حال دل زباں کیطرح

ماہ طلعت۔ خیر۔ سو پ بولے تو بولے مگر چھلنی کیا بولے جس میں بہتر چھید۔ بی بی تم تو کچھ نہ کہو۔ ابھی اسی دن تم نسیم کے لئے الٹی سیدھی سانسیں لے رہی تھیں۔ چھیڑ چھیڑ کر ان کا ذکر کرتی تھیں۔ کرید کرید کر ان کی باتیں پوچھتی تھیں۔ اب ہم ایسے بھولے بیوقوف نہ تھے۔ کہ کچھ نہ سمجھتے۔

جلوے میری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں ہم سے کہاں چھپے گی وہ ایسی کہاں کی ہیں

ستارہ جبین اس پر بہت شرما گئیں۔ گو انہوں نے اس کی بہت کوشش کی شرمائی ہوئی آنکھیں اٹھائیں۔ مگر آنکھیں نہ اٹھیں۔ نگاہیں جھکی ہی رہیں۔ گورے گورے گالوں میں گرم گرم خون لہریں مارنے لگا۔ بہت دیر میں سنبھلیں۔ مگر کچھ بات بنائے نہ بنی۔ اتنے میں انجم آرا بولیں "میں جب سے ان کی نگاہیں دیکھ رہی ہوں نسیم سے ہٹتی ہی نہیں۔ دل ہی دل میں مزے لے رہی ہیں۔ اگر ہم ان کے بھائی جان سے دل نہ ہار گئے ہوتے تو دونوں میں سے ایک نہ ایک کے رقیب ہو کر رہتے۔ تب دیکھتے کہ تمہارا ان پر کیا داؤں چلتا +

ماہ طلعت۔ اے ہے تو تم ہمارے بھائی جان پر دانت لگائے بیٹھی ہو۔ کہیں اس خیال میں نہ رہنا پہلے گڑھیا میں سات مرتبہ منہ دھوآو تب ہمارے بھائی جان کو نظر اٹھا کر دیکھنا +

انجم آرا۔ خیر! جذبہ دل جو سلامت ہے تو انشا اللہ۔ دیکھا جائیگا۔ تمہارے بھائیجان سے نہ تاک رگڑ وائی ہو تو کوئی بات نہیں کی۔ ابھی تو میں کچھ بولتی نہیں۔ کہ کہیں حسرت کا قول سچ نہ ہو جائے۔ کہ ؎

حسن بے پروا کو خود بین و خود آرا کر دیا
کیا کیا میں نے کہ اظہار تمنا کر دیا

ماہ طلعت۔ سچ کہتی ہوں۔ ایسی بے حیا لڑکی بھی میں نے نہیں دیکھی۔ ان اسکول کی لڑکیوں سے خدا بچائے۔ ان کی آنکھوں کا پانی تو مرجاتا ہے۔ شرم و حیا بھون کر چٹ کر جاتی ہیں۔ توبہ توبہ توبہ +

انجم آرا۔ بس بس رہنے دو۔ عورتوں کا مکر مشہور ہے۔ خدا کا ہزار شکر ہے کہ میں تم لوگوں کی طرح مکار نہیں۔ جو دل میں کچھ رکھوں زبان پر کچھ اور۔ دل کسی بات کو کیسا ہی چاہتا ہو۔ زبان سے نہیں نہیں کئے جائیں گی۔ ان کی شریعت میں اس کو شرم کہتے ہیں۔ ہماری شریعت میں اسے عیاری مکاری بے ایمانی کہتے ہیں۔ کون کہتا ہے کسی کو چاہنا گناہ ہے۔ انسان محبت کے لئے بنا ہے۔ محبت انسان کے لئے بنی ہے۔ پھر اس میں شرم کیسی۔ ارے بیگم صاحبہ تمہاری اور تمہارے سارے مکار فرقے کی شرم کا تو یہ حال ہے کہ جس چیز کے نام سے آج دوہری ہوئی جاتی ہیں۔ کل اسے ڈگی پٹوا کر باجا بجوا کر کرتی ہیں اب بہت زبان نہ کھلواؤ۔ نہیں تمہارا سارا کچا چھٹا کھول کر رکھدوں گی۔ گھر کا بھید لنکا ڈھائے۔ بڑی شرم ہے۔ بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر۔ ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر تم کٹ ملیوں کے یہاں ؎

ستارہ جبین۔ (ہنسکر) کٹ ملیوں کی بھی خاصی رہی ؎

انجم آرا۔ (جوش میں) ہاں ہاں کٹ ملیاں کٹ ملیاں! اور تم بے ایمان ایمانداروں اور بے حیا حیا داروں کو کس نام سے یاد کروں۔ تم کٹ ملیوں کے یہاں تو مسکرانا جرم ہے۔ ہنسنا گناہ ہے۔ مذاق کرنے سے آدمی دوزخی ہوجاتا ہے۔ دو گال ہنس بول لے تو اس پر جنت حرام ہو جاتی ہے۔ خلوص ایمانداری اور صفائی سے کوئی بات کہدے تو وہ بے شرمی بے حیائی ہو جاتی ہے۔ بس حیا اس میں ہے کہ دل تو شہوتستان ہو اور منہ پر شرم و حیا کا جھوٹا پردہ پڑا رہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اسکولوں میں ہم لوگوں کو صاف گوئی۔ ایمانداری اور خلوص سکھایا جاتا ہے جھوٹی شرم اور مصنوعی حیا کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ ہنسنا بولنا مذاق کرنا۔ کھیلنا کودنا۔ خوش ہونا۔ یہ ہمارے یہاں گناہ نہیں۔ یہ انسانی فطرت ہے اور جو اس پر ناک بھوں چڑھائے وہ انسان نہیں مخرمی نچر ہے۔ نہ جانے نہ بوجھیں۔ بلیا کی ٹانگ۔ کل کی نتنی چلن ہیں۔ ہمارے اسکولوں کی برائیاں کرنے !!

ماہ طلعت۔ (ہنسکر) اوفوہ! اوفو! ذرا ان صاحبزادی کی زبان تو دیکھو کیسی دہقان کے ہل کی طرح چل رہی ہے۔ جوش میں کیسے کیسے الفاظ اختراع کرتی ہے۔ کٹ ملیاں شہوتستان مخرمی نچر اور نہ معلوم کیا کیا خدا نہ کرے کہ سوائے دیدہ دلیر

مردوں کے اِن اسکولوں کی چرب زبان فتنہ پرداز لڑکیوں کے کوئی اور مُنہ لگے۔ اچھا اچھا بہت خفا نہ ہو ہم تمہاری بھائی جان سے سفارش کردیں گے۔ تب تو خوش ہوگی ✦

انجم آرا۔ اب جھینپیں۔ تو بھائی جان بھائی جان کرنے لگیں بھائی جان کی سگی تم کیا ہماری سفارش کروگی۔ ہم خود تمہاری شمیم سے سفارش کردیں۔ (آواز بڑھاکر) اے شمیم دیکھو تم کو ماہ طلعت ✦

ماہ طلعت۔ (اپنے ہاتھوں سے انجم آرا کا مُنہ بند کرکے) ارے چپ ظالم خدا مجھے تجھ سے تو اپنے ساتھ ہم سب کو بھی بدنام کرے گی ✦

اِس پر طلعت اور انجم میں کشتی ہونے لگی۔ پھر دونوں زور زور سے منہ دبا دبا کر ہنسنے لگیں ✦

ستارہ جبین۔ اے تو یہ تم لوگ دیوانی ہوئی ہو۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ یا اللہ ہمیں اِس کا خیال بھی نہیں ہوتا۔ کہ وہاں تک آواز چلی گئی تو وہ لوگ کیا خیال کریں گے (انجم ہی) خورشید بھائی کہیں سُن لیں تو ہمیں ابھی سے طلاق دیدیں۔ ارے لڑکی۔ چپ رہ خدا کے لئے۔ نہیں تو ہم سب کی رسُوائی ہوگی تیرا کیا جائیگا" ✦

اتنے میں شمیم نے پھر ہارمونیم چھیڑا اور انور کی فرمائش پر یہ گیت شروع کیا ✦

مہاراج سے نینا لگیہے ہمار کیو کا کریہے ....

شمیم اِس گیت میں ایسی ایسی شکلیں اور کیفیتیں پیدا کردیتا تھا کہ خود بخود شرما کر اسے ہنسی آجاتی تھی۔ ماہ طلعت وغیرہ محو تھیں۔ خورشید بے خود۔ انور بے چین۔ عزیز بیقرار ہوگئے۔ اور نسیم تو لوٹ لوٹ گئے ✦

نسیم۔ ہائے ہائے اِس ظالم نے اِس بلا کی ملاحت پر کیسی کیسی ادائیں پائی ہیں۔ اور اِس کی آنکھیں تو ذرا دیکھو اگر کہیں یہ مجھ کو ملگئی ہوتیں تو کسی کو زندہ نہ چھوڑتا ✦

شمیم ہنس ہنس کر گاتا رہا۔ شمیم کے مقابلے میں واقعی عزیز کی آواز کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ جب گیت ختم کیا تو سب نے بے انتہا تعریف کی ✦

نسیم۔ (شمیم سے) اگر تم لڑکی ہوتے تو واللہ شادی کا پیغام پہلے پہل میں دیتا ✦

انور۔ واہ تو پھر ہم سے تم سے کورو پانڈوؤں کی سی جنگ نہ ہوجاتی ✦

عزیز۔ تو اُس میں کیا تھا۔ جب تم دونوں موذیوں میں کھٹ پٹ ہوتی تو ہم چپکے سے

ان کو اڑا لے جاتے۔

خورشید۔ تو بہنا۔ پھر لڑکے بھی حبشی پیدا ہوتے۔ مگر ہاں بھئی شمیم کوئی اور ہے اچھی سی۔ چپ ٹپ۔

شمیم۔ آہا۔ اب تو آپ کو لطف آنے لگا۔ خدا خیر کرے۔ اچھا تو پھر سنیئے...... پہلے تو باجے پر اس نے اپنا کمال دکھلایا۔ پھر گانا شروع کیا۔

مار گیو رے دلبر برچھی نجر کی - مار گیو رے

من ہر لینو نجریا ملائے گیو رے - دل پر برچھی.....

مدوا پلا کر متوالا کیو۔ من بورا گیو رے...... دل پر برچھی

ہم ہی کیا ہیں تری جفا کے لئے

رحم کر رحم کر خدا کے لئے

کسی کروٹ سے کل نہیں آتی

نہیں آتی اجل نہیں آتی

چارہ گر سے دوا نہیں ہوتی

نہیں ہوتی شفا نہیں ہوتی

کھیل کوئی نہ عمر بھر کھیلے

ہم جو کھیلے تو جان پر کھیلے...... برچھی نجر کی مار گیو رے

دل پر برچھی نجر کی مار گیو رے.......

انجم آرا (شوخی سے) کمال ہے۔ کیسی پیاری آواز ہے۔ ذرا میری شادی ہو جائے تو میں ضرور ان کو نوکر رکھوں گی۔

طلعت۔ شادی کی کیا ضرورت ہے۔ وہ یوں ہی آپ کی غلامی قبول کرلیں گے۔

انجم۔ دیکھا تارہ باجی۔ یہ بڑی حیادار بنتی ہیں۔ ذرا ان کی باتیں تو سنیئے۔

طلعت۔ تم ہی تو ابھی بے حیائی کی تعریف کر رہی تھیں۔ اب بگڑتی کیوں ہو

شمیم۔ بھئی اب ختم کرو۔ بہت دیر ہو گئی۔ نواب صاحب بھی اب آتے ہی ہوں گے۔

خورشید۔ (گھڑی دیکھ کر) ابھی صرف ساڑھے آٹھ بجے ہیں۔

شمیم۔ نہیں اب جانے دو۔ پھر کبھی سہی۔ آج تو بسم اللہ ہوئی ہے۔

خورشید - اچھا تو ایک غزل اور - پھر اس کے بعد ہم نہ کہیں گے *

شمیم - (مسکراکر) بھئی ہو نہ ہو - تم بھی کہیں چوٹ کھائے ہوئے ہو *

خورشید - (شرماکر) ہاں - آج ایک برق اندام کا سامنا ہوگیا تھا - دیکھ کر رہ گئے

بجلی اک کوندھ گئی آنکھوں کے آگے تو کیا　　　بات کرتے کہ میں لب تشنۂ تقریر بھی تھا

یہ واقعہ صرف انجم آرا کو معلوم تھا - اور وہی وہ برق اندام تھیں - خورشید بخیالی میں - اخبار پڑھتے پڑھتے اندر چلے آئے تھے - اتفاق سے اس وقت آنگن میں انجم اور ماہ طلعت کی چھوٹی خالہ زاد بہن جس کی عمر پانچ یا چھ برس کی تھی کھیل رہی تھیں - خورشید اور انجم کی آنکھیں لڑ گئیں پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ کچھ تو انجم اور بہت کچھ خورشید کا دل جانتا ہوگا - ہم کیا بیان کریں - خورشید فوراً الٹے پاؤں واپس چلے گئے - مگر انجم کو خورشید کی سکراہٹ نہیں بھولتی تھی - اور خورشید کو وہ انجم کا ہاتھوں سے منہ چھپاکر ایک دلفریب ادا سے بھاگنا یاد تھا - دل پر پتھر کیا ملکہ نشتر کی لکیر کی طرح نقش تھا - کیسے بھولتے - خورشید کا یہ اشارہ کہ بجلی اک کوندھ گئی آنکھوں کے آگے تو کیا - بات کرتے کہ میں لب تشنۂ تقریر بھی تھا - انجم آرا سمجھ گئی - اور کوئی نہ سمجھا - بچاری انجم کے دل کی دھڑکن اس قدر تکلیف دہ ہوگئی - کہ اُس نے اپنے چھوٹے چھوٹے حنائی ہاتھوں سے اپنے دل ستم زدہ کو تھام تھام لیا - مگر اس نے کوشش کر کے اپنے آپ کو سنبھالا - دل پر جو گذر رہی تھی - وہ گذر رہی تھی مگر چہرہ اُس کا اک ایسی خوشی سے فروزاں تھا - کہ ویسی خوشی اسے کبھی محسوس نہ ہوئی تھی - وہ یہ کہ ہمیں نہیں زخمی ہوئے - کوئی اور بھی گھائل ہوا ہے - بیساختہ اس زبان پر یہ شعر آگیا ؎

اب تو آزار محبت کے مزے آنے لگے

اُس پہ میں قربان کہ جس نے درد پیدا کردیا

شمیم - اب آپ کی فرمائش کیسے رد کروں - اچھا سنیئے *

پھر اس نے یہ غزل شروع کی *

فتنہ تھا قہر تھا جلوہ تیرا اے یار نہ تھا　　　جب تلک دل کو سنبھالوں میں وہ دل زار نہ تھا

سحر تھی چشم فسوں ساز کہ ملتے ہی نظر　　　میں نے پہلو میں جو دیکھا تو دل زار نہ تھا

حجتیں وصل کی جب یاد دلائیں اُن کو
بولے وہ شرم کا انداز تھا انکار نہ تھا

جب کہا میں نے شبِ غم کوئی غمخوار نہ تھا
درد نے اُٹھ کے کہا کیا یہ گنہگار نہ تھا

ہائے اِس عشق نے دُنیا کی شادی خوشیاں
وہ بھی کیا دن تھے کہ غم دلدار نہ تھا

غش سے موسیٰ کو نہ تا حشر افاقہ ہوتا
جلوۂ طور ترا جلوہ رخسار نہ تھا

فتنہ تھا قہر تھا جلوہ ترا اے یار نہ تھا
جب تلک دل کو سنبھالوں میں دل زار نہ تھا

اِس غزل نے اگر خورشید کو پھڑکا دیا تو انجم آرا کے دل میں بھی ایسی چٹکیاں لیں کہ وہ بھی تڑپ تڑپ گئی خورشید نے پھر ایسی غزل کی فرمائش کی۔ شمیم نے پھر گائی۔ اور اب کی پہلے سے بھی زیادہ فن اور خوبی کے ساتھ ادا کی۔ اِس کو خود بھی لطف آ رہا تھا اور نسیم تو قریب قریب مدہوش تھے۔ کہ اتنے میں کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ شمیم نے گانا بند کر دیا ✤

خورشید۔ کون؟

سرور۔ حضور میں ہوں۔ دروازہ کھولیئے ایک موٹر کار میں دو میم صاحب آئی ہیں۔ شمیم صاحب کو پوچھتی ہیں ✤

اِس وقت کوئی شمیم کی صورت دیکھتا۔ چہرہ کبھی زرد کبھی سُرخ ہو جاتا تھا۔ دل بلیّوں اوچھل رہا تھا۔ اِس کی رگوں میں خون مثل پگھلی ہوئی آگ کے دوڑ رہا تھا چند ہی سکنڈ میں سینکڑوں قسم کے خیالات اِس کے دماغ میں آئے اور گئے۔ سب بول رہے تھے۔ اور وہ چپ تھا ✤

نسیم نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ اور شمیم سے کہا ✤

"شمیم۔ کیا تمہاری عقل چرنے گئی ہے۔ اُٹھو جاؤ۔ اُن سے ملو"

شمیم اُٹھا۔ اور برامدہ میں گیا۔ چاندنی خوب کھلی ہوئی تھی سامنے موٹر کھڑا تھا شمیم موٹر کے پاس گیا ✤

شمیم۔ (ہنسکر) گڈ ایوننگ مسز اسٹینلی۔ آپ نے کیسے تکلیف کی؟

مسز اسٹینلی فوراً موٹر سے باہر چلی آئی۔ اور نہایت تپاک سے شمیم سے ہاتھ ملایا ✤

مسز اسٹینلی۔ تمہاری تلاش میں پھر رہے ہیں۔ تم ملتے نہیں۔ بڑی مشکل سے تمہیں پایا ہے

شمیم۔ یہ میری خوش قسمتی ہے۔ میں تو آپکے گھر سے کوئی چیز چُرا کر نہیں بھاگا تھا پھر

آپ کو میری اس قدر تلاش کیوں تھی؟

مسز اسٹینلی - اچھا بہت باتیں نہ بناؤ۔ آؤ موٹر میں بیٹھ جاؤ اور ہمارے ساتھ چلو۔

شمیم - (کچھ تامل کے بعد) آپ کے حکم کی تعمیل مجھ پر فرض ہے۔ مجھے کوئی عذر نہیں۔ ا؟ ٹھیریئے میں ابھی آتا ہوں۔ ذرا اپنے دوستوں سے رخصت ہو لوں

مسز اسٹینلی - ہاں ہاں ضرور۔

شمیم پھر کمرے میں واپس آیا۔

نسیم کیا ہے کیا ہے۔ کون ہے۔ کیوں آیا ہے۔ کیا کام ہے؟

شمیم - کچھ نہیں مسز اسٹینلی اور مس مارگن ہیں۔ مسز اسٹینلی کا حکم ہے کہ میں ان کے ساتھ موٹر میں چلو۔ میں جاتا ہوں۔ تم میرا یہاں انتظار نہ کرنا۔ میں تمہارے یہاں پہنچ جاؤں اور کھانا بعد کو کھاؤں گا۔

انور - ارے بھئی شمیم - خیر جانے کو تم جاؤ۔ مگر ہم بھی انسان ہیں ہم سے بھی مسز اسٹینلی اور مس مارگن کو ملا دو۔ ہم نے ان کی بڑی شہرت سُنی ہے۔

شمیم - (ہنسکر) اچھا۔ یہ کون بڑی بات ہے۔ فی الحال مسز اسٹینلی سے ملائے دیتا ہوں مس مارگن سے بعد کو ملا دوں گا۔ اِس وقت ان کی طبیعت نہیں اچھی ہے۔ وہ موٹر ہی میں بیٹھی ہیں۔ باہر نہیں آئیں گی۔

انور - خیر مسز اسٹینلی ہی سے سہی۔

شمیم - (ہنسکر) یا اللہ کیسے ندیدے ہو۔ (برامدے میں جاکر) مسز اسٹینلی۔ ذرا یہاں تشریف لایئے۔ آپکے دو ملاقاتی آپکے منتظر ہیں۔

مسز اسٹینلی - !! خوشی !! - یہ کہتی ہوئی جلد جلد سیڑھیوں پر چڑھ کر۔ برامدے میں پہنچی اور برامدے سے شمیم کے ساتھ کمرے میں چلی گئی۔

مسز اسٹینلی - (ہاتھ بڑھا کر) ہلو مسٹر نسیم آپ کیسے ہیں۔ اور یہاں کیا کر رہے ہیں۔

نسیم نے بہت جوش سے ہاتھ ملایا۔ پھر اسی طرح اُس نے خورشید سے ہاتھ ملایا۔

نسیم - ہم لوگ یہاں شمیم کا گانا سُن رہے تھے۔ یہ نہایت اچھا گاتے ہیں۔ اور ہارمونیم بھی بہت اچھا بجاتے ہیں۔ تعجب ہے کہ آپ کو ابھی تک انہوں نے گانا نہیں سنایا۔

مسز اسٹینلی - مجھے کیا معلوم تھا۔ تعجب ہے اُنھوں نے مجھ سے یہ بات اب تک کیوں چھپائے

ریمی۔ اچھا تو ہارمونیم میری گاڑی پر رکھوا دیجئے۔ مسٹر نسیم آپ کو اعتراض تو نہ ہوگا ۔

نسیم۔ نہیں خورشید کا ہارمونیم ہے۔ اُن کو اعتراض کیا ہو سکتا ہے ۔

خورشید۔ نہایت خوشی سے۔ لیجائیے۔ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ۔

نسیم نے خود ہارمونیم موٹر کار میں رکھ دیا ۔

شمیم۔ (ہنسکر) آپ بھی۔ کس دیوانے کی باتوں پر اعتبار کر لیتی ہیں۔ میں گانا کیا جانوں یہ دیکھئے میرے کالج کے دوست انور ہیں ابھی اسی سال اُنہوں نے بی اے کا امتحان دیا ہے۔ مسز اسٹینلی نے مسکرا کر انور سے ہاتھ ملایا اور کہا کہ مجھ کو آپ سے ملکر بہت خوشی ہوئی۔ اسی طرح عزیز سے ہاتھ ملایا۔ اور کہا ۔

مجھے امید ہے کہ آپ مسٹر شمیم کے بیگا لیجانے کے جرم پر مجھ سے ناراض نہ ہونگے۔ اس پر سب ہنس دیئے۔ شمیم بھی ہنسے اور کہا ۔

ایسی گرفتاری مجھے ہزار آزادی سے زیادہ خوشگوار ہے ۔

مسز اسٹینلی اس پر بہت ہنسیں۔ اور وہ اور شمیم موٹر کو واپس گئے

شمیم۔ (مسز اسٹینلی) ہائیں آپ کا شوفر کیا ہوا ۔

مسز اسٹینلی۔ (مسکرا کر) آج میں ہی اپنی شوفر ہوں۔ تم پیچھے کی سیٹ پر بیٹھ جاؤ ۔

شمیم۔ ہچکچائے مگر مسز اسٹینلی کے دوبارہ کہنے سے بیٹھ گئے۔ نسیم وغیرہ سب برآمدے میں کھڑے ہوئے تھے۔ شمیم کو خیال ہؤا کہ اگر کوئی عذر کرتے ہیں۔ تو سب اِن کی اور مس مارگن کی شکر رنجی کا سراغ لگا لیں گے۔ مس مارگن موٹر میں پیچھے کی سیٹ پر بالکل چپ بیٹھی ہوئی تھی۔ اور کچھ عجیب طرح یہ سب کارروائی دیکھ رہی تھی۔ شمیم مسز اسٹینلی کے حکم کے بموجب جس سیٹ پر مس مارگن بیٹھی ہوئی تھی۔ اسی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا۔ مگر نہ مس مارگن اُن سے بولی اور نہ وہ اس کی طرف مخاطب ہؤا۔ بلکہ تھوڑا سا فاصلہ دے کر سیٹ کے اس کونے پر بیٹھ گیا ۔

مسز اسٹینلی نے سب کو گڈ نائٹ کیا اور موٹر موڑ کر خورشید علی کے مکان کے احاطے کے باہر لے گئیں ۔

نانواں باب

جھکی ذرا چشم جنگجو بھی نکل گئی دل کی آرزو بھی
بڑا مزہ اِس ملاپ میں ہے جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر

جب موٹر احاطے کے باہر نکل گیا تو مسز اسٹینلی شمیم سے یوں ہمکلام ہوئی۔

مسز اسٹینلی۔ شمیم ہمارا اِس وقت گومتی پر سیر کرنے کا ارادہ ہے۔ نواب قاسم علیخان کی خوبصورت موٹر کشتی جو ابھی انہوں نے امریکہ سے منگائی ہے ہمیں مل گئی ہے۔ اِس پر ہم سب کھانا کھائیں گے۔ سارا انتظام ہو گیا ہے۔ صرف تمہاری تلاش تھی۔ تم بھی مل گئے کیسی اچھی چاندنی رات ہے۔ اور کیسی دل و دماغ کو تازہ کرنے والی ٹھنڈی ہوا ہے۔

شمیم۔ واقعی۔ کشتی پر نہایت خوشنما سین ہوگا۔

مسز اسٹینلی۔ اور پھر آج ہم تمہارا گانا سنیں گے۔ تم بڑے خراب آدمی ہو۔ تم نے ہم کو ابتک بتایا کیوں نہیں۔

شمیم۔ مگر میں ہندی۔ اردو۔ یا فارسی گیتیں گا سکتا ہوں۔ اور اِن میں آپ کو کوئی لطف نہ آئے گا۔

مسز اسٹینلی۔ تھوڑی بہت اردو میں سمجھ لیتی ہوں۔ مگر مس مارگن تو فارسی بہت اچھی طرح جانتی ہیں۔ کیا تم کو معلوم نہیں۔ اِن کی نرس تو ایک ایرانی عورت تھی جس کو اِن کے والد اپنے ساتھ امریکہ لے گئے تھے۔ یہ نہ صرف فارسی آسانی سے سمجھ سکتی ہیں بلکہ نہایت بے تکلفی سے خاص ایرانی لہجے میں بول سکتی ہیں۔ حافظ۔ عمر خیام۔ اور خسرو کی تو یہ دلدادہ ہیں بلکہ اِن کو تو اِن کے دیوانوں کا ایک بڑا حصّہ حفظ ہوگا۔ انہیں کی وجہ سے میں تھوڑی بہت فارسی بھی سمجھنے لگی ہوں گو بول نہیں سکتی۔

شمیم۔ (متعجب ہو کر) مجھے یہ سُن کر سخت تعجب اور بے انتہا خوشی ہوئی آپ نے کیوں مجھ سے اب تک یہ بات چھپائے رکھی۔

مسز اسٹینلی۔ ویسے ہی جیسے آپ نے فن موسیقی میں اپنی مہارت کو ابتک ہم سب سے

صیغۂ راز میں رکھا ؛

مسز اسٹینلی موٹر کار نہایت آسانی اور بیباکی سے چلاتی تھی اور باتیں کرتی تھی - مگر مس مارگن بالکل خاموش تھیں - اور منہ پھیرے ہوئے موٹر کے باہر دیکھ رہی تھیں گومتی کے کنارے کنارے ایک سڑک چلی گئی ہے اِس پر موٹر ٹھیرا - قریب ہی پل تھا

مسز اسٹینلی - مجھ کو مسٹر جانسن سے کچھ بہت ضروری باتیں کرنا ہیں - وہ تیز انتظار کر رہے ہوں گے اِن کا بنگلہ بالکل قریب ہی ہے - میں ابھی اِن سے مل کر آتی ہوں - سامنے یہ پل ہے اِس کے نیچے اتر طرف کشتی ہوگی - تو مس مارگن وہاں چلے جانا - اور میرا انتظار کرنا میں وہیں تم سے مل جاؤں گی ؛

یہ کہکر قبل اِس کے کہ شمیم یا مس مارگن کچھ بول سکیں مسز اسٹینلی موٹر پر سے اُتر کر دکھن کی طرف جلد جلد قدم بڑھا کر چلدی ؛

ہوا خوب تیز چل رہی تھی - جس سڑک پر موٹر ٹھیرا تھا - وہ بالکل سنسان تھی - دُور دُور کوئی راہ گیر دکھائی نہ دیتا تھا - شمیم کو مسز اسٹینلی کی اس حرکت پر سخت تعجب تھا - اور شمیم سے زیادہ مس مارگن کو - جب سے شمیم سے مُلاقات ہوئی تھی - اُس وقت سے مس مارگن پر عجیب عجیب حالتیں گذر رہی تھیں - قسم قسم کے خیالات اُس کے دل میں چکر کھا رہے تھے - ایک دوسرے کے مخالف جذبات اِس کے دل میں موجزن تھے - اِس کو اُمید تھی - کہ شمیم اِسے دیکھتے ہی بڑے تپاک سے ملنے آئیگا - اور معافی مانگے گا - مگر شمیم نے نہ اُسے سلام کیا - نہ کوئی بات کی - نہ مخاطب ہوا - اِس طرح اِسے نظر انداز کر دیا کہ گویا وہ اِسے پہچانتا ہی نہ تھا - کسی اجنبی سے بھی کوئی ایسی بے رُخی اور لاپروائی سے پیش نہ آیا ہوگا - یہ خیال مس مارگن کے لئے تازیانے سے کم نہ تھا پھر جب شمیم موٹر میں اِس کے ساتھ بیٹھا تو کس قدر مجبوری سے اور وہ بھی دامن بچا کر کونے میں - بے اعتنائی اور سرد مہری کی بھی حد ہوتی ہے - موٹر میں اس طرح بیٹھا کہ گویا زندگی میں اس سے اور مس مارگن سے کبھی مُلاقات ہی نہ ہوئی تھی یا کبھی دیکھا ہی نہ تھا - برخلاف اِس کے وہ خود کس قدر صاف دل لیکر چلی تھی - شمیم کی محبت کے جوش نے اسے تمام باتیں بھلا دی تھیں - بلکہ اِس کو دل میں بار بار شمیم پر رحم آتا تھا - اور اپنی سنگدلی پر اسے ندامت ہوتی تھی - وہ پشیمان تھی کہ اِس نے

عق شمیم کا دل دکھایا۔ وہ پھر اس سے اسی خلوص محبت اور گرمجوشی سے ملنے کو تیار
تھی۔ اس سے معافی تک مانگنے پر راضی تھی۔ اسے منانے میں بھی عار نہ ہوتا۔ کیونکہ
شمیم کی چند گھنٹوں کی جدائی نے اس کی آنکھیں کھولدی تھیں۔ اسے اس کے خواب
غفلت سے بیدار کر دیا تھا۔ اس کی آتش الفت کو بھڑکا دیا تھا۔ اس کے میٹھے میٹھے
درد محبت کو اور چمکا دیا تھا۔ اس کو پورا احساس ہو گیا تھا۔ کہ اس کے نازوں پالے
دل کو جس پر کسی کی محبت نے ذرا بھی اثر نہ کیا تھا۔ اس خود دار مغرور لڑکے نے اپنی
دلفریب باتوں اپنی دلستان اداؤں۔ اپنی بے مثل بہادری۔ اپنے انتہائی خلوص
اپنی عالی ہمتی اور بلند خیالی سے کس آسانی سے چھین لیا تھا۔ اور وہ کس قدر اس کے
قبضہ میں تھی۔ اپنے دل کے ہاتھوں وہ کس درجہ بے بس اور مجبور تھی۔ جب شمیم
اس سے خفا ہو کر چلا گیا۔ تو دنیا اس کے لئے تاریک ہو گئی۔ در و دیوار اسے کاٹے
کھاتے تھے۔ اس کا خالی پلنگ اس کی یاد دلاتا تھا۔ اس کے کمرے سے اس کی
خوشبو آتی تھی۔ اس کی آنکھیں شمیم کی دلربا مسکراہٹ کو ڈھونڈتی تھیں۔ شمیم کے
کھلکھلا کر ہنسنے کی دلکش آواز اس کے کانوں میں گونجتی تھی۔ اس کا دل ان رسیلی آنکھوں
کے دیکھنے کو ترستا تھا۔ جو شراب محبت سے سرشار تھیں۔ جو اس کے دل فریفتہ
کے کھینچنے کے لئے ایک قوی مقناطیسی اثر رکھتی تھیں۔ دن بھر وہ انہیں خیالات
میں غرق اپنے پلنگ پر دروازہ بند کرکے پڑی رہی لیٹے لیٹے نہ معلوم کے مرتبہ
وہ روئی اور کے مرتبہ رو کر اپنے آنسو پونچھے۔ کئی دفعہ اسے خیال آیا "میں نے
ذرا سی غلط فہمی اور تنگ مزاجی سے اپنے سب سے خالص اور صادق دوست کو ناراض
کر دیا۔ اپنے دلکش الفاظ سے اس کو روحانی صدمہ پہنچایا۔ اب میں کس طرح اس کی
تلافی کروں کیسے اس روٹھے ہوئے کو منالوں۔ کیونکر اپنی خطا معاف کرواؤں"۔
یہ سب کچھ تھا۔ مگر خورشید علی کے مکان پر پہنچ کر شمیم کی کج ادائی اور سرد مہری
نے اس کے دل مجروح پر تیر و نشتر کا کام کیا۔ اس کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔
اس کی تمناؤں پر پانی پڑ گیا۔ وہ دم بخود رہ گئی۔ اس کے دل میں خیالات کا ہجوم
جذبات کی کشاکش تھی۔ اس کے دبے ہوئے ارمانوں میں ایک عجیب تلاطم تھا
اس کا دل بھرا آتا تھا۔ اشکوں کے قطرے دامن مژگان میں مچل رہے تھے۔ اور

گرنے کے لئے بیتاب تھے۔ ...... ضبط گریہ نے گلوگیری شروع کر دی تھی۔ اس کو ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ کہ اگر میں ذرا بھی بولی یا بولنے کی کوشش کی تو گریۂ بے اختیار ایک طوفان برپا کر دے گا۔ جوشِ اشک کا تلاطم روکے سے نہ رکیگا اس کی صورت زبان حال سے یہ کہہ رہی ہے ؎

شیشہ مئے کی طرح او ساقی
چھیڑ نامت کہ بھرے بیٹھے ہیں

اسی لئے جب موٹر رکا اور مسز اسٹینلی جانے لگی۔ تو وہ مسز اسٹینلی سے کچھ نہ کہہ سکی۔ اس وقت اس کو اپنے اوپر یا اپنی آواز یا دل پر کچھ قابو ہی نہ تھا ....

مسز اسٹینلی کے چلے جانے کے بعد شمیم کو سخت پریشانی ہوئی کہ اب میں کیا کروں۔ وہ سوچتا تھا۔ کہ اگر میں مس مارگن سے ذرا بھی بولا تو وہ مجھ پر بے طرح برس پڑے گی۔ اور شاید مجھ سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کر لے۔ پھر مجھ سے کچھ بنائے نہ بنے گی مگر اس کا دل اس سے بولنے کو تڑپ رہا تھا۔ کچھ دیر اسی فکر میں غلطاں و پیچاں رہا کہ وہ اس سے کس تدبیر سے سلسلہ کلام شروع کرے۔ بالآخر اس کو خیال آیا کہ مس مارگن نے مجھ سے صرف یہی تو کہا تھا۔ کہ میں آپ سے کبھی نہ بولونگی اور نہ مجھ سے آپ کبھی ملئے گا۔ تو ملنے کو تو وہ خود نہیں ملا مسز اسٹینلی نے ملا دیا۔ اگر ایک ہی سیٹ پر الگ الگ بیٹھے رہنا ملنا ہو سکتا ہے۔ اب رہا بولنا تو مس مارگن نے کہا تھا کہ میں آپ سے کبھی نہ بولوں گی۔ یہ تھوڑا ہی کہا تھا۔ کہ آپ مجھ سے کبھی نہ بولئے گا۔ اس خیال سے شمیم کی ہمت بڑھ گئی اور اس نے دل مضبوط کر کے یہ ارادہ کر لیا کہ اب چاہئے جو کچھ ہو میں اُن سے ضرور بولوں گا۔ پھر یا تو ہمیشہ کی صلح ہے یا ہمیشہ کی جنگ۔ دیکھا جائیگا آج اپنی قسمت سے جُوا کھیلوں گا۔ دیکھوں پانسہ موافق پڑتا ہے یا خلاف ؎

شمیم۔ (کچھ تامل کے بعد نہایت محبت اور نرمی سے) مس مارگن موٹر میں کب تک بیٹھی رہئیگا آیئے چلئے کشتی پر چلیں۔ اور وہاں مسز اسٹینلی کا انتظار کریں"۔

انھوں نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور سر جھکا کر اپنے خوبصورت ریشمی رومال کو اپنے زانوں پر پھیلا کر اس کی شکنیں اپنی ہاتھ سے درست کرنے لگی۔ ضبط گریہ کی کوشش سے اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ اور اس کا چہرہ کئی مرتبہ بگڑا اور بنا مگر شمیم اُٹھتے ہوئے طوفان

کی یہ خاموش علامتیں نہ دیکھ سکا۔ اور بولا "مس مارگن کیا واقعی آپ مجھ سے اس قدر خفا ہیں۔ کہ میرے سوالات کا جواب دینا بھی گوارہ نہیں" +

مس مارگن ۔ (بہت کوشش کرکے رُک رُک کر) میں خفا کیوں ہوں ۔ میں تو آپ کی نظروں میں ایک اجنبی سے بھی بدتر ہوں مجھے آپ سے خفا ہونے کا حق ہی کیا ہے ...... یہ کہکر اسھتر نے بہت ضبط کیا مگر آنسو نکل ہی پڑے اور وہ آہستہ آہستہ رونے لگی ۔ شمیم پہلے سمجھا نہیں مگر جب اسھتر بار بار رومال اپنی آنکھوں تک لے گئی تو اُس کو معلوم ہوا کہ اسھتر رو رہی ہے ۔ شمیم کے دل پر ایک چوٹ لگی اور وہ جوش بیتابی میں اسھتر کے بالکل قریب آگیا ۔ اور جُھک کر اُس سے یوں مخاطب ہوا۔ "مس مارگن کیا میں نے ایسی سخت خطا کی ہے کہ بجز میرا دل توڑ دینے کے اس کی کوئی تلافی نہیں ہوسکتی ؟ کیا میں دفعتاً ایسا بڑا گنہگار ہو گیا کہ میرے خلوص میری بیقراری کا جواب بجز دلشکن خاموشی اور روح فرسا سرد مہری کے اور کچھ نہیں ہو سکتا ؟ کیا آپ وہ نہیں رہیں جو کبھی مجھ پر اتنی مہربان تھیں ؟ کیا میں وہ شمیم نہیں رہا جس کو کبھی آپ کی دوستی اور عنایتوں کا اعزاز حاصل تھا ؟ خدا کے لئے آپ خود خیال کیجئے کہ میں جو آپ کے لئے اپنی جان پر کھیل گیا ۔ دیدہ و دانستہ آپ کی دل آزاری کر سکتا ہوں ! کیا میں آپ کی مخلصانہ تیمارداری آپ کی بے شمار عنایات آپ کی محبت آمیز توجہات کو عمر بھر کبھی بھول سکتا ہوں ؟ کیا میں انسانیت سے ایسا گر گیا ہوں کہ باوجود آپ کے بے اندازہ احسانات کے احسان فراموشی کا مجرم ہوں ۔ نہیں یہ حشر تک نہیں ہو سکتا ۔ آپ کو ضرور میری باتوں سے غلط فہمی اور سخت غلط فہمی ہوئی ہے ۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں ۔ میں اس کی قسم کھا سکتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا خلوص سے کہا ۔ نیک نیتی سے کہا ۔ ایک محبت بھرے دل سے کہا ...... دُنیا میں سنگین سے سنگین جرم بخش دیئے جاتے ہیں ۔ بدتر سے بدتر قصور معاف کر دیئے جاتے ہیں ۔ بدنما سے بدنما خطاؤں سے درگذر کر دیا جاتا ہے تو پھر کیا میرا گناہ ناقابل معافی ہے ۔ مس مارگن ۔ مس مارگن کیا آپ مجھے معاف نہ کیجئے گا ! کیا آپ مجھے معاف نہیں کر سکتیں ۔ یہ سنگدلی درست نہیں یہ بے رحمی جرم ہے" ....

یہ کہکر شمیم نے اس بیخودی کے عالم میں اسھتر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا ۔ اسھتر

نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی زیادہ کوشش نہیں کی۔

شمیم - (ایک موثر اور درد آمیز لہجے میں) مس مارگن۔ اِدھر دیکھئے۔ خدا کے لئے اِدھر دیکھئے! مجھے یقین ہے کہ مجھے دیکھ کر آپ کو رحم آجائے گا۔" شمیم کی اس درد بھری التجا پر اسھتر بیتاب ہوگئی۔ ضبط کی کڑیاں ٹوٹ گئیں۔ صبر و قرار ہاتھ سے جاتا رہا۔ جوشِ گریہ کسی طرح ختم نہ سکا۔ طوفان اشک روکنے سے نہ رکا۔ جذبات کے تلاطم نے اِس کو بالکل بے قابو کر دیا اور وہ اپنے دونوں ہاتھوں اور رومال سے منہ چھپا کر زار و قطار رونے لگی .... بجلی انسان کی جان سے وہ سلوک نہیں کرتی جو اسھتر کے آنسوؤں نے شمیم کے دل سے کیا اِس کی گہری محبت کا جوش یک بیک اُبل پڑا وہ بے اختیار ہوگیا۔ دُنیا و مافیہا کی اُس کو خبر نہ رہی۔ وہ بالکل بھول گیا کہ بجز اِس کے اور اسھتر کے دُنیا میں کوئی اور موجود بھی ہے۔ اِس کو صرف دو باتوں کا احساس تھا۔ ایک اپنی محبت کا دوسرے اسھتر کے آنسوؤں کا۔ وہ آنسو قیامت کے آنسو تھے۔ وہ زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔ کہ ہم گواہ ہیں۔ محبت کی بے بسی کے حیا کی مجبُوری کے دل کی خاموش شورش کے شمیم (مضطربانہ انداز سے) مس مارگن پیاری مس مارگن۔ خدا کے لئے چپ رہو۔ آخر تم کیوں روتی ہو۔ میں اپنے جرم اقبال کرتا ہوں۔ تم مجھے معاف کر دو۔ تمہیں قسم میری جان کی مجھے معاف کر دو۔ للہ مجھے بتا دو۔ اِن قیامت خیز آنسوؤں کا سبب کیا ہے؟

اسھتر جواب دینے سے معذور تھی۔ اِس کے آنسو بجائے تھمنے کے اور زیادہ ہوگئے۔ رونا کسی کا ہو دل کو بیتاب کر دیتا ہے۔ اور پھر ایک حسین لڑکی کا۔ اور وہ بھی ایسی جس پر تمنائیں فدا ہوں۔ جس کی محبت کی آرزوئیں مشتاق ہوں۔ جس کے حسن ملائک فریب کے لئے حسرتیں تڑپتی ہوں۔ اگر شمیم آپے سے باہر ہوگیا تو تعجب کیا؟ اِس نے حالت اضطراری میں اسھتر کے گلے میں ہاتھ ڈالکر اُسے اپنے سینے سے لپٹا لیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے اِس کے چہرے سے اِس کے دونوں ہاتھ اور رومال الگ کر کے محبت کے ولولوں سے بے قابو ہو کر اِس کی پیشانی اِس کی آنکھوں۔ اس کے رخساروں اِس کے ملائم نازک سرخ سرخ لبوں کے بوسے لے لئے۔ اور کہا:

"اسھتر پیاری اسھتر۔ ہائے تمہیں میں کس قدر چاہتا ہوں۔ تم پر میں ہزار جان سے

فریفتہ ہوں۔ تم میری تاریک زندگی کی شمع روشن ہو۔ تم ہی میرے کشور دل کی تاجدار ملکہ ہو جان سے زیادہ پیاری اسحٰق میری زندگی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تم چاہو تو اُسے خراب اور برباد کر سکتی ہو۔ اور چاہو تو اسے خوشی اور مسرت کا ایک لہلہاتا ہوا باغ بنا سکتی ہو۔ میری محبت کے خلوص اس کے جوش اس کی وسعت کا خدا گواہ ہے۔ تم ہی میری ساری دُنیا ہو۔ تمہارے ہی لئے میں جیتا ہوں۔ تمہارے ہی لطف و عنایت کا میں اُمیدوار ہوں۔ تمہاری ہی محبت کا میں پیاسا ہوں۔ میری قسمت میری ابدی خوشی یا دائمی تکلف میری دُنیاوی بہشت اور دوزخ۔ میری ساری زندگی کا فیصلہ پیاری اسحٰق تمہاری ایک ہاں یا نہیں پر ہے۔ اسحٰق تمہاری ایک جنبش لب سے یا تو میں دُنیا کا سب سے زیادہ خوش قسمت شخص ہو جاؤں گا یا پھر دُنیا میں مجھ سے زیادہ کوئی بد نصیب نہ ہو گا۔ للہ تم مجھے بتا دو کہ میں تم سے کیا اُمید کروں..........

اس سب کے جواب میں اسحٰق نے خاموشی سے اپنا سر شمیم کے شانے پر رکھ دیا........ شمیم کی سیاہ مقناطیسی آنکھیں اسحٰق کے حسن تاباں پر نثار ہو رہی تھیں اور اسحٰق اس کے پہلو میں بیٹھی ہوئی کانپ رہی تھی۔ اور کس معنی خیز خموشی کس دلفریب سادگی سے وہ شمیم کے شانے پر اپنا سر رکھے ہوئے تھی۔ شمیم کو اُس کے سوال کا وہ اور کس طرح جواب دیتی؟ اس کی یہ خاموشی ہزار جواب کا ایک جواب تھی!!!

نہیں منت کشِ تابِ شنیدن داستاں میری   خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری

شراب عشق کے یہ متوالے نہ معلوم کب تک ایک دوسرے کی محبت کے نشے میں سرشار رہے ان کے نزدیک کائنات عالم کا گویا وجود ہی نہ تھا۔ وہ یہ بھی بھول گئے کہ ہم کہاں ہیں۔ کیوں آئے ہیں۔ کہاں جائیں گے۔

اسحٰق کو صرف شمیم کے جلتے ہوئے ہونٹوں اور اس کے قلب کی مضطربانہ دھڑکن کا احساس تھا۔ اور شمیم کو اسحٰق کے شعلہ رخسار کی بھڑک اور اس کی زلف عنبرین کی مست خوشبو بیخود اور مسحور کئے ہوئے تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد شمیم کے موٹر کے پاس ہی سے ایک نہایت تیزی سے جانیوالا موٹر گذرا اس کے بگل کی آواز اور اس کی رفتار کے شور نے ان دونوں مخموران بادہ بیخودی کو یکایک چونکا دیا۔ اسحٰق نے گھبرا کر اپنا سر شمیم کے شانے سے اٹھا لیا اور شمیم نے بھی اسحٰق کو اپنے پہلو سے ہٹ جانے دیا۔ اور اپنے

آپ کو سنبھال لیا........ اسپتھر شرم میں ڈوبی اور کچھ لجاتی ہوئی کونے میں سمٹ کر بیٹھ گئی۔ اور نگاہیں نیچی کئے ہوئے اپنے رومال سے کھیلنے لگی۔ شمیم اپنی پیشدستی پر کچھ دیر تک جھینپا ہوا بیٹھا رہا۔ پھر شرمیلی نگاہوں سے اسپتھر کو دیکھ کر کہا +

"پیاری اسپتھر۔ بہت دیر ہو گئی چلو چلکر کشتی پر بیٹھیں۔ ممکن ہے کہ مسز اسٹینلی وہاں پہنچکر ہمارا انتظار کر رہی ہوں" +

اسپتھر۔ (سر جھکائے ہوئے اور نگاہ نیچی کئے ہوئے دبی ہوئی شرمیلی آواز میں) "چلئے" ...... شمیم اُٹھا۔ اُٹھ کر موٹر کار کا پٹ کھول کر باہر کھڑا ہو گیا۔ اور کہا +

شمیم۔ "آیئے ...... (مسکرا کر) اُفوہ۔ آج آپ کو بڑی شرم آ رہی ہے۔ کیوں خیر تو ہے۔ کیا ہوا ؟" اسپتھر نہ معلوم کس کس طرح سے شرماتی لجاتی اترنا چاہتی تھی کہ شمیم نے اُسے ہاتھ بڑھا کر اُتار لیا اور پھر ایک مرتبہ لپٹا کر پیار کر لیا +

اسپتھر۔ (ایسی آواز سے جس میں حیا اور شوخی ملی ہوئی تھی)۔ ہٹو۔ چھوڑو۔ تم بڑے شریر ہو +

شمیم۔ "یہ میرا قصور نہیں ہے۔ تمہاری مہربانی اور میری محبت نے مجھے شرارت سکھا دی ہے" یہ کہکر شمیم اور اسپتھر ساتھ ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے کشتی کی طرف چلے +

اسپتھر۔ اچھا چلو۔ میں ابھی چل کر آکیٹویا سے تمہاری شکایت کرتی ہوں۔ پھر دیکھنا تمہاری شرارت کی تمہیں کیسی سزا ملے گی !

شمیم۔ (مسکرا کر) اگر اظہار محبت شرارت ہے اور شرارت جرم ہے تو یا اللہ میں دُنیا میں سب سے بڑا مجرم ہو جاؤں (ہنسکر) اور مسز اسٹینلی کس مُنہ سے میری سزا کریں گی۔ وہ خود میرے جرم کی مددگار ہیں۔ اُن کی غیر حاضری اتفاقیہ نہیں بلکہ دیدہ و دانستہ تھی۔ اور اب مجھے خیال آتا ہے کہ آج شوفر کا غائب ہونا بھی اور خود اُن کا موٹر چلانا خالی از مصلحت نہ تھا +

اسپتھر۔ (مسکرا کر) ہاں۔ اور اب اِس مکار لومڑی آکیٹویا کا بھی مجھے اعتبار نہ رہا +

شمیم۔ خیر وہ لومڑی ہوں یا خرگوش تمہاری آکیٹویا نے مجھے ہمیشہ کے لئے اپنا احسان مند بنا لیا +

اسپتھر۔ (مسکرا کر بناوٹی خفگی سے) اور میں کہتی ہوں کہ تمہیں مجھ سے بولنے کی کیسے جرأت ہوئی ؟

شمیم۔ (ہنستا ہوا) تم نے تو یہی کہہ دیا تھا۔ کہ میں تم سے نہ بولوں گی۔ یہ کہاں کہا تھا کہ تم مجھ سے نہ بولنا ۔

اسحٰق۔ اوفوہ۔ تم لوگ کیسے ہوشیار ہوتے ہو۔ تم لوگوں کے فریب سے خدا بچائے ۔

شمیم۔ یہ نکتہ تو بہت دیر میں میری سمجھ میں آیا۔ میں خواہ مخواہ تم سے باتیں کرنے سے ڈرتا رہا۔ حالانکہ میری روح تم سے بولنے کے لئے بے چین تھی ۔

اسحٰق۔ ہاں۔ ہاں ضرور ہوگی۔ جب ہی تو تم مجھ سے بولے نہیں۔ یا اللہ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ہم سے ان سے کبھی کی ملاقات ہی نہیں ۔

شمیم۔ خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا۔ اس میں بھی ایک مصلحت تھی ....

شمیم کچھ دیر کے لئے گم ہو گیا۔ پھر یک بیک چونک کر بولا ۔

پیاری اسحٰق.... کیا واقعی تم مجھے چاہتی ہو؟ ..... مجھے یقین نہیں آتا کہ میری بھی ایسی قسمت ہو سکتی ہے ..... مجھے ڈر ہے۔ کہ یہ سب محض ایک خواب نہ ہو.... اور جب میری آنکھ کھلے تو میں تم کو نہ پاؤں ۔

اسحٰق۔ ڈارلنگ۔ یہی دلفریب اور خوشنما خواب زندگی کے وہ قیمتی حصے ہوتے جس سے زندگی پر لطف اور قابل قدر ہو جاتی ہے۔ ورنہ ہمیں موت کی تمنا کرنی پڑے اگر آج کوئی تم کو مجھ سے چھین لے تو اس میں شک نہیں کہ میرا دل چور چور ہو جائیگا۔ مگر پھر بھی اس ٹوٹے ہوئے دل میں تمہاری تصویر اور یہ خواب موت کی مشکل مجھ پر احسان کر دے گا ۔

شمیم۔ پیاری اسحٰق۔ خدا نہ کرے کہ مجھ کو تم سے یا تم کو مجھ سے کوئی چھین لے.... آہ اسحٰق بغیر تمہارے یہ دنیا مجھے قید خانے کی ایک اندھیری کال کوٹھری سے بھی زیادہ تنگ اور ہولناک معلوم ہوگی۔ اور میں یا خودکشی کر لوں گا یا پاگل ہو جاؤں گا ۔

اسحٰق۔ (آہ سرد بھر کر) خیر پیارے ہم کیوں ان خراب اور وحشتناک خیالات کو جگہ دیں۔ اس وقت میں خوش ہوں۔ خدا کے لئے میری خوشی کو غمگین خیالات کی تکلیف سے مکدر نہ کرو ۔

شمیم۔ (مسکرا کر) ہاں سچ کہتی ہو ...... خدا کے لئے چلو وہ سامنے کشتی دکھائی دیتی ہے اور وہاں کچھ آدمی بھی معلوم ہوتے ہیں... آج تمہیں ہم اپنا گانا سنائیں گے

.... نہیں آج تمہارے سامنے ہم اپنا دل نکالکر رکھدیں گے ؛
اسخفر ۔ (ہنسکر) جب مسٹر علی کے مکان پر ہمارا موٹر رکا ہے تو مجھے ہارمونیم اور گانے کی آواز سنائی دی تھی ۔ بڑی دلکش آواز تھی ۔ کس کی تھی ۔ ؟ کیا تم گا رہے تھے ؟
شمیم ۔ (کچھ شرماکر) ہاں ۔ اس وقت تو میں ہی گا رہا تھا ۔ اور ہاں کیا واقعی تم فارسی جانتی ہو اور خوب بول سکتی ہو ؛
اسخفر ۔ ہاں تھوڑی بہت جانتی تو ہوں ۔ تم سے حافظ خسرو اور عمر خیام کے اشعار سنوں گی ۔ تمہیں گواتے گواتے تھکا دوں گی ؛
شمیم ۔ اسخفر میں تمہارے لئے عمر بھر گا سکتا ہوں اور میں نہیں تھک سکتا ۔ کیونکہ تمہارے سامنے گانا گانا ہوگا میرے پرجوش محبت کی تفسیر ہوگا ۔ میری بیقرار آرزوؤں کا ترنم ہوگا ۔ میرے دل میں جو ولولے نکلنے کے لئے تڑپ رہے ہیں انکا اظہار ہوگا پھر بتاؤ ۔ داستان محبت اور دل کی بیشمار تمناؤں اور حسرتوں کی شرح کبھی ختم ہوسکتی ہے ۔ اُس کے لئے تو عمر خضر درکار ہے اور شاید وہ بھی کافی نہ ہو ؛
اسخفر ۔ یہ تو کشتی آگئی آکیڈیا بھی بیٹھی ہوئی ہیں ؛
شمیم ۔ آہا ۔ مسز اسٹینلی آپ بہت جلد مسٹر جانسن کے یہاں سے واپس آگئیں ؛
اسخفر ۔ (ہنس کر) اور انھوں نے تمہیں اتنی جلدی چھوڑ کیسے دیا ؟
مسز اسٹینلی ۔ خیر شکر ہے ۔ آج آپکے چہرے پر ہنسی تو آئی ۔ کہو پیلئے مجنوں میں صلح ہوگئی
اسخفر ۔ (شوخی سے) ہاں ہو تو گئی ۔ تمہارا اجارہ تمہاری وجہ سے تو ہم دونوں میں لڑائی تھی تم چلی گئیں ۔ ہم مل گئے ..... تم بڑی فریبی دھوکے باز عورت ہو ۔ جاؤ ہم تم سے نہیں بولتے ؛
مسز اسٹینلی ۔ ہاں ۔ اب کیوں بولوگی ۔ اب تو کام نکل گیا ۔ اب تو تم ہمیں کشتی پر بھی نہ بیٹھنے دوگی ۔ چاہوگی کہ سوائے تمہارے اور شمیم کے کشتی میں کوئی تیسرا شخص نہ ہو ۔ کیوں ؟
اسخفر ۔ تمہاری ساری عیاری ہم پر کھل گئی ۔ شوفر کا غائب ہونا اور مسٹر جانسن کے یہاں جانا ۔ یہ سب تمہارا مکر تھا ۔ اس مکاری سے تمہارا کیا فائدہ ہوا ؟
مسز اسٹینلی ۔ (ہنس کر) روٹھے ہوئے عاشق معشوقوں کا ملانا بڑے ثواب کا کام ہے ؛

شمیم - آپ کی اس وفاداری کے عوض میں اگر میرے پاس دوسرا دل ہوتا تو آپ کو ضرور دے دیتا ✦

اسٹھر - اور شمیم یہ تمہیں بہت چاہتی ہیں - ابھی اسی دن مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ رچرڈ کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ شمیم کو چاہتی ہوں - نہ معلوم ان کے دل سے یہ ایثار کیسے ہوا ✦

مسز اسٹینلی نے بہت آنکھیں لڑا کر جواب دینا چاہا - مگر آنکھیں خود بخود ان کی گردن کے ساتھ جھک گئیں - وہ غیر معمولی طریقے سے شرما گئیں - اور دیر تک کوئی جواب نہ بن پڑا ✦

شمیم - تو اگر اسٹھر ناراض نہ ہوں - تو مجھے بھی یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اسٹھر کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ میں مسز اسٹینلی کو چاہتا ہوں ✦

شمیم کے اس جملے نے مسز اسٹینلی کو کچھ دیر کے لئے اور ساکت اور لاجواب کر دیا ✦

شمیم - ہاں تو پھر ہمیں اور اسٹھر کو کشتی میں آنے کی اجازت ہے ✦

مسز اسٹینلی - (مسکرا کر) آپ ہی دونوں کے لئے کشتی آئی ہے - میں تو ایک محض مد فضول ہوں .... اچھا - خیر تم جا کر موٹر کار سے ہارمونیم لے آؤ ...... اور تم آرام او تار موٹر کے پاس بیٹھے رہنا ہم کشتی پر سیر کر کے پھر یہیں واپس آئیں گے -

شمیم اور اسٹھر دونوں کشتی میں کود آئے - کشتی میں اتر اور دکھن جانب بید کی دو نہایت آرام دہ کرسیاں لگی ہوئی تھیں - ہر ایک کرسی پر دو آدمی بآسانی بیٹھ سکتے تھے - ان دونوں کرسیوں کے بیچ میں ایک بہت خوبصورت چکنی لکڑی کی سیٹ تھی - جس پر ایک آدمی اچھی طرح بیٹھ سکتا تھا - جنوبی کرسی پر اسٹھر بیٹھ گئیں - بیچ میں شمیم اور شمالی کرسی پر مسز اسٹینلی پہلے ہی سے بیٹھی ہوئی تھیں ✦

مسز اسٹینلی - اچھا اب پہلے کھانا کھا لو - کھانا تیار ہے ✦

شمیم - خیر کھانا کھانے کو کھا لیں گے - مگر آج ہمیں بالکل بھوک نہیں ✦

مسز اسٹینلی - کیوں ؟

شمیم - یہ اسٹھر سے پوچھئے ✦

اسٹھر - جی ہاں آج ان کے ہوش درست نہیں ہیں - بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں - انہوں نے آج شراب زیادہ پی لی ہے ✦

شمیم - ہاں۔ میرے مذہب میں سوائے شراب محبت کے اور کوئی شراب جائز نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ میں نے بہت پی لی ہو یا اسٹھر نے مسز درنٹ سے زیادہ مجھے پلا دی ہو۔ اور اس میں شک نہیں کہ اس شراب کا نشہ دُنیا کی تمام شرابوں سے نرالا ہوتا ہے اور اس کا مخمور قیامت تک ہوش میں نہیں آتا"+

اس پر اسٹھر شرما گئیں اور مسز اسٹینلی ہنس دیں اور ہنس کر کہا۔ "اچھا اچھا آؤ کھانا کھاؤ" یہ سب کھانا کھا ہی رہے تھے۔ کہ عبداللہ ہارمونیم لے آیا کھانے کے بعد کشتی والے کو حکم ہوا کہ کشتی کھول دے۔ کشتی پر دو ملاح تھے۔ ایک موٹر چلانے کے لئے اور ایک یوں ہی کھینے کے لئے +

مسز اسٹینلی - موٹر چلانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہوا اچھی خاصی ہے کشتی پانی کے بہاؤ پر جائیگی۔ صرف ایک کھینے والا کافی ہوگا۔ موٹر والے تم بھی بیٹھ جاؤ"

کشتی کھول دی گئی۔ اور وہ بہاؤ پر آہستہ آہستہ چلی۔ چاندنی نہایت صاف شفاف تھی۔ آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا۔

مسز اسٹینلی - اچھا شمیم۔ ہارمونیم لو۔ دیکھیں تم کیسا بجاتے ہو؟

شمیم - (مسکراتے ہوئے) آج جو آپ نے ہم پر احسان کیا ہے۔ اس کی وجہ سے میں آپ کا ہمیشہ کا غلام ہوگیا۔ لہذا آپ کا حکم مجھے بسر وچشم منظور ہے۔ مگر آپ اس طرف چلی آیئے۔ اور اسٹھر کے ساتھ بیٹھ جایئے۔ تاکہ ہم آپ آمنے سامنے رہیں ملاح اُس طرف چلا جائیگا"+

مسز اسٹینلی شمیم کے شانے پر ہاتھ رکھ کر جدھر اسٹھر تھیں اُدھر کو آئیں۔ اور اسٹھر کے ساتھ بیٹھ گئیں +

شمیم - (مسز اسٹینلی سے) آپ آج نہ بھی کہتیں تو میں گاتا۔ کیونکہ آج میرا دل گا رہا ہے"۔ یہ کہکر ہارمونیم سامنے رکھ لیا اور اسے بجانے کے لئے درست کرنے لگا......

کشتی اب بیچ دریا میں چل رہی تھی۔ پانی کے اندر تارے کھلے ہوئے تھے۔ دریا کی سطح پر چاندنی چمک رہی تھی..............

شمیم - کیسا خوبصورت و دلکش سین ہے !!..............

پھر یہ سب خاموش ہوگئے..... شمیم نے ہارمونیم پر ایک نہایت پیاری

گیت چھیڑی بجانے میں تو اس کو خاص مہارت تھی - اور پھر اس وقت ہارمونیم کی آواز بھی اس غضب کی میٹھی اور سُریلی معلوم ہو رہی تھی - کہ ناممکن تھا کہ دل میں تموّج نہ پیدا ہو جاتے - استھر اور مسز اسٹینلی کو ہندوستانی گیت سُننے کا زندگی میں پہلا موقع تھا - سکوت کے عالم میں بیٹھی ہوئی ایک سرور آمیز حیرت سے سُن رہی تھیں - بہت دیر تک شمیم یہی گیت بجاتا رہا اور یہ دونوں حالت محویت میں سنتی رہیں جب شمیم نے ہاتھ روکا تو دونوں کی زبان سے بیساختہ تعریف نکل گئی +

استھر - تم نے کمال کیا - میں نہیں جانتی تھی - کہ تم اتنا اچھا بجا سکتے ہو +

مسز اسٹینلی - واقعی تم نے ایک حیرت انگیز کیفیت پیدا کر دی تھی +

اس کے بعد شمیم نے دو مختلف قسم کی اور گیتیں بجائیں - ایک گیت بانسری کی پوری پوری نقل تھی - صاف معلوم ہوتا تھا - کہ کوئی بڑی اچھی بانسری بجا رہا ہے -

شمیم - استھر سنو - تمہارے خسرو کی ایک غزل گاتے ہیں +

یہ کہہ کے اس نے یہ غزل شروع کی ؎

بخوبی ہمچو مہ تابندہ باشی	بملک دلبری پایندہ باشی
من درویش را کشتی بغمزہ	کرم کردی الٰہی زندہ باشی
نمک پاشی اگر در غمزہ آئی	شکر ریزی اگر در خندہ باشی
جفا کم کن کہ فردا روز محشر	بروئے عاشقاں شرمندہ باشی
بشوخی و بر ندی ہمچو خسرو	ہزاراں خاناں برکندہ باشی

دراصل شمیم کی طبیعت ہی اس وقت موسیقی کے لئے خاص طور سے موزون تھی - پپیہے کی طرح کوک رہا تھا - اس کی تانیں قیامت کی تھیں - اس کی آواز میں غضب کا لوچ تھا - وہ خود حیران تھا - کہ آج میں اتنا اچھا کیوں گا رہا ہوں - استھر پر ایک وجد کا عالم طاری تھا - اُس نے کبھی ایسا گانا نہ سُنا تھا - پھر غزل بھی ایسی اچھی تھی کہ اس کے ایک ایک شعر نے استھر کو پھڑکا پھڑکا دیا - جب شمیم نے غزل ختم کی تو گو مسز اسٹینلی نے تعریف کی مگر استھر کو الفاظ ہی نہ ملے جو تعریف کرتی +

شمیم کا ہاتھ پھر ہارمونیم سے راگ اور راگنیاں نکالنے لگا +

شمیم - (مسکرا کر) استھر - ذرا غور سے سُننا - یہ حافظ ہیں ؎

گل در بر و مے در کف و معشوقہ بکام است سلطان جہانم بہ چنیں روز غلام است

گو شمع میارید درین بزم کہ امشب در مجلس ما ماہ رخ دوست تمام است

در مذہب ما بادہ حلال است ولیکن بے روئے تو اے سرو گل اندام حرام است

گوشم ہمہ بر قول نے و نغمۂ چنگ است چشمم ہمہ بر لعل لب و گردش جام است

در مجلس ما عطر میامیز کہ جاں را ہر لحظہ ز گیسوئے تو خوشبوئے مشام است

مے خوارہ و سرگشتہ و رندیم و نظرباز وانکس کہ چو ما نیست دریں شہر کدام است

حافظ منشیں بے مئے و معشوقہ زمانے

کایام گل و یاسمن و عید صیام است

اِس غزل کو شمیم نے بہت ذوق و شوق سے گایا۔ شاید حافظ نے اُسی کے لئے
کہی تھی۔ مسز اسٹینلی بہت کم سمجھیں مگر اسمتھ شرم سے سر جھکائے ہوئے تھی۔ اور یہ کچھ
معلوم ہوتا تھا۔ کہ جیسے اِس کے عارض ہائے رنگین میں اک آگ سی لگی ہوئی ہے
وہ نظر چُرا چُرا کر شمیم کو دیکھتی تھی۔ نظر بھر کر دیکھنے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ اِسے خوب
ہی لطف آیا۔ اور شمیم تو موسیقی کے نشے سے مخمور تھے۔ یہ غزل ختم کرتے ہی دوسری
غزل شروع کر دی ؎

اے چہرۂ زیبائے تو رشکِ بتانِ آذری ہر چند وصفت میکنم در حسن زان زیباتری

ہرگز نہ آمد در نظر نقشے ز رویت خوب تر شمسی ندانم یا قمر حوری ندانم یا پری

تو از پری چابکتری و ز برگ گل نازک تری وز ہر چہ دانم بہتری حقا عجائب دلبری

آفاق ہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

اے راحت و آرام جاں با قدِ چوں سرو رواں زیں ساں مرو دامن کشاں کآرام جانم می بری

عالم ہمہ یغمائے تو خلق خدا شیدائے تو ایں نرگس شہلائے تو آوردہ رسم کافری

من تو شدم تو من شدی من جاں شدم تو تن شدی تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

شمیم نے اس غزل کے گانے میں بھی اپنا پورا کمال صرف کر دیا۔ واقعی اِس نے
اسمتھ کے سامنے بقول اپنے اپنا دل نکال کر رکھ دیا تھا۔ اِس کی آواز میں قدرتاً ایک
عجیب درد اور کشش تھی۔ اور جب وہ دل لگا کر گاتا تھا۔ جیسا کہ اِس وقت گا رہا
تھا۔ سُننے والوں کا دل ہلا ہلا دیتا تھا۔ اِنہیں بے چین کر کر دیتا تھا۔ اسمتھ کی بھی یہی

حالت تھی۔ اور چونکہ وہ بھی، اپنے پہلو میں ایک زخمی دل رکھتی تھی ہر شعر اس پر تیر و نشتر کا کام کر رہا تھا۔ وہ ایک بیخودی کے عالم میں تھی۔ اور اس کا دل ایک ناقابل بیان سرور سے سرشار تھا۔

اب کی غزل کے ختم ہونے پر اس نے ہمت کر کے شرمیلی آواز میں داد دی۔

اسھر۔ شمیم تمہاری سریلی آواز تو دل کے پار ہوئی جاتی ہے۔ تم کیونکر اتنا اچھا گا سکتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے۔ فن موسیقی تمہارے لئے بنا ہے اور تم فن موسیقی کے لئے۔ اب مجھے ڈر ہے کہ آکیٹویا کہیں حقیقت میں میری رقیب نہ ہو جائیں۔ دیکھو تمہیں کس طرح دیکھ رہی ہیں۔

شمیم۔ (ایک مسرت آمیز لہجہ میں) میں خوش ہوں کہ میرا گانا تم کو پسند ہے۔ خیر۔ میری صورت اچھی نہ سہی۔ میری آواز تو اچھی ہے۔ کم از کم تمہیں پسند ہے۔ اور مجھے اس سے اور زیادہ خواہش نہیں۔

اسھر۔ (مسکرا کر) تم کیا جانو کہ تم کیا ہو۔ یہ تو کسی اور سے پوچھو۔ مثلاً اکیٹویا سے۔۔۔۔

شمیم۔ اسھر تم آج مسز اسٹینلی کے بہت پیچھے پڑے ہو؟

مسز اسٹینلی۔ ہاں آج ہم نے اِن سے بڑی بُرائی کی ہے۔ آج ہماری ہی بدولت تم انہیں شمیم اور وہ تمہیں اسھر کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔ اور پھر ہمارے اوپر ساری بوچھار ہے سچ ہے۔ کہ نیکی کا زمانہ نہیں رہا"۔۔۔۔۔۔

اِس کے بعد شمیم نے کئی ایک فارسی کی غزلیں گائیں۔ اور ہر مرتبہ ایک سماں باندھ دیا۔ سُننے والوں کو نقش دیوار بنا دیا۔ اسی میں قریب ایک گھنٹے کے ہو گیا۔ پھر سب کی رائے ہوئی کہ اب لوٹنا چاہیئے۔ موٹر والے کو حکم ہوا کہ موٹر چلائے۔ لوٹتے وقت شمیم نے دو ایک ہندی گیتیں مسز اسٹینلی کی خاطر سے گائیں۔ اور پہلے ان گیتوں کے معنی مسز اسٹینلی اور اسھر کو سمجھا دئے۔ یہ گیتیں دونوں کو بہت پسند آئیں اور اُنہوں نے ہندی گانوں کی بہت تعریف کی۔ ابھی گیت ختم نہ ہونے پائی تھی۔ کہ موٹر کشتی پھر اِسی جگہ پر پہنچ گئی۔ جہاں سے چلی تھی۔ مسز اسٹینلی اسھر اور شمیم ہنسی مذاق کرتے ہوئے اُترے اور موٹر کار پر سوار ہوئے۔ مسز اسٹینلی تو سامنے بیٹھ کر موٹر چلانے لگیں۔ اسھر اور شمیم دونوں پیچھے کی سیٹ پر بیٹھے ابکی یہ وہ اسھر اور شمیم نہ تھے۔ جو

خورشید کے مکان سے گومتی کے پل تک آئے تھے۔ لوٹتے وقت استھر شمیم کے پہلو سے ملی ہوئی بیٹھی تھی۔ اِس کا سر شمیم کے شانے پر تھا۔ اور شمیم اِس کے مشکبو بالوں سے کھیل رہا تھا اور آہستہ آہستہ باتیں کرتا جاتا تھا۔ کبھی کبھی شمیم کی کسی بات پر استھر سر اُٹھا کر شرمیلی نگاہوں سے اِس کو دیکھ لیتی تھی۔ اور پھر ایک دلبرانہ ادا سے ویسے ہی شمیم کے شانے پر رکھ لیتی تھی۔ جب کبھی مسز اسٹینلی مڑ کر دیکھتی تھیں۔ تو یہ لوگ اِس کے سر کی حرکت دیکھ کر پہلے ہی سے سنبھل جاتے تھے۔ مگر اِن کو شاید یہ معلوم نہ تھا۔ کہ دو ایک مرتبہ جب وہ دونوں نشہ محبت میں چور اور بے خبر تھے تو مسز اسٹینلی نے اِن کو اسی بیخودی کی حالت میں دیکھ لیا تھا۔ پھر اِس کے بعد اُس نے مُنہ موڑ کر دیکھنا بند کر دیا۔ کچھ دیر میں مسز اسٹینلی کا بنگلا آگیا +

جب موٹر بنگلہ پر رُکا تب بڑی مشکل سے یہ سرشاران بادۂ عشق دفعتاً چونک کر ہوش میں آئے۔ گھبرا کر دونوں کھڑے ہو گئے +

استھر شمیم کے سہارے سے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر اُتریں۔ جب یہ سب برامدے میں آئے تو مسز اسٹینلی نے شمیم سے کہا +

"شمیم اب میں سونے جاتی ہوں۔ گڈ نائیٹ گڈ نائٹ استھر"۔

استھر۔ اچھا۔ اب میں سمجھی کہ آکٹیویا کو سونے کی آج کیوں ایسی جلدی پڑی ہے۔ آج گیارہ بجے کی گاڑی سے مسٹر اسٹینلی آنے والے ہیں۔ ہم کو تو ابھی نیند نہیں معلوم ہوتی۔

مسز اسٹینلی۔ (طنزاً مسکرا کر) ہا۔ آں۔ ٹھیک ہے کیوں نہیں۔ تم دونوں تو خوب سو چکے ہو۔ اب تمہیں نیند کیوں آنے لگی +

استھر۔ یہ کیا؟

مسز اسٹینلی۔ (مسکرا کر) یہ یہی۔ کہ موٹر چلاتے وقت میں نے دو ایک مرتبہ اتفاقیہ مڑ کر دیکھا تو تم دونوں کو سوتا ہُوا پایا۔ اِسی سے مجھے یہ خیال ہُوا کہ تم دونوں خوب سو چکے ہو"۔ یہ کہکر عجیب طرح سے استھر کو دیکھ کر مسز اسٹینلی ہنستی ہوئی اپنے کمرے کو چلی گئی۔ استھر آکٹیویا کا یہ جملہ سُن کر شرم سے غرق غرق ہو گئیں۔ شمیم بھی جھینپ کر رہ گئے۔ دونوں سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آکٹیویا کے چلے جانے کے بعد بھی استھر کچھ دیر تک ایک خاص دلفریب انداز سے دانتوں میں اُنگلی دبائے نگاہ نیچی کئے ہوئے

حالت تھی۔ اور چونکہ وہ بھی اپنے پہلو میں ایک زخمی دل رکھتی تھی ہر شعر اس پر تیر و نشتر کا کام کر رہا تھا۔ وہ ایک بیخودی کے عالم میں تھی۔ اور اس کا دل ایک ناقابل بیان سرور سے سرشار تھا +

اب کی غزل کے ختم ہونے پر اس نے ہمت کرکے شرمیلی آواز میں داد دی +

استھر۔ شمیم تمہاری سریلی آواز تو دل کے پار ہوئی جاتی ہے۔ تم کیونکر اتنا اچھا گا سکتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے۔ فن موسیقی تمہارے لئے بنا ہے اور تم فن موسیقی کے لئے۔ اب مجھے ڈر ہے کہ آکیٹویا کہیں حقیقت میں میری رقیب نہ ہو جائیں۔ دیکھو تمہیں کس طرح دیکھ رہی ہیں +

شمیم۔ (ایک مسرت آمیز لہجہ میں) میں خوش ہوں کہ میرا گانا تم کو پسند ہے۔ خیر۔ میری صورت اچھی نہ سہی۔ میری آواز تو اچھی ہے۔ کم از کم تمہیں پسند ہے۔ اور مجھے اس سے اور زیادہ خواہش نہیں +

استھر۔ (مسکرا کر) تم کیا جانو کہ تم کیا ہو۔ یہ تو کسی اور سے پوچھو۔ مثلاً اکیٹویا سے۔۔۔۔

شمیم۔ استھر تم آج مسز اسٹینلی کے بہت پیچھے پڑے ہو؟

مسز اسٹینلی۔ ہاں آج ہم نے ان سے بڑی برائی کی ہے۔ آج ہماری ہی بدولت تم انہیں شمیم اور وہ تمہیں استھر کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔ اور پھر ہمارے اوپر ساری بوچھار ہے سچ ہے۔ کہ نیکی کا زمانہ نہیں رہا"۔۔۔۔۔

اس کے بعد شمیم نے کئی ایک فارسی کی غزلیں گائیں۔ اور ہر مرتبہ ایک سماں باندھ دیا۔ سننے والوں کو نقش دیوار بنا دیا۔ اسی میں قریب ایک گھنٹے کے ہو گیا۔ پھر سب کی رائے ہوئی کہ اب لوٹنا چاہئے۔ موٹر والے کو حکم ہوا کہ موٹر چلائے۔ لوٹتے وقت شمیم نے دو ایک ہندی گیتیں مسز اسٹینلی کی خاطر سے گائیں۔ اور پہلے ان گیتوں کے معنی مسز اسٹینلی اور استھر کو سمجھا دئے۔ یہ گیتیں دونوں کو بہت پسند آئیں اور انہوں نے ہندی گانوں کی بہت تعریف کی۔ ابھی گیت ختم نہ ہونے پائی تھی۔ کہ موٹر کشتی پھر اسی جگہ پر پہنچ گئی۔ جہاں سے چلی تھی۔ مسز اسٹینلی استھر اور شمیم ہنسی مذاق کرتے ہوئے اُترے اور موٹر کار پر سوار ہوئے۔ مسز اسٹینلی تو سامنے بیٹھ کر موٹر چلانے لگیں۔ استھر اور شمیم دونوں پیچھے کی سیٹ پر بیٹھے ابکی یہ وہ استھر اور شمیم نہ تھے۔ جو

خورشید کے مکان سے گومتی کے پل تک آئے تھے۔ لوٹتے وقت اسحٰق شمیم کے پہلو سے ملی ہوئی بیٹھی تھی۔ اس کا سر شمیم کے شانے پر تھا۔ اور شمیم اس کے مشکبو بالوں سے کھیل رہا تھا اور آہستہ آہستہ باتیں کرتا جاتا تھا۔ کبھی کبھی شمیم کی کسی بات پر اسحٰق سر اُٹھا کر شرمیلی نگاہوں سے اس کو دیکھ لیتی تھی۔ اور پھر ایک دلربا ادا سے ویسے ہی شمیم کے شانے پر رکھ لیتی تھی۔ جب کبھی مسز اسٹینلی مڑ کر دیکھتی تھیں۔ تو یہ لوگ اس کے سر کی حرکت دیکھ کر پہلے ہی سے سنبھل جاتے تھے۔ مگر ان کو شاید یہ معلوم نہ تھا۔ کہ دو ایک مرتبہ جب وہ دونوں نشۂ محبت میں چُور اور بے خبر تھے تو مسز اسٹینلی نے ان کو اسی بیخودی کی حالت میں دیکھ لیا تھا۔ پھر اس کے بعد اُس نے مُنہ موڑ کر دیکھنا بند کر دیا۔ کچھ دیر میں مسز اسٹینلی کا بنگلہ آ گیا +

جب موٹر بنگلہ پر رُکا تب بڑی مشکل سے یہ سرشاران بادۂ عشق دفعتاً چونک کر ہوش میں آئے۔ گھبرا کر دونوں کھڑے ہو گئے +

اسحٰق شمیم کے سہارے سے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر اُتریں۔ جب یہ سب برامدے میں آئے تو مسز اسٹینلی نے شمیم سے کہا +

"شمیم اب میں سونے جاتی ہوں۔ گڈ نائیٹ گڈ نائٹ اسحٰق"۔

اسحٰق۔ اچھا۔ اب میں سمجھی کہ آکٹیویا کو سونے کی آج کیوں ایسی جلدی پڑی ہے۔ آج گیارہ بجے کی گاڑی سے مسٹر اسٹینلی آنے والے ہیں۔ ہم کو تو ابھی نیند نہیں معلوم ہوتی۔

مسز اسٹینلی۔ (طنزاً مسکرا کر) ہا۔ آں۔ ٹھیک ہے کیوں نہیں۔ تم دونوں تو خوب سو چکے ہو۔ اب تمہیں نیند کیوں آنے لگی +

اسحٰق۔ یہ کیا؟

مسز اسٹینلی۔ (مسکرا کر) یہ یہی۔ کہ موٹر چلاتے وقت میں نے دو ایک مرتبہ اتفاقیہ مڑ کر دیکھا تو تم دونوں کو سوتا ہُوا پایا۔ اسی سے مجھے یہ خیال ہُوا کہ تم دونوں خوب سو چکے ہو"۔ یہ کہکر عجیب طرح سے اسحٰق کو دیکھ کر مسز اسٹینلی ہنسی ہوئی اپنے کمرے کو چلی گئی۔ اسحٰق آکٹیویا کا یہ جملہ سُن کر شرم سے غرق غرق ہو گئیں۔ شمیم بھی جھینپ کر رہ گئے۔ دونوں سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آکٹیویا کے چلے جانے کے بعد بھی اسحٰق کچھ دیر تک ایک خاص دلفریب انداز سے دانتوں میں اُنگلی دبائے نگاہ نیچی کئے ہوئے

کھڑی رہی +
شمیم نے ہنستے ہوئے کہا۔ کیوں اسحٰق۔ کس فکر میں کھڑی ہو۔" تو اسحٰق نے چونک کر شمیم کو دیکھا۔ اور شمیم ہنستا ہوا دیکھ کر خود بھی ہنس دی اور کہا +
"دیکھا آئینہ یا کو کیسا بدلہ لیتی ہے۔ خیر ہو گا بھی۔ کوئی کیا کرے اگر اس نے دیکھ لیا تو کیا ہوا آئینہ یا سے بھی کوئی پردہ ہے"؟
اچھا۔ پیارے تم بہت تھک گئے ہو اب جاؤ سو رہو۔ پھر صبح ملاقات ہو گی"۔
برآمدے میں نوکر آ جا رہے تھے۔ اس لئے شمیم کو اپنی بے صبر جوش محبت کو بہت روکنا پڑا
اسحٰق۔ (ہاتھ بڑھا کر) گڈ نائٹ۔ ڈیرسٹ۔ جاؤ سو رہو۔ مگر خواب میں ضرور آنا بھولنا نہیں۔ پھر ہم تم ساتھ دریا پر اکیلے کشتی پر چلیں گے"۔
شمیم۔ (اسحٰق کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبا کر مسکراتے ہوئے) گڈ نائٹ اسحٰق ڈارلنگ۔ ہاں ضرور آؤں گا اور ایسی ایسی شرارتیں کروں گا کہ تم بھی یاد کرو گی۔ پھر صبح اٹھ کر خفا نہ ہونا"۔ . . . .
اسحٰق نے بھی شمیم کا ہاتھ اپنے نرم نرم نازک ہاتھوں میں دبایا۔ اور شمیم کو محبت بھری آنکھوں سے دیکھ کر اس کی نظروں سے غائب ہو گئی۔ . . . . . . کچھ دیر شمیم اس دروازے کو کھڑا ہو دیکھ رہا جس میں داخل ہو کر اسحٰق اس کی نظروں سے غائب ہو گئی تھی . . . . پھر ایک آہ سرد بھر کر وہ بھی اپنے سونے کے کمرے کو واپس چلا گیا +

دسواں باب

خورشید علی۔ . . . . (ہنستے ہوئے)۔ آؤ نسیم آؤ۔ ابھی ہم تمہارا ہی خیال کر رہے تھے تم خوب آئے۔ تمہاری بڑی عمر ہو گی +
نسیم۔ (آہ بھر کر) بڑی عمر ہونے سے فائدہ؟ اگر زندگی پھیکی بدمزہ اور بدرنگ ہوئی۔ (دوسری آہ بھر کر) ؎

زندگی جب کہ اسی رنگ سے گذری غالب ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

نسیم یہ شعر پڑھ کر خورشید علی کے سامنے ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا +

خورشید علی۔ کیوں۔ خیر تو ہے (مسکرا کر) آج کس کی محبت کا درد تمہارے دل میں اُٹھا ہے۔ جو تم اس قدر غمگین اور افسردہ خاطر معلوم ہوتے ہو +

نسیم۔ (پھر آہ سرد بھر کر) تم کو آشفتہ مزاجوں کی خبر سے کیا کام ؏

تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا

خورشید علی۔ یا اللہ کچھ کہو تو سہی۔ کس کے لئے یہ آہیں بھرتے ہو کس کی خنجر ابرو کے زخمی ہو۔

نسیم۔ (عجیب مسکراہٹ سے) اب تم سے کیا کہیں ..... تم ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو .....

غم ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

ہمارے لئے تم کیا کر سکتے ہو۔ خود ہمارا مسیحا اپنے بیمار کے درد سے بے خبر ہے کسی اور سے ہم کیا اپنا حال کہیں ؎

اے عیسیٰ بیماراں از ہجر تو رنجورم
شاید نہ خبرداری از حالت بیمارے

خورشید علی۔ (طنزاً)۔ اے دل تو کس کی چشم کا سرشار ہو گیا + کس کی نظر لگی جو تو بیمار ہو گیا
اب تمہیں جب اشعار ہی میں باتیں کرنے کی ضد ہے تو کیا ہم تم سے کچھ کم ہیں +

نسیم۔ ہاں بھئی۔ کیوں نہیں۔ ہم تم تو ایک ہی درجے میں پڑھتے ہیں۔ وہی درجہ جس کے حضرت مجنوں کلاس ٹیچر ہیں +

خورشید علی۔ (کچھ شرما کر) کیوں مجھے کیا ہوا +

نسیم۔ یہ تو اپنے دل سے پوچھو کل کمبخت شمیم نے تو تڑپا تڑپا دیا۔ اور اس کی آخری غزل نے تو بس قیامت ہی برپا کر دی تھی +

خورشید۔ ہاں میں بھی مدہوش تھا۔ اور ابتک اس کے مزے لے رہا ہوں +

نسیم۔ کیوں وہ کون بوتی اندام تھیں جن کی ستمگری کے تم فریادی تھے +

خورشید۔ (شرما کر) کچھ نہیں۔ وہ تو محض ایک مذاق تھا +

نسیم۔ خیر مجھ سے چھپاؤ نہیں۔ مجھے بتانے میں تمہیں کیا حجاب ہے۔ محبت میں بغیر کسی رازدار کے لطف نہیں آتا۔ ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے۔ رازداری کی اہمی

لئے ضرورت ہوتی ہے کہ اسی سے اپنے محبوب کی باتیں کر کے دل کی بھڑاس نکال سکتی ہیں۔ غم غلط کر سکتے ہیں۔ جی ہلکا کر سکتے ہیں۔ کسی بیمار محبت کا اگر کوئی مونس و غمخوار نہ ہو تو اسے جینا محال ہو جائے"......

پہلے تو خورشید نے بہت نہیں نہیں کی باتیں بنائیں شرم کی مگر نسیم کے اصرار سے پھر انہیں کھلنا ہی پڑا اور رفتہ رفتہ کل واقعات بیان کر دیئے۔ نسیم نے بہت ہمدردی کی۔ اور اسی دن سے دونوں میں ایک ایسی بے تکلفی پیدا ہو گئی۔ جو ان میں ابھی تک نہ تھی۔ نسیم نے بھی اپنا قصہ بیان کر دیا۔ مگر نام اور کچھ ضروری واقعات بدل کر دونوں میں بہت دیر تک یہی باتیں اور صلاح مشورے ہوتے رہے +

نسیم۔ اور خورشید۔ تم نے کچھ اور سُنا۔ شمیم پھر مسز اسٹینلی کے یہاں پہنچ گئے۔ رات کو آئے تھوڑی دیر وہیں رہے۔ آج صبح معذرت کرنے آئے تھے کہہ رہے تھے۔ کہ تار آیا ہے کہ ان کے چچا زاد بھائی اور ان کی والدہ آج شام کی گاڑی سے کانپور سے شمیم کو دیکھنے کے لئے آ رہی ہیں +

خورشید۔ ان کی والدہ کہاں ٹھیریں گی +

نسیم۔ شمیم تو کہہ رہے تھے کہ ان کے کوئی بہت دور کے عزیز ہیں ان کے یہاں ٹھیریں گی۔ مگر جب ہم ان کے بالکل سر ہو گئے تو بڑی مشکل سے اس پر راضی ہوئے ہیں۔ کہ ہمارے یہاں ٹھیریں +

خورشید۔ واہ تو پھر ہمیں کیوں دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا۔ اگر تمہارے یہاں ٹھیر سکتی ہیں تو ہمارے یہاں کیوں نہ ٹھیریں۔ کیا ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔ اور پھر امی جان اور ماہ طلعت ان سے ملکر کتنا خوش ہوں گی +

بہت دیر تک نسیم اور خورشید میں اسی پر جنگ ہوتی رہی آخر میں یہ طے پایا کہ کچھ دن نسیم کے یہاں اور کچھ دن خورشید علی کے یہاں ٹھیریں ...... پھر اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے نسیم چلے گئے ....

خورشید علی زنانے کمرے میں اِستراحت جبین۔ ماہ طلعت اور خورشید کی والدہ سب برامدے میں بیٹھی تھیں +

خورشید۔ اے امی جان کچھ سُنا۔ شمیم کی والدہ آج آ رہی ہیں۔ شام کی گاڑی سے

خورشید کی والدہ۔ (تعجب سے) کیوں؟ کیا ہوا۔ کیوں آرہی ہیں +

خورشید۔ ارے یوں ہی شمیم کو دیکھنے کو ہم لوگ تو شمیم کو گھر جانے نہیں دیتے لہٰذا اِن کی والدہ کو خود آنا پڑا +

خورشید کی والدہ۔ اچھا...... اور کہاں ٹھیریں گی؟

خورشید۔ نسیم کے یہاں۔ اور ہم نے ابھی گو شمیم سے نہیں طے کیا۔ مگر نسیم کو راضی کر لیا ہے کہ کچھ دن وہ ہمارے یہاں بھی ٹھیریں +

خورشید کی والدہ۔ ہاں تم نے اچھا کیا۔ میں خود انہیں بلاتی۔ شمیم بڑا اچھا لڑکا ہے۔ اور اس کا ہم لوگوں پر بڑا احسان ہے۔ جب سے میں نے اس کی تمام باتیں سُنی ہیں۔ مجھ کو تو اس سے ایک قسم کی محبت سی ہو گئی ہے ابھی میں نے اس کی صورت بھی نہیں دیکھی کیا یہاں وہ آتے ہیں؟

خورشید۔ جی ہاں ابھی کل ہی رات کو آئے تھے۔ شاید آج پھر آئیں +

والدہ خورشید۔ جاؤ ماہ طلعت ذرا ہمارے کپڑے تو نکال دو۔ بیٹی۔ آج ہم ذرا نہائیں گے۔ بہت دن ہو گئے۔"

ماہ طلعت چپکے سے اُٹھ کر چلی گئیں۔ گو دل ان کا یہی چاہتا تھا کہ شمیم کی ذرا کچھ اور باتیں سُنیں +

والدہ خورشید۔ ستارہ بیٹی تم بھی جاؤ ذرا جا کر ہمارے لئے دو پان تو لگا کر بھیج دو +

ستارہ جبین بھی اپنی مرضی کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ باتوں میں کیا نسیم کا ذکر نہ تھا؟ پھر اُٹھنے کو دل کیسے چاہتا؟

خورشید کی والدہ۔ (جب ستارہ جبین چلی گئی) شمیم کے والد کہاں رہتے ہیں۔ اور کیا کرتے ہیں +

خورشید۔ شمیم کے والد سب جج ہیں۔ الہ آباد میں رہتے ہیں +

خورشید کی والدہ۔ اِن کی تنخواہ کیا ہے +

خورشید۔ شاید چھ سو روپئے ہیں یا سات سو۔ بہت معزز آدمی ہیں +

خورشید کی والدہ۔ اور شمیم کہاں تک پڑھے ہیں؟

خورشید۔ ابھی ایم اے کا امتحان دیا ہے +

خورشید کی والدہ۔ ایم اے کیا ہوتا ہے انٹرنیس (کھینچکر) کے درجے کے نیچے ہوتا ہے کہ اوپر +

خورشید۔ (مسکراکر) نہیں امّی جان۔ انٹرینس کا درجہ تو بہت نیچے ہوتا ہے۔سب سے اونچا یہی ایم اے کا درجہ ہوتا ہے۔ بی اے کے اوپر۔اس کے اوپر اور کوئی درجہ نہیں ہے۔ بہت کم لوگ ایم اے پاس ہوتے ہیں +

خورشید کی والدہ۔ اچھا!۔! میں جاہل آدمی مجھے کیا معلوم تمہارا بی اے ایم اے کیا ہوتا ہے....... اور ان کا خاندان کیسا ہے ؟

خورشید۔ بڑے شریف خاندان کے ہیں۔ ڈپٹی مصباح الدین کو تو آپ جانتی ہونگی

خورشید کی والدہ۔ ہاں! ہاں! خوب اچھی طرح سے +

خورشید۔ وہ اُن کے سگے چچا ہوتے ہیں +

خورشید کی والدہ۔ اچھا...... تم تو چھوٹے تھے۔ مگر جب ڈپٹی صاحب یہاں تھے۔تو اِن کی بیوی سے ہم سے بڑی ملاقات اور رسم تھی۔ ہر وقت کا آنا جانا تھا۔ تمہارے ابا جانی بھی انہیں خوب جانتے ہیں۔اور شمیم کی صورت شکل کیسی ہے +

خورشید۔ (ہنس کر) مجھ سے اچھی ہے۔ہاں مگر رنگ ذرا کھلتا ہوا سانولا ہے +

خورشید کی والدہ۔ (آواز دھیمی کرکے) ماہ طلعت اب ماشاء اللہ سیانی ہوئی۔ ہمیں تو شمیم بہت پسند ہیں۔ تمہاری کیا رائے ہے +

خورشید۔ یہ آپ ہم سے کیا پوچھتی ہیں۔ ہماری رائے بھی اِس میں کوئی رائے ہے (ہنس کر) ور اگر آپ طلعت کی شادی کرنے پر تُلی ہیں۔تو اعتماد علی تعلقہ دار کا لڑکا نسیم ہی کیا بُرا ہے۔وہی نسیم جس کا میرا چند دِن سے ساتھ ہوا تھا۔اُس نے بھی اب کی ایم اے کا امتحان دیا ہے۔اُس کے خاندان کا کیا کہنا۔اور پھر اپنے باپ کے بعد وہی تعلقہ دار ہو گا۔ صورت شکل بھی اُس کی بہت اچھی ہے۔ نہایت سُرخ سپید رنگ ناک نقشہ بہت اچھا ہے۔اور یوں بھی نہایت مہذّب اور خوش اطوار لڑکا ہے۔مجھ کو تو شمیم سے زیادہ نسیم پسند ہے اور باقی جو کچھ آپ کی رائے ہو اور ویسے تو شمیم بھی ہزاروں میں ایک ہے +

خورشید کی والدہ۔ (کچھ سوچ میں آکر) اچھا۔آج تمہارے ابا جانی سے ذکر

کروں گی۔ دیکھوں اِن کی کیا رائے ہوتی ہے ✦

اتنے میں ماہ طلعت نے آکر کہا ✦

امّی جان کپڑے میں نے نکال لئے کہاں رکھدوں"؟

خورشید کی والدہ - اچھا بھئی۔ وہیں کمرے میں رکھدو۔ میں ابھی آتی ہوں......

خورشید- جائیے امّی جان میں بھی اب باہر جاؤں گا ✦

یہ کہکر خورشید باہر چلا گیا ✦

گیارھواں باب

مسز بینٹلی کے بنگلہ میں جو باغیچہ تھا۔ اُس کے کونے میں ایک بنچ پڑی تھی۔ بنچ کے اردگرد گھنی گھنی جھاڑیاں تھیں۔ اور اُس پر گنجان درخت کا سایہ تھا۔ یہاں ہر وقت بڑی اچھی ہوا آتی تھی۔ اور ٹھنڈک بھی بہت تھی۔ خاص خلوت کا مقام تھا۔ مسٹر اور مسز بینٹلی اکثر یہاں آکر بیٹھتے تھے ✦

اس وقت صبح کے ۷ بجے ہیں رات کو تھوڑی تھوڑی بارش ہوئی ہے۔ اب تک آسمان پر ابر چھایا ہوا ہے۔ نہایت جانفزا ہوا کے جھونکے چل رہے ہیں ان میں کبھی کبھی سوندی مٹی کی بھی لپٹ آجاتی ہے ہر درخت ہر پودا نہایا ہوا کھڑا ہے۔ استھر اور شمیم بنچ پر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔ استھر کے چہرے پر کچھ فکر کے آثار نمایاں ہیں۔ شمیم بھی قدرے متردد ہے ✦

استھر - پیارے شمیم۔ کیسا بُرا خواب تھا۔ جب اس کا خیال کرتی ہوں مجھے اختلاج ہونے لگتا ہے

شمیم - نہیں ڈارلنگ۔ تم پریشان نہ ہو...... اور پھر خواب کی تعبیر تو ہمیشہ الٹی ہوتی ہے۔ تم کیوں اس کی اتنی بری تعبیر کرتی ہو؟

استھر - ڈیر تم جانتے نہیں میں نے تم سے کچھ باتیں ابھی تک نہیں کی ہیں۔ مگر اب میں تم سے کوئی راز پوشیدہ نہیں رکھ سکتی۔ تم سے سب صاف کہدونگی۔ میں نہیں جانتی کہ تم پر ان انکشافات کا کیا اثر ہوگا؟

شمیم - استھر۔ اب میں اپنی زندگی کو تمہارے ہاتھ بیچ چکا ہوں۔ اب تم میری اور میں تمہارا ہو گیا

تم ایک حسین لڑکی کی شکل میں اگر زہریلی ناگن بھی نکلو تو تمہارا زہر مجھ پر اثر نہ کریگا۔ بلکہ میرے لئے تریاق ہو جائیگا۔ خدا کی قسم دُنیا میں کوئی چیز نہیں جو مجھے تم سے جدا کر سکے ×

استھر۔ (ڈر کر) پیارے یہ کلمہ اپنی زبان سے نہ نکالو۔ کہیں خدا کو بُرا نہ معلوم ہو...... اچھا سُنو...... میرا نام مس مارگن نہیں ہے !!!

شمیم۔ (استھر کو تعجب کی نگاہ سے دیکھ کر) نہیں تم مذاق کرتی ہو ×

استھر۔ (مسکراکر) نہیں میرا نام مس مارگن نہیں میرا نام استھر اسٹینلی ہے! مسٹر اسٹینلی اکیٹویا کے شوہر میرے سگے چچا زاد بھائی ہیں ×

شمیم۔ خوب! مجھے کیا معلوم تھا!!! مگر کچھ ہرج نہیں۔ تمہارا نام استھر مارگن ہو یا استھر اسٹینلی میرے لئے ایک ہی ہے۔ گلاب کے پھول کو کسی نام سے پکارو وہ گلاب کا پھول ہی رہے گا۔ نام کے فرق سے اس کی خوشبو میں فرق نہ آئے گا ×

استھر۔ (شرماکر) ..... اچھا اور سُنو۔ میرے والد مسٹر ہورلس اسٹینلی امریکہ اور شاید دُنیا کے سب سے بڑے کروڑ پتی تھے۔ اور میں ان کی تمام دولت کی تنہا وارث ہوں ...... یہ سنکر شمیم کچھ دیر تک حیرت کی تصویر بنا رہا۔ پھر ہوش میں آکر بولا "یہ تو میں ضرور سمجھ گیا تھا کہ تم دولتمند ہو مگر یہاں تک میرا وہم و گمان بھی نہ تھا خیر۔ تمہارے سارے خزانے تمہاری دولت حسن کے پاسنگ برابر بھی نہیں۔ میری جان کی قسم تمہارے ایک تبسم کے لئے میں یہ دولت بلکہ دُنیا کی دولت کو پاؤں سے ٹھکرا سکتا ہوں..... ہاں مگر مجھ کو اسکا اندیشہ ضرور ہے کہ تمہارے کروڑوں روپے کہیں میرے اور تمہارے بیچ میں حائل نہ ہو جائیں ×

استھر۔ ہاں پیارے یہی مجھ کو بھی خوف ہے۔ میرا چچا جان اسٹینلی یعنی رچرڈ اسٹینلی کا باپ میرا ولی ہے۔ میرے باپ نے اپنی وصیت میں اُس کو میرا ولی مقرر کر دیا ہے اور جبتک میں اکیس برس کی نہ ہو جاؤنگی میں خود مختار نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اپنے چچا کی قبضہ اور اختیار میں رہونگی۔ وہ بڑا ظالم۔ حریص اور سنگدل شخص ہے۔ دولت پر وہ جان دیتا ہے۔ دولت کیلئے اُسے کوئی جرم یا شرمناک بد ایمانی کرنے میں ذرا دریغ نہ ہوگا۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ میری شادی اپنے چھوٹے لڑکے فریڈرک سٹینلی سے کر دے۔ اور اسطرح میری کل دولت پر ہمیشہ کیلئے قابض اور متصرف ہو جائے پہلے اس نے یہ کوشش کی کہ میری شادی رچرڈ سے کر دے۔ مگر رچرڈ ایک فرشتہ صفت شخص ہے۔ وہ اکیٹویا کو پہلے سے چاہتا تھا۔ اس نے انکار کر دیا۔ میرے چچا نے اس سے لاکھ لاکھ کہا مگر اس نے ایک نہ مانی۔ اور اُسکی مرضی کے خلاف اکیٹویا سے شادی کر لی۔ میرے چچا نے رچرڈ کو گھر سے نکالدیا۔ رچرڈ نے یہاں

ہندوستان میں آکر تجارت شروع کر دی۔ اور اب وہ کئی لاکھ کا آدمی ہوگیا ہے۔ مگر فریڈرک رچرڈ کے بالکل برعکس ہے۔ اور وہ بالکل میرے چچا کے قبضے میں ہے وہ ایک چالاک بزدل اور کمینہ شخص ہے اور مجھ پر عرصے سے دانت لگائے بیٹھا ہے۔

میں انہیں سب باتوں سے بچنے کے لئے سیر و سیاحت کے بہانے سے یہاں آکٹویا کے پاس چلی آئی۔ آکٹویا نے بھی مجھے لکھا تھا کہ یہاں چلی آؤ...... اور (مسکرا کر) یہاں ہم اور آکٹویا خوب مزے سے ہندوستان کی سیر کر رہے تھے کہ تم نے میرا راستہ کاٹا اور مجھ پر جادو کر کے مجھے سوائے لذتِ عشق کے دُنیا کی تمام نعمتوں سے بے خبر اور لاپروا کر دیا...... اب مجھے صرف یہ ڈر ہے کہ اگر میرے چچا کو کسی طرح یہ خبر ہوگئی کہ میں تمہیں چاہتی ہوں تو پھر میری اور تمہاری دونوں کی خیریت نہیں۔ وہ ایک بھوکے شیر کی طرح جس سے اسکا شکار چھین لیا گیا ہو۔ مجھ پر جھپٹیگا اور مجھے تم سے چھین لیجائیگا۔ میری بوٹی بوٹی پرخچ جائے کچھ ہو مگر میرے پیارے شمیم میں تم کو نہ چھوڑوں گی...... مجھ کو جان سے مار ڈالیں۔ مگر میں زندہ تم سے جُدا نہ ہوں گی....... اور جب وہ سنگدل ظالم مجھے تم سے چھیننے آئیگا تو میری زندگی کے تارے میرے سرتاج (شمیم سے لپٹ کر) میں تم سے یوں ہی لپٹ جاؤں گی۔ (پھر سر اُٹھا کر شمیم کو ایک ایسی پر درد نگاہ سے دیکھ کر جس میں محبت کی بجلیاں تڑپ رہی تھیں) تو کیا اس وقت تم اپنی وفادار استھر کو چھوڑ دوگے؟ مجھ سے برگشتہ ہو کر نگاہیں پھیر لوگے اپنے وعدے سے بھول جاؤ گے؟ میری محبت فراموش کر دوگے؟ مجھ سے جدا ہو کر میری زندگی میری خوشی کو ہمیشہ کیلئے پامال کر دوگے"؟ ...... شمیم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اس کی آواز بندھ گئی تھی....... وہ بول نہ سکا۔ مگر اُس نے فرطِ الفت میں استھر کے گلے میں باہیں ڈال کر اسے اپنے سینے سے لگالیا۔ اور اس کی روشن اور پر نور پیشانی کا بوسہ لے لیا۔ جب اُس کو اپنے دل اور آواز پر ذرا قابو ہوا تو اس نے ایک پر جوش لہجے میں کہا۔ تمہیں اور میں چھوڑ دوں!!! پیاری استھر مجھے اپنی جان کی گر قدر ہے تو صرف اس لئے کہ اسے تم پر میں نثار کر سکتا ہوں۔ کیا ستم ہے کہ استھر تم مجھ سے یہ سوال کرتی ہو؟ دُنیا میں تمام باتیں ممکن ہیں۔ مگر یہی ایک بات ناممکن ہے۔ زمانے میں ہر انقلاب آسان ہے مگر یہی ایک انقلاب محال ہے۔ اور جس دن تمہیں میں کسی خطرے سے ڈر کر چھوڑ دوں اسدن تم دیکھ لینا کہ آفتاب بھی مغرب سے نکلے گا۔ اور زمین بھی اپنی گردش بھول جائیگی۔ اگر میں تم کو اپنے ہاتھوں سے کھو دونگا

تو تم ہی بتاؤ کہ پھر میں کس کے لئے جیوں گا - کیونکہ میں زندہ رہونگا...... نہیں
ڈارلنگ اِن خوفناک وہموں کو تم اپنے دل سے نکالدو - نہیں تو میں تم سے بدگمان
ہوجاؤں گا" ۔

استھر - کیوں؟ بدگمان کیوں ہوجاؤ گے ۔

شمیم - (مسکرا کر) کیونکہ تمہارے دل میں بجز میرے اور میری محبت کے اور کسی چیز یا کسی خیال کو
رہنے کا اور تمہیں اسے رکھنے کا کوئی حق نہیں ۔

استھر - (شوخی سے) میری محبت پر بہت نہ اتراؤ - نہیں تو مجھے ڈر ہے کہیں اُس کو تمہاری
نظر نہ لگ جائے مگر ہاں میں اب اِس قسم کے وہم نہ کرونگی - کیا کروں اپنے بدگمان دل سے مجبور
ہوں - بعض اوقات مجھے عجیب عجیب خیال آتے ہیں اور میں ڈر جاتی ہوں میرا دل کانپ اُٹھتا ہے -

شمیم - کچھ نہیں - خوابوں سے بہت زیادہ متاثر نہ ہوجانا چاہئے - خواب پھر خواب ہی ہیں -
اچھا آؤ چلو چائے کے لئے گھنٹی بج رہی ہے - رچرڈ اور آکٹیویا کو ہم دونوں کا انتظار ہوگا ۔

استھر - ہاں چلو - نہیں تو آکٹیویا مجھے بہت بنائیگی - اور اگر رچرڈ نے بھی مذاق میں کچھ کہدیا
تو مجھے شرماتے ہوئے بھی شرم آئے گی" ۔

چائے پینے کے بعد استھر نے رچرڈ اور آکٹیویا سے کہدیا کہ اِس نے سارا راز شمیم پر افشا
کر دیا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے - رچرڈ بہت دیر تک شمیم سے باتیں کرتا رہا - دونوں کو
ایک دوسرے سے نہایت درجہ التفات پیدا ہوگیا - موسم بہت دلفریب تھا - استھر نے رچرڈ
سے فرمائش کی کہ ہمکو موٹر پر سیر کراؤ - رچرڈ خوشی سے راضی ہوگیا - اور اُس نے ہنس کر کہا -
ہاں چلو اِس وقت بھی آکٹیویا ہی کو موٹر چلانا ہوگا - شمیم اور تم پیچھے بیٹھنا اور ہم آکٹیویا کے ساتھ
بیٹھینگے - مگر (مسکرا کر) میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں مڑ کر پیچھے نہ دیکھوں گا اور نہ آکٹیویا کو
دیکھنے دوں گا..........

استھر - (شرما کر) چپ رہو - آکٹیویا جھوٹی ہے - اور تم بیوقوف ہو - خیر جاؤ کار منگواؤ
ہم ابھی آتے ہیں" ۔

یہ کہہ کر استھر اپنے کمرے میں پوشاک بدلنے چلی گئی - اور رچرڈ موٹر کی فکر میں
مصروف ہوگئے ۔